کوئی صحرانشین بدو جو آداب مجلس سے ناواقف ہوتا، دفعۃً آجاتا اور عین سلسلۂ تقریر میں کوئی بات پوچھ بیٹھتا، آپ ﷺ سلسلہ تقریر قائم رکھتے اور فارغ ہوکر اس کی طرف متوجہ ہوتے اور جواب دیتے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ تقریر فرمارہے تھے، ایک بدو آیا اور آنے کے ساتھ اس نے پوچھا، قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ تقریر کرتے رہے، حاضرین سمجھے کہ آپ ﷺ نے نہیں سنا، کسی کسی نے کہا ''سنا'' لیکن آپ ﷺ کو ناگوار ہوا۔ آپ ﷺ گفتگو سے فارغ ہوچکے تو دریافت فرمایا کہ ''پوچھنے والا کہاں ہے؟'' بدو نے کہا ''میں یہ حاضر ہوں'' آپ ﷺ نے فرمایا جب لوگ امانت کو ضائع کرنے لگیں گے'' بولا ''امانت کیوں کر ضائع ہوگی؟'' فرمایا ''جب نااہلوں کے ہاتھ میں کام آئے گا''۔(۱۰۴)

کبھی آپ ﷺ خود امتحان کے طور پر حاضرین سے کوئی سوال کرتے، اس سے لوگوں کی جودت فکر اور اصابت رائے کا اندازہ ہوتا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ ﷺ نے پوچھا ''وہ کونسا درخت ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے؟ اور جو مسلمانوں سے مشابہت رکھتا ہے''۔ لوگوں کا خیال جنگلی درختوں کی طرف گیا۔ میرے ذہن میں آیا کہ کھجور کا درخت ہوگا، لیکن میں کمسن تھا اس لئے جرأت نہ کرسکا۔ بالآخر لوگوں نے عرض کی حضور بتائیں۔ ارشاد فرمایا ''کھجور'' عبداللہ بن عمرؓ کو تمام عمر حسرت رہی کہ کاش میں نے جرأت کرکے اپنا خیال ظاہر کردیا ہوتا۔(۱۰۵) ایک روز آپ ﷺ مسجد میں تشریف لائے، صحابہؓ کے دو حلقے قائم تھے۔ ایک قرآن خوانی اور ذکر ودعا میں مشغول تھا اور دوسرے حلقہ میں علمی باتیں ہورہی تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا دونوں عمل خیر کررہے ہیں۔ لیکن خدا نے مجھ کو صرف معلم بناکر مبعوث کیا ہے یہ کہہ کر علمی حلقہ میں بیٹھ گئے۔(۱۰۶)

تربیت کے عناصرِ ترکیبی تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

محبت الٰہی:

راتوں کو سناٹے میں اٹھ کر آپ ﷺ کبھی دعا وزاری میں مصروف ہوتے، کبھی

قبرستان کی طرف نکل جاتے اور فرمایا کرتے تھے کہ نصف شب کے سکوت میں خدا سمائے دنیا پر نزول فرماتا ہے۔(۱۰۷) عبادت شبانہ کا خاتمہ صبح کی دو رکعتوں پر ہوتا تھا۔ جن کی نسبت آپ ﷺ کا ارشاد تھا کہ ''ان کے معاوضہ میں دنیا و مافیہا کی نعمتیں بھی میرے سامنے ہیچ ہیں۔(۱۰۸) ایک دفعہ ایک غزوہ میں کوئی عورت گرفتار ہوئی، اس کا بچہ گم تھا، محبت کا جوش تھا کہ کوئی بچہ مل جاتا تو وہ سینہ سے لگالیتی، اور اس کو دودھ پلاتی، آپ ﷺ نے دیکھا تو حاضرین سے مخاطب ہوکر فرمایا: کیا یہ ہوسکتا ہے کہ یہ عورت خود اپنے بچہ کو آگ میں ڈال دے''؟ لوگوں نے عرض کی ''ہرگز نہیں'' فرمایا: ''تو خدا کو اپنے بندوں سے اس سے زیادہ محبت ہے، جتنی اس کو اپنے بچہ سے ہے'' (۱۰۹) آپ ﷺ محبت الٰہی کے سامنے دنیا کی تمام محبتوں کو ہیچ سمجھتے تھے، وفات سے پانچ دن پہلے آپ ﷺ نے صحابہؓ کے مجمع میں ایک خطبہ دیا، اس میں فرمایا: ''میں خدا کے سامنے اس بات سے برأت کرتا ہوں کہ تم میں سے (یعنی انسانوں میں سے) کوئی میرا دوست ہو، کیونکہ اللہ نے مجھے اپنا دوست بنالیا، جس طرح ابراہیمؑ کو اس نے اپنا دوست بنالیا تھا، اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو دوست بناسکتا تو ابوبکرؓ کو بناتا'' وفات کے وقت زبان مبارک سے جو فقرہ بار بار ادا ہورہا تھا وہ یہ تھا: اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی اللہ صرف رفیق اعلیٰ مطلوب ہے یہ الفاظ سن کر حضرت عائشہؓ نے کہا: اب آپ ﷺ ہم لوگوں کو چھوڑ دیں گے۔(۱۱۰)

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ:

ایک دفعہ حرم میں بیٹھ کر کفار نے باہم مشورہ کیا کہ محمد ﷺ اب جیسے ہی یہاں قدم رکھیں ان کی بوٹی بوٹی اڑادی جائے (نعوذ باللہ)، حضرت فاطمہؓ ان کی یہ تقریر سن رہی تھیں، وہ روتی ہوئی آپ ﷺ کے پاس آئیں اور واقعہ عرض کیا۔ آپ ﷺ نے ان کو تسکین دی، اور وضو کے لئے پانی مانگا، وضو کر کے آپ ﷺ بے خطر حرم کی سمت روانہ ہوگئے۔ جب خاص صحن حرم میں پہنچے اور کفار کی نظر آپ ﷺ پر پڑی تو خود بخود ان کی نگاہیں جھک گئیں۔(۱۱۱) شب

ہجرت گھر کے چاروں طرف دشمنان قریش محاصرہ کیے ہوئے تھے، لیکن آپ ﷺ نے اذن الٰہی کے اعتماد پر ان تمام ناموافق حالات کی موجودگی میں گھر سے باہر قدم نکالا اس وقت سورہ یٰسین کی ابتدائی آیتیں زبان مبارک پر تھیں۔ جن میں نبوت کی اور اپنے راہ راست پر ہونے کی تصدیق ہے۔ مکہ سے نکل کر آپ ﷺ نے مع حضرت ابوبکر صدیقؓ کے غار ثور میں پناہ لی، قریش میں خون آشامی کے ساتھ اب اپنی ناکامی کا غصہ بھی تھا، اور اس لئے اس وقت ان کے انتقام کے جذبات میں غیر معمولی تلاطم ہوگا، وہ آپ ﷺ کے تعاقب میں نشان قدم کو دیکھتے ہوئے ٹھیک اسی غار کے پاس پہنچ گئے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس پرخطر حالت میں کسی کے حواس درست رہ سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے گھبرا کر عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ! دشمن اس قدر قریب ہیں کہ اگر ذرا نیچے جھک کر اپنے پاؤں کی طرف دیکھیں گے تو ہم پر نظر پڑے گی'' لیکن آپ ﷺ نے روحانیت کی پرسکون آواز میں فرمایا: ''ان دو کو کیا غم ہے جن کے ساتھ تیسرا خدا ہو۔'' (۱۱۲) پھر جیسا کہ قرآن کریم میں ہے فرمایا: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا، غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے۔ غزوۂ نجد سے واپسی میں آپ ﷺ نے ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا، یہاں بہت سے درختوں کے جھنڈ تھے۔ دوپہر کا وقت تھا، صحابہؓ درختوں کے سایہ میں اِدھر اُدھر سو رہے تھے۔ آپ ﷺ بھی ایک درخت کے نیچے تنہا...... استراحت فرما رہے تھے، آپ ﷺ کی تلوار ایک درخت سے لٹکی تھی، کہ ایک بدو جو شاید اسی موقع کی تاک میں تھا، چپکے سے آیا اور آپ ﷺ کی تلوار نیام سے باہر کی اور آپ ﷺ کے سامنے آیا کہ دفعتہً آپ ﷺ ہشیار ہوئے دیکھا کہ ایک بدو تیغ بکف کھڑا ہے۔ بدو نے پوچھا: ''اے محمد ﷺ! اب مجھ سے تم کو کون بچا سکتا ہے؟'' ایک پراطمینان صدا آئی ''اللہ''! ایک دفعہ ایک شخص گرفتار ہو کر پیش ہوا، کہ یہ آپ ﷺ پر حملہ کی گھات میں تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو چھوڑ دو کہ یہ قتل کرنا بھی چاہتا تو نہیں کر سکتا تھا''۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ میری حفاظت کا ذمہ دار کوئی اور ہے۔ خیبر میں جس یہودیہ نے آپ ﷺ کو زہر دیا تھا اس سے آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ: ''تم نے یہ حرکت کیوں کی؟'' اس نے جواب دیا کہ: ''آپ ﷺ کے قتل کرنے کے لئے''

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''خدا تم کو اس پر مسلط نہ کرتا۔''(۱۱۳)

صبر و شکر:

رنج وغم کس کی زندگی میں نہیں آتے، لیکن انسان کے روحانی کمال کا جوہر یہ ہے کہ ایک طرف حصول مقصد اور کامیابی کے نشہ میں سرشار اور از خود رفتہ نہ ہوتو دوسری طرف مصائب وآلام کی تلخی کو خندہ جبینی اور کشادہ دلی کے ساتھ گوارا کرلے اور یقین رکھے کہ انسان کا فرض صرف عمل ہے، کامیابی اور ناکامی کا سررشتہ کسی بالاتر ہستی کے ہاتھ میں ہے۔قرآن مجید نے اس آیت میں اسی نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔(ترجمہ): جتنی مصیبتیں زمین پر اور خود تم پر نازل ہوتی ہیں وہ ان کے وجود سے پہلے دیوان قضا میں لکھ دی گئی ہیں۔ یہ بات خدا کے لئے آسان ہے، یہ اس لئے کیا گیا ہے کہ تم ناکامی پر غم اور حصول مقصد پر فخر نہ کرو۔ خدا مغرور اور محارب کو دوست نہیں رکھتا۔(۱۱۴) مفتوح شہروں میں داخل ہوتے ہوئے دنیا کے ہر فاتح کا سر غرور ناز سے بلند ہوجاتا ہے۔لیکن مکہ وخیبر کا فاتح اس وقت بھی اپنا سر نیاز بارگاہ ایزدی میں جھکا کر شہر میں داخل ہوا۔ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ فتح مکہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذی طویٰ میں پہنچے اور دیکھا کہ خدا نے آپ ﷺ کو فتح کی عزت عطا کی ہے تو آپ ﷺ نے اپنی سواری پر توقف کیا تاکہ اپنا سر خدا کے سامنے جھکالیں۔ پھر یہاں تک آپ ﷺ جھکے کہ آپ ﷺ کی ٹھڈی قریب تھی کہ کجاوہ کی لکڑی سے لگ جائے۔(۱۱۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے عبادت اور تسبیح وتحلیل کیا کرتے تھے۔بعض صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! خدا تو آپ ﷺ کو بے گناہ اور معصوم بنا چکا، اب آپ ﷺ کیوں یہ زحمت اٹھاتے ہیں، ارشاد ہوا:

اَفَلاَ اَکُوْنَ عَبْداً شَکُوْراً (۱۱۶)

کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

یعنی یہ تسبیح وتحمید پہلے اس مرتبہ کے حصول کے لئے تھی تو اب اس مرتبہ کے عطیہ د

حصول پر شکر گزاری اور احسانمندی کے اعتراف میں ہے، دنیا کے اعاظم رجال جن کو روحانیت کا کوئی حصہ نہیں دیا گیا، اپنی ہر کامیابی کو اپنی قوت بازو، اپنے حسن تدبیر اور اپنے ذاتی رعب دواب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔لیکن مقربین الٰہی کی اصطلاح میں یہ تخیل شرک وکفر کے ہم پایہ ہے، ان کو ہر کامیابی اور مسرت کے واقعہ کے اندر قادر کل کا دست غیر موئی کام کرتا ہوا نظر آتا ہے، حدیث میں آیا ہے(۱۱۷) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی خوشی کی خبر آتی تھی تو خدا تعالیٰ کا شکرادا کرنے کے لئے آپ ﷺ فوراً سجدہ میں گر پڑتے تھے۔قبیلہ ہمدان کے اسلام لانے کی خبر جب آپ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے سجدۂ شکرادا کیا۔(۱۱۸) اسی طرح ایک دفعہ اور کسی بات پر آپ ﷺ کو خبر دی گئی تو آپ ﷺ فوراً سجدۂ الٰہی بجالائے۔(۱۱۹) وحی کے ذریعہ جب آپ ﷺ کو یہ معلوم ہوا کہ جو مجھ پر درود بھیجے گا اس پر خدا درود بھیجے گا تو اس رفع منزلت پر آپ ﷺ نے سجدۂ شکرادا کیا۔(۱۲۰) حضرت سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ طیبہ روانہ ہوئے اور راستے میں ایک مقام کے قریب پہنچے تو سواری سے اتر گئے، اور دیر تک اسی حالت میں پڑے رہے، پھر سر اٹھا کر بدستور دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے، اور پھر دیر تک سجدے میں رہے، اور اس کے بعد جبین نیاز خاک پر رکھی، اس دعا وسجود سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا: ”میں نے اپنی امت کی مغفرت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی جس کا ایک حصہ مقبول ہوا، میں شکر کے لئے سجدے میں گرا، پھر مزید درخواست کی، اللہ تعالیٰ نے وہ بھی قبول کی، میں سجدۂ شکر بجالایا اور پھر دعا کی، اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی درجہ قبولیت بخشا اور پھر میں سجدہ میں گر پڑا۔“(۱۲۱) صبر کا مفہوم بالکل شکر کے مخالف ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک میں یہ دونوں متضاد اوصاف ایک ساتھ جمع ہو گئے تھے۔اور آپ ﷺ کو عملاً دونوں کے اظہار کا موقع ملا۔حدیث شریف میں ہے ایک صحابی نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ: ”یارسول اللہ ﷺ! سب سے زیادہ مصیبت کس پر آتی ہے؟“ ارشاد ہوا کہ: ”پیغمبروں پر پھر اسی طرح درجہ بدرجہ لوگوں پر“۔(۱۲۲) واقعات بھی اس روایت کی تصدیق

کرتے ہیں، آپ ﷺ سردار انبیاء تھے، اس بنا پر دنیا کے شدائد و مصائب کا بار اس مقدس گروہ میں سب سے زیادہ آپ ﷺ کے دوش مبارک پر تھا، اسی لئے قرآن مجید میں بار بار آپ ﷺ کو صبر کی تلقین کی گئی ہے، سورۂ احقاف میں ہے:

وَاصْبِرْ لَمَا صَبَرَ اُولُوالْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (۱۲۳)

(اے پیغمبر!) جس طرح اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا تم بھی صبر کرو۔

مسلمانوں کے نظام تربیت پر غیر مسلم مفکرین کی آراء

مہاتما گاندھی:

میں نے پیغمبر اسلام اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کی زندگی کا مطالعہ کیا ہے۔ میں نے اسلام کے متعلق جس قدر بھی مطالعہ کیا ہے اس سے مجھے پختہ یقین ہوگیا ہے کہ اسلام کی ترقی و اشاعت میں تلوار ہرگز کام نہیں کر رہی تھی، بلکہ اس کی تعلیم اور تجربہ تھا، جس نے اس عہد کی زندگی میں اسلام کی ضرورت کو تسلیم کرالیا۔ سب سے زیادہ جس چیز نے اثر کیا وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ کس قدر سادگی ہے، اپنی ہستی کو خدا کی ہستی میں گم کر کے آپ نے کیسا عملی پروگرام دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اخلاق عامہ، ہمدردی، بنی نوع انسان، احباب و متعلقین کے ساتھ آپ کی گہری محبت و مودت، بے خوفی، خدا ترسی، بھروسا اور اپنا کامیاب مشن ایسی چیزیں تھیں جنہوں نے اسلام کو دنیا کی نظروں میں وقیع بنادیا اور پیغمبر اسلام کی خوبیوں اور کمالات و احسان کا ہر ایک قائل ہوگیا۔ صرف اور صرف یہی چیزیں تھیں نہ کہ شمشیر جس نے دنیا کی ہر مشکل پر عبور حاصل کر کے اسلام کا پرچم لہرادیا۔ ایک دفعہ ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ جنوبی افریقہ کے یورپین لوگ جنوبی افریقہ میں اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کے خیال اور تصور سے بہت خوف زدہ ہیں۔ اسلام وہ مذہب ہے جس نے دنیا کو تہذیب اور علمی کلچر کا نصب العین سمجھایا، جس نے اندلس و اسپین میں یورپی تمدن کو سنوارا، اور جس نے مراکش سے لے کر پیرس تک شمع علم روشن کر دی، اور جس نے سارے جہان کو اخوت اور بھائی

چارہ کی علمی تعلیم دی۔ کیا جنوبی افریقہ کے یورپین ایسے مذہب سے ڈرتے ہیں، ہاں ضرور ڈرتے ہوں گے، کیونکر ہاں کیونکہ انہیں یہ خدشہ ہے کہ اگر اس ملک میں اسلام پھیل گیا تو وہاں سیاہ فام آبادی گوری قوموں سے مساوات کی طلب ہوگی اور سفید فام لوگوں کی شہنشاہیت دب جائے گی، واقعی ان کا خوف بجا ہے، ان کو یقین ہے کہ اسلام رنگ ونسل کے امتیاز کو قطعی مٹادے گا، اور جنوبی افریقہ میں یورپین آبادی کے مظالم ختم ہو جائیں گے اور ہر جگہ باہمی مساوات واخوت کا دور دورہ ہو جائے گا، میں نے خود دیکھا ہے کہ اگر زولو (حبشی) عیسائی ہو جائے تو تب بھی وہ عیسائیوں کے ساتھ مل جل نہیں سکتا۔ نہ ان کے ساتھ کھا سکتا ہے، نہ عملی طور پر وہ مسیحی بھیڑوں کے گلے میں شامل ہوسکتا ہے، اس اچھوت پن کو عیسائیت دور نہیں کرسکتی، دور کرسکتا ہے تو صرف اسلام ہی دُور کرسکتا ہے، کیونکہ جوں ہی ایک حبشی یا کوئی اور کم درجہ کا آدمی مسلمان ہو جاتا ہے تو اس کی رفعت کہیں سے کہیں پہنچ جاتی وہ بڑے سے بڑے مسلمان کے ساتھ بیٹھ کر کھا سکتا ہے، اور عبادت کرسکتا ہے، اس کا نمونہ عیسائیت اور یورپین شہنشاہیت پیش کرنے سے قاصر ہے، اور اسی لئے جنوبی افریقہ میں یورپین آبادی اسلام کی اشاعت و ترقی سے لرزتی ہے مگر وہ کچھ نہیں کرسکتی۔ پیغمبر اسلام کی تعلیمات کا جلوہ تاریک براعظم (افریقہ) میں ضرور پہنچے گا۔ (۱۲۴)

مسٹر ایم ایس: (ہندو رہنما، کانگریسی لیڈر ممبر مرکزی اسمبلی):

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر خدا نے عرب کے بادیہ نشینوں کے سامنے جو قدیم زمانہ کے رسم ورواج کی تاریکی میں بھٹکے ہوئے تھے حق وصداقت اور ہدایت کی روشنی پیش کی، آپ ﷺ کی تعلیمات نے تمام قوم میں حیات تازہ پیدا کردی اور ان میں وہ مجاہد پیدا کئے جنہوں نے تمام دنیا میں اپنے مذہب کی تبلیغ کی۔ عہد حاضرہ کی انسانی تہذیب اور ترقی میں مسلمانوں کی مساعی کا بیشتر حصہ ہے، اسلام کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ وہ لغو توہمات اور بے کار رسوم کی بندشیں توڑنے میں کامیاب ہوا۔ اس نے انسان کو ان بوسیدہ رسوم اور روایات کی

زنجیروں سے آزاد کیا جنہوں نے انسانیت کو تباہ اور برباد کر دیا تھا اور پھر اسلام نے انسان کو اس کے حقیقی خالق سے روشناس کرایا۔(۱۲۵)

ٹیگور(ہندو مذہب کے بہت بڑے رہنما، شاعر):

اسلام دنیا کے چند عظیم الشان مذاہب میں سے ایک ہے۔ ہندوستان میں جو قومیں آباد ہیں، ان کے مابین مصالحت کی واحد امید اسی چیز پر منحصر نہیں ہے کہ وہ ذہانت کے ساتھ اپنے قومی مفاد کو حاصل کریں بلکہ روحانی فیضان کے اس ابدی سرچشمہ پر منحصر ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے حاملین صداقت کی ناقابل فنا اور امر یسرتوں سے ابلتا ہے جو خدا کے محبوب اور انسانوں سے محبت و الفت رکھنے والے اور اعلیٰ اخلاق و صفات کے مالک تھے۔(۱۲۶)

سوامی نرائن:

گیتا میں جیسا کہا گیا ہے کہ خرابیاں حد سے متجاوز ہو جاتی ہیں تو ان کے دور کرنے کے لئے سدھارکوں کا جنم ہوا کرتا ہے۔ اسی اصول کے ماتحت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صاحب کا جنم عرب میں ہوا اور انہوں نے اپنی زندگی کے ابتدائی حصہ کو نہایت ریاضت کے ساتھ ختم کر کے وہ قابلیت حاصل کر لی جو مروجہ خرابیوں کے دور کرنے کے لئے انہوں نے ہر مصیبت کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا اور بالآخر عرب کو ان سے پاک کر دیا۔ اور باتوں کے سوا اگر ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صاحب ایک اسی بات کو اپنے خیال میں رکھیں تو اسی ایک بات سے اُن کا درجہ دنیا کے بڑے سے بڑے آدمیوں کی صف میں اُن کا شمار کرانے کے لئے کافی تھا میں اسی لحاظ سے ان کی عزت کرتا ہوں۔(۱۲۷)

پروفیسر اندر جی(آریہ سماج کے رہنما، اخبار ارجن کے مالک):

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صاحب ایک ایشور داد کے زبردست پرچارک تھے۔ وہ سنسار کی سب سے بڑی پردل سچائی کے ایک پربھاؤ شالی وکیل تھے۔ منشیہ جاتی کے ایک بڑے حصہ پر اُن کے اپکار کا بوجھ ہے، جس منشہ کے ہردے میں آتمک داد کے لئے تھوڑی

بھی شردھا ہے جو کاہلی کے جیون کے اپکشاہ تجسوی جیون کو اودیک پرسن کرتا ہے وہ اسلام کے پرورتک کی اسمرتی میں بھگتی کے دو پھول چڑھائے بنا نہیں رہ سکتا۔(۱۲۸)

برنارڈ شاہ:

میں نے ہمیشہ محمد ﷺ کے مذہب کو بڑی قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا ہے، کیونکہ اس کے اندر حیرت انگیز زندگی پائی جاتی ہے۔ میرے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کے اندر ہر زمانہ کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ بلاشبہ دنیا کو چاہئے کہ میرے جیسے بڑے آدمیوں کی پیشین گوئیوں کی از حد قدر و منزلت کرے، چنانچہ محمد ﷺ کے مذہب کی نسبت میری پیشین گوئی یہ ہے کہ امروز فرد، میں یورپ اسی کو قبول کرے گا، اس وقت اس قبولیت کی ابتدا ہوگئی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا آدمی موجودہ دنیا کا ڈکٹیٹر بن جائے تو اسے موجودہ دنیا کی ان تمام الجھنوں کو سلجھادے میں ایسی کامیابی ہوگی کہ دنیا کو جس امن وشادمانی کی اس قدر ضرورت ہے وہ امن وشادمانی دنیا کو حاصل ہو جائے گی۔ دور حاضر کا یورپ تو بہت ہی ترقی کر گیا ہے لیکن انیسویں صدی میں یورپ نے اتنی ترقی حاصل نہیں کی تھی، اس وقت بھی یورپ کے اندر کارلائل اور گوئٹے اور گبن جیسے ایمان دار مفکرین موجود تھے، جنہوں نے محمد ﷺ کے مذہب کی حقیقی قدر و قیمت پہچان لی تھی اور اس لئے ان کے زمانے سے اسلام کے ساتھ یورپ کے طرز عمل میں ایک خوشگوار تبدیلی شروع ہوگئی تھی، مگر دور حاضر کے یورپ کو محمد ﷺ کے مذہب کے ساتھ زیادہ سے زیادہ نسبت ہوتی جارہی ہے۔ بیسویں صدی تک یورپ کے قدم اس معاملہ میں اور زیادہ بڑھ جائیں گے اور یورپ اپنی الجھنوں کو سلجھانے کے باب میں محمد ﷺ کے مذہب کی فائدہ رسانی کو محسوس کرے گا۔(۱۲۹)

لامارٹائن:

فلسفی، پیغمبر، قانون دان، فاتح، نظریات کو تبدیل کرنے اور علاقوں پر ہی نہیں دلوں کو

فتح کرنے والی عظیم شخصیات میں سے زیادہ عظیم یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت ہے۔(۱۳۰)

تھامس کیلے:

تاریخ میں ایسی مثال نہیں ملتی کہ ایک تنہا آدمی نے بگڑے ہوئے قبیلوں اور بدوؤں کی تہذیب کو بدل کر تہذیب یافتہ بنا دیا اور وہ بھی صرف ۲۰ سال کی مختصر مدت میں۔(۱۳۱)

ایڈورڈ گبن، سائمن او کلے:

محمد ﷺ ایک انسان تھے، انہوں نے بکھری ہوئی انسانیت کو متحد کیا اور انہیں نیکی اور سچائی کے ساتھ رہنے کا سبق سکھایا۔(۱۳۲)

مسز سروجنی نائڈو:

مذہب اسلام پہلا مذہب ہے جس نے جمہوریت کا سبق سکھایا، یہ سبق مساجد سے دن میں پانچ مرتبہ دہرایا جاتا ہے جس میں نوع انسانی کو فلاح کی طرف بلایا جاتا ہے۔ اسلام سب کو بھائی چارے کا سبق دیتا ہے۔(۱۳۳)

پروفیسر ہرگرونجی:

انجمن اقوام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنائی، یہ اسلام ہے جو پوری انسانیت کو متحد اور بھائی چارگی کا سبق دیتا ہے۔ دنیا کی اور کوئی قوم یا مذہب انسانیت کو وہ سبق نہ دے سکے جو تنہا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا۔(۱۳۴)

مغربی تعلیم وتربیت کے نقائص

آج دنیا میں مختلف نظریات اور اِزموں کی بھرمار نے فضا کو دھندلا دیا ہے۔ بے یقینی اور عدمِ اطمینان کی کیفیت نے انسان کا انسانیت پر اعتماد متزلزل کر دیا ہے۔ لوگ اور معاشرے غموں سے دل گرفتہ اور دکھوں سے آزردہ ہیں، جب کہ انسان ہر مادی آسائش کے

باوجود نا آسودہ ہے۔ گوہر مقصود مفقود، سچی خوشی کا حصول محال اور ایک لمحے کی طمانیت عنقا۔ ہر طرف دہشت ووحشت اور بے یقینی وبے اطمینانی ہے۔ قومیں قوموں سے، فرقے فرقوں سے، طبقے طبقوں سے دست وگریباں ہیں اور کش مکش ختم ہوتی نظر نہیں آتی۔ ہر شخص خودغرضی میں مبتلا ہے۔ نیکی، شرافت اور اخلاق نام کی کوئی چیز نہیں۔ آج انسان کی علمی سطح بہت بلند ہو چکی ہے۔ وہ بڑے بڑے خوش نما فلسفے گھڑتا ہے لیکن اس کی تمام تدبیریں ناکام ہو چکی ہیں، انسان کو اللہ کی ہدایت اور اس کے رسولوں کی رہنمائی کی ضرورت آج پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔ موجودہ دور کے انسان کی سب سے بڑی مشکل، متفقہ اقدار، کا نہ ہونا، جنہیں سب مل کر تسلیم کرسکیں اور جو انسانیت کے شیرازے کو مجتمع رکھ سکیں اور جو اخوتِ انسانی کا باعث ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں تصادم اور کش مکش کا ایک طوفان برپا ہے، اور اسے روکنے والا کوئی نہیں۔ یہ سب سے بڑی گتھی ہے، جس کے حل ہونے پر دوسری گتھیوں کے سلجھنے کا دارومدار ہے۔

۱۱ ستمبر کی ستم کاریوں کی کوئی انتہا نہیں ہے، اور امریکہ کی موجودہ قیادت اقتدار اور قوت کے نشے میں عالمی قانون اور روایات، اخلاق اور تہذیب کے تمام مسلمہ ضابطوں کو پارہ پارہ کر کے دنیا میں ظلم، تشدد اور دہشت گردی کا ایک طوفان برپا کر رہی ہے، لیکن اس کا ایک نہایت مکروہ اور خطرناک پہلو یہ ہے کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر دہشت گردی کی کسی متعین تعریف سے مکمل صرف نظر کر کے دنیا کو ایک نہ ختم ہونے والے تصادم، بے یقینی اور قتل وغارت گری کی جہنم میں دھکیل دیا گیا ہے اور ہر اختلاف، تظلم، ناانصافی اور سامراجی تسلط کے خلاف احتجاج، آزادی اور حقوق کی ہر جدوجہد پر دہشت گردی کا لیبل لگانے کا گھناؤنا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔(۱۳۵) دہشت گردی کی روک تھام کے لئے کوئی معاہدہ اس لئے طے نہیں پاسکا کہ سیاسی ترجیحات کے باعث اس کی تعریف مسائل کا شکار رہی۔ اگر ایک نقطہ نگاہ کے مطابق ایک شخص دہشت گرد ہے تو دوسرے نقطۂ نگاہ کے مطابق یہ شخص آزادی کی خاطر لڑنے والا ہے، اور یہی وجہ ہے بین الاقوامی قانون کے مطابق اس عمل کا احاطہ نہیں کیا

جاسکتا ہے۔(۱۳۶)

سائسرو Cicero سے لے کر جس نے کہا تھا: ''قتل کرنا ایک نیکی ہے'' یورپ میں ابتری پھیلانے والوں، روس میں بائیں بازو کے انقلابیوں تک اس نوعیت کے لٹریچر کی کوئی کمی نہیں۔(۱۳۷) گو حتمی تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ دہشت گردی کے دفاع میں یہ لٹریچر بھی فی الحقیقت ایک تدبیر سے زیادہ مقام نہیں رکھتا۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ان سارے علمی اور فلسفیانہ مباحث کا حاصل بھی اس سے مختلف نہیں۔ دہشت گردی بہ نفس نفیس نہ کسی مسئلے کا حتمی حل ہے اور نہ یہ کوئی مستقل نظریہ ہے۔(۱۳۸) دہشت گردی کی تشریح کے ضمن میں دہشت گردی کے خلاف جنگ کے مرتکب افراد اس کوشش میں ہیں کہ دہشت گردی کو محض ایک تدبیر کے بجائے ایک نظریہ یا اصول کے طور پر پیش کر کے اس مسئلے کو الجھا دیا جائے تا کہ دنیا کے سامنے اس کا کوئی واضح تصور نہ پیش کیا جاسکے وہ دہشت گردی کی جڑیں مسخ شدہ مذہبی رجحانات میں تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے سنگین نتائج برآمد ہو سکتے ہیں، کیونکہ اس کے سبب دہشت گردی کی حقیقی وجوہات اور اس کے وقوع اور بڑھاوے کا باعث بننے والے فیصلہ کن پالیسی امور کے بجائے اس کا رُخ اقدار کے مابین تنازعہ اور تہذیبوں کے ٹکراؤ کے خیالی تصورات کی طرف موڑا جاسکتا ہے۔ اس سلسلہ میں امریکہ کے نوقدامت پسند از خود صدر بش جو گل افشانیاں کر رہے ہیں وہ بڑی خطرناک اور دنیا کو نہ ختم ہونے والے تصادم اور تباہی کی طرف لے جانے والی ہیں۔ اس سلسلے میں evil ideology اور Islamo-fascism کی اصطلاح بڑے خطرناک نتائج کی حامل ہوسکتی ہے۔(۱۳۹)

ہن ٹنگٹن کے نظریے میں صرف ادھوری حقیقت بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بلاشبہ اسلام اور مغرب دو مختلف تہذیبوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔(۱۴۰) لیکن اس کی یہ بات انتہائی غلط اور گمراہ کن ہے کہ دونوں کو ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے اور ایک دوسرے کو نیست و نابود کرنے کے لئے آپس میں جنگ کرنی چاہئے۔(۱۴۱) ایک دوسرے سے مختلف ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ ایک دوسرے سے ضرور جنگ کی جائے۔ جھگڑا اور فساد تب پیدا ہوتا

ہے جب زیادہ طاقت ورفرد یا قوم، اپنی بالادست قوت کے ذریعے دوسروں پر اپنی اقتدار اور حکمرانی مسلط کرنے کا حق جتاتی ہے۔(۱۴۲) یہ صرف اپنی ثقافت کو تمام دنیا میں پھیلانے کے اسی مبینہ فرض کا شاخسانہ ہے جس کے باعث جھگڑا اور فساد پیدا ہوتا ہے ورنہ محض تنوع اور تکثیریت اس کا قطعاً باعث نہیں، اور یہ قوت کے ذریعے ایک ملک کی دوسروں پر بالادستی اور ایک تہذیب کے دوسری تہذیبوں پر غلبے کا فلسفہ اور پالیسی ہے۔(۱۴۳) جسے ہم ''تہذیبی دہست گردی'' ہی کہہ سکتے ہیں، جو موجودہ تصادم، بحران اور جھگڑے کی بنیاد ہے۔جس کے باعث افراد و اقوام جنگ، دہشت گرد کارروائیوں اور قتل عام کی طرف دھکیلی جا رہی ہیں۔(۱۴۴) اگر دیگر افراد اقوام کی روایات وعقائد کا احترام ایک اصول اور ضابطے کی شکل اختیار کر لے تو پھر اقوام کے درمیان معاہدہ برائے باہمی بقا، تعاون اور صحت مندانہ مسابقت پیدا ہو جائے گی اور انسانیت پھر دوبارہ سے زندہ ہو جائے۔(۱۴۵) اگر اس نظریے پر عمل کیا جائے یعنی دیگر افراد/ اقوام کے عقائد کا احترام نہ کہ بالادستی، تو پھر یہ دنیا یقینی طور پر امن و امان اور انصاف کی بستی بن سکتی ہے۔ پھر تہذیبوں کے مابین تصادم کے خدشات تحلیل ہو سکتے ہیں۔(۱۴۶) اور دہشت گردی کا پراسرار خوف زمین میں دفن ہوسکتا ہے۔(۱۴۷) کیا اب بھی وہ لمحہ اور وہ وقت تہیں آیا کہ جب دہشت گردی سے آگے کا سوچا اور اس کے لئے کوشش کی جائے؟ کیا انسان اس متبادل حل کو نظرانداز کرنے کا متحمل ہوسکتا ہے؟(۱۴۸)

دنیا میں ارب پتی افراد کی فہرست میں ۱۰۴ نئے ناموں کا اضافہ ہوا ہے۔اب یہ تعداد ۶۹۱ ہوگئی ہے۔ دنیا کے ۱۰ امیر ترین افراد میں بل گیٹس پہلے نمبر پر، وارن بفے دوسرے نمبر پر، بھارت کے لکشمی میتل تیسرے نمبر پر اور سعودی عرب کے الولید طلال السعود پانچویں نمبر پر آئے ہیں۔(۱۴۹) مذکورہ بالا پہلی رپورٹ کے مطابق امیر لوگوں کی تعداد میں اضافے کی رفتار سال کے مقابلے میں جنوبی کوریا میں ۲۳ فیصد، بھارت میں ۱۹،۳ فیصد، روس میں ۱۷،۴ فیصد سے بڑھ رہی ہے۔ انڈونیشیا، ہانگ، سعودی عرب، سنگاپور، متحدہ عرب امارات اور برازیل میں یہ تعداد دوگنی ہو رہی ہے، جب کہ چین میں اس کی رفتار ۶،۸ فیصد ہے۔ان

رپورٹوں کے مطالعے سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ماضی قریب میں جہاں جہاں کمیونزم اپنی پوری شان وشوکت سے قائم تھا، اب وہاں کے عوام بھی حصولِ دولت کی دوڑ میں شامل ہو گئے ہیں، چین کی پارلیمانی ۱۹۴۹ء کے انقلاب کے بعد اب مارچ ۲۰۰۴ء میں اپنے آئین میں انتہائی اہم ترمیم کے ذریعے ملک میں پہلی بار نجی ملکیت کے تحفظ سے متعلق ایک قانون کی منظوری دی ہے۔ اس ترمیم کے ذریعے چین نے کمیونزم کی اس بنیادی شق کو ترک کر دیا ہے کہ پیداوار کے ذرائع عوام کی ملکیت ہوں گے، اس اجلاس میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ کرپشن چین کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ (۱۵۰)

اس وقت دنیا میں سرمایہ دارانہ نظام اپنے پورے عروج پر نظر آ رہا ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں۔ یہ نظام انتہائی تیزی سے اپنی جڑیں مضبوط کرتا جا رہا ہے۔ امریکہ کی دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ درحقیقت کارپوریٹ عالم گیریت کو ترقی دینے کے لئے ہے اور آزادانہ تجارت اس جنگ ہی کا ایک ہتھیار ہے۔ یہ لکھتی ہیں کہ صدر بش اور ڈک چینی کی پہلی انتخابی مہم کے دوران یعنی ۲۰۰۰ء کے امریکی انتخابات میں ان کو اپنے مدمقابل امیدوار سے ۱۳ گنا زیادہ سرمایہ تیل وگیس کی کثیر قومی کمپنیوں نے فراہم کیا تھا، جب کہ ۲۰۰۴ء کے صدارتی الیکشن میں ان کو مدمقابل سے دگنے سے زیادہ فنڈ ملے۔ صدر بش کی پالیسیوں کی وجہ سے امریکہ کی ۲۹ بڑی تیل کمپنیوں نے ۲۰۰۳ء میں ۴۳ ارب ڈالر، جب کہ ۲۰۰۴ء میں ۶۸ ارب ڈالر کا منافع کمایا ہے۔ امریکہ اپنے اس سرمایہ دارانہ نظام کو بڑھانے کے لئے مشرقِ وسطیٰ کے تیل وگیس پر اپنی کمپنیوں کے ذریعے کنٹرول کر کے وہاں کی مارکیٹوں میں امریکی مصنوعات کو فروغ دینا چاہتا ہے۔ اس سلسلے میں امریکہ (مڈل ایسٹ فری ٹریڈ ایریا) کے نام سے ایک آزادانہ تجارت کا زون قائم کر رہا ہے۔ امریکہ چاہتا ہے کہ ایران کو بھی اس میں شامل کر لیا جائے تا کہ وہاں کے وسائل تک بھی اس کی دوبارہ رسائی ممکن ہوسکے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ امریکہ عسکری اور معاشی غلبہ حاصل کرے جس سے دنیا میں امن قائم رکھا جا سکے۔ (۱۵۱)

''بش اور بلیئر وہ لوگ ہیں جو صرف اور صرف دنیا کے وسائل پر قابض ہونا چاہتے ہیں۔ان کو اس کی کوئی پروا نہیں کہ اس راہ میں کتنے معصوم لوگ مارے جاتے ہیں'' اس تقریر کے دوران پنٹر نے مطالبہ کیا تھا کہ بش اور بلیئر پر جنگ میں جھوٹ کا پلندا پھیلانے کے جرم میں عالمی جرائم کی عدالت میں مقدمہ چلانا چاہئے۔اسی طرح ایک ''چالیس سولیوان'' نامی امریکی صحافی نے لکھا ہے کہ ''جب بش یا کوئی سرمایہ دار یہ کہتا ہے کہ دنیا میں آزادی ہونی چاہئے'' تو اس کا مطلب ومعنی وہ نہیں ہوتے جو ہمارے ذہنوں میں آتے ہیں، بلکہ انکا مطلب یہ ہے کہ تجارت، مارکیٹ اور اس قرح کی پیداوار کے تمام وسائل کی خرید وفروخت پر کوئی پابندی نہیں ہونی چاہئے تاکہ یہ تمام وسائل وہ اس کی قیمت لگا کر اپنے سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں اور ان کی گرفت میں لے ائیں۔'' (۱۵۲)

آج کے دور میں تیل کا دوسرا نام دولت ہے۔یہی وجہ ہے کہ دنیا میں جہاں تیل کے ذخائر ہیں وہاں امریکی افواج بھی موجود ہیں۔اپ نائیجیریا ہی کی مثال لے لیں۔وہاں تو کوئی القاعدہ یا اسلامی تنظیم نہیں جس سے امریکہ کو بزعم خود اپنی سلیت کا خطرہ لاحق ہو لیکن وہاں بھی امریکی افواج موجود ہیں۔(۱۵۳) گارڈین اخبار کے نمائندے کو بتایا کہ ان کی خلیج گنی میں موجودگی کی اصل وجہ یہ ہے یہاں کے تیل کے ذخائر کو یہاں کی غریب انتہا پسند آبادی سے بچایا جائے۔(۱۵۴) اس کے مطابق ۱۹۹۰ء میں امریکہ اپنی روزانہ تیل کی ۵/۱ فیصد ضرورت اسی تیل سے پوری کرتا رہا ہے۔نائجیریا ہر سال تقریباً ۳۰ بلین ڈالرز کا تیل فروخت کرتا ہے۔اس میں سے ۱۰ بلین ڈالر سیدھے وہاں کے فوجی جنرل کے اس کھاتے میں چلے جاتے ہیں جو مغربی ممالک کے بینکوں میں ہے اور یہ بینک اس سرمایے سے، جو چوری اور کرپشن کا ہے، نہ جانے کتنا منافع کماتے ہیں۔نائجیریا کے حکومتی اہل کار وہاں مغربی وامریکی تیل کمپنیوں سے براہ راست رابطہ رکھتے ہیں، اور جہاں بھی وہاں کی مقامی آبادی اپنے حقوق کے لئے کھڑی ہوتی ہے، اُسے سختی کے ساتھ کچل دیا جاتا ہے۔مثلاً جولائی ۱۹۹۳ء میں تیل کے علاقے میں ۱۳۲ نہتے بچوں، عورتوں اور مردوں کو بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا گیا کیوں کہ وہ

اپنی سرزمین سے پیدا ہونے والے تیل کی قیمت سے دو وقت کی روٹی کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اسی طرح اگست میں ۲۴۷ معصوم لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ ستمبر میں ہزاروں انسانوں کا قتل کیا گیا۔ وہاں موجود امریکی اور مغربی تیل کمپنیاں وہاں کی حکومت کو عوامی جدوجہد کچلنے کے لئے ہر بیرل پر ایک ڈالر ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ وہاں کے ایک بڑے عوامی لیڈر کین سارو دائیوا کو صرف اس لئے پھانسی دے دی گئی کہ وہ چاہتا تھا کہ تیل کے علاقے میں رہائش پذیر عوام کو ان کا کچھ حصہ دیا جائے تا کہ وہ اپنی غربت کی زندگی میں کچھ اسانی پیدا کرسکیں۔ اس لیڈر کی سزا پر نیلسن منڈیلا نے امریکہ سے مطالبہ کیا کہ وہ نائجیریا پر اقتصادی پابندیاں لگادیں۔ لیکن امریکہ نے صرف ایک بیان جاری کیا کہ وہ اس کی سخت مذمت کرتا ہے۔ (۱۵۵) امریکہ تیل کی خرید کے بدلے انسانوں کا خون خرید رہا ہے۔ اس پورے باب میں تیل کے حصول کے سلسلے میں جو انسانوں کا خون خریدار رہا ہے۔ اس پورے باب میں تیل کے حصول کے سلسلے میں جو انسانوں پر ظلم ہو رہا ہے اس کی داستان پڑھ کر انسان چیخ اٹھتا ہے، لیکن یہ سرمایہ دارانہ نظام کا بنیادی نکتہ ہے کہ پیداوار کے وسائل کو حصال کرو چاہے اس کی راہ میں کتنے ہی لوگ کیوں نہ مارے جائیں۔ (۱۵۶)

ورلڈ فوڈ پروگرام اور فوڈ ایڈ کی رپورٹوں کے مطابق ۱۹۶۰ء کے عشرے سے لے کر اب تک دنیا میں اتنی خوراک پیدا ہو رہی ہے کہ یہ اس کرۂ ارض کے تمام انسانوں کے لئے وافر ہے، لیکن اس کی غلط تقسیم اور وقت پر ضرورت مندوں کو اس کی رسائی جیسے مسائل کی وجہ سے اس دنیا میں ۸ کروڑ ۵۰ لاکھ انسان فاقے کا شکار ہیں۔ ان میں سے تین کروڑ تعداد بچوں کی ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس زمین پر ہر ساتواں انسان بھوکا رہتا ہے۔ بھوکے بچوں کی آبادی دنیا میں امریکہ کی پوری آبادی سے زیادہ ہے۔ اس خوبصورت دنیا میں ہر چار سکینڈ کے بعد ایک انسان بھوک کی وجہ سے مر رہا ہے۔ روزانہ ۲۵ ہزار انسان بھوک سے مر جاتے ہیں۔ ان میں ۱۸ ہزار معصوم بچے ہوتے ہیں۔ ہر سال ۹۰ لاکھ انسان خوراک کی قلت کی وجہ سے مر رہے ہیں۔ ۱۰ مرنے والوں میں ۹ مرنے والوں کی خبر کسی کو نہیں ہوتی۔ اس وقت بھوک دنیا کی سب

سے بڑی بیماری ہے جس نے مرنے والوں کی تعداد ایڈز، ملیریا یا کینسر کی بیماریوں سے مرنے والوں کی تعداد سے کہیں زیادہ ہے۔(۱۵۷) دنیا کے ۵۴ ممالک ایسے ہیں جو اپنی آبادی کو پوری خوراک مہیا کرنے سے قاصر ہیں، اس لئے کہ وہاں پر خوراک پیدا نہیں کی جاسکتی کہ وہاں پانی کے وسائل میں کمی ہے یا وہاں غریب عوام کے پاس اتنی رقم نہیں کہ وہ بیج خرید سکیں یا وہاں امن وامان کی صورت حال خطرناک ہے، یا وہاں خشک سالی کا مسئلہ ہے یا ان ممالک کے آمر حکمرانوں کی حکمت عملی غلط ہے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ ان تمام ممالک کے پاس اپنی ضرورت کی خوراک پیدا کرنے کے تمام وسائل موجود ہیں۔ اب پاشی کے نقام سے حاصل ہونے والی خوراک دنیا کی ۴۰ فیصد ہے، جب کہ اس کا رقبہ صرف ۱۷ فیصد ہے۔ دوسرے الفاظ میں اگر یہ ممالک اپنے مسائل کو حل کرلیں تو دنیا میں غربت کا خاتمہ ممکن ہے۔ دنیا کے غریب اور بھوکے عوام اپنی آمدنی کا ۷۰ فیصد صرف غذائی اجناس خریدنے میں صرف کرتے ہیں، جب کہ امریکہ میں ہر سال ۳۳ بلین دالر صرف خوراک اور وزن کم کرنے والی ادویات پر خرچ کیا جاتا ہے، ورلڈفوڈ پروگرام کی رپورٹ کے مطابق ۲۰۱۵ء تک بھوک و افلاس کو آدھا کرنے کے لئے صرف ۱۲۰ بلین ڈالر کی ضرورت ہے، جب کہ ترقی یافتہ ممالک ہر سال ۳۰۰ بلین ڈالر اپنے کسانوں کو زرتلافی کی مد میں ادا کرتے ہیں۔ اگر اس رقم کا ایک ہفتے کا خرچ فوڈ پروگرام کو دے دیا جائے تو ایک سال کے لئے دنیا کے بھوکے انسانوں کو کھانے کے لئے غذا مہیا کی جاسکتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہ ۹۰ لاکھ انسانوں کو ایک سال کی زندگی دی جاسکتی ہے۔ ترقی یافتہ ممالک۔ کے عوام اوسطاً ہر روز اپنی غذا پر ۱۰ دالر خرچ کرتے ہیں، جبکہ دنیا میں بھوکے انسانوں کو اپنی روٹی کے لئے صرف ۳۰ سینٹ چاہئیں۔(۱۵۸) ماضی قریب میں سرمایہ دارانہ نقام کو کمیونزم اور سوشلزم سے خطرہ تھا، لہٰذا اُس وقت تک سرمایہ دار کچھ نہ کچھ غریب عوام کا خیال کرتے تھے تاکہ ان کے اپنے ممالک میں کمیونزم اور سوشلزم نہ آجائے۔ اب جب کہ سرمایہ دارانہ نظام نے دنیا پر اپنی گرفت مضبوط کرنا شروع کی ہے، اس وقت سے خوراک کے عالمی پروگرام کی امداد میں بھی کمی

ہونا شروع ہوگئی ہے۔ ورلڈفوڈ پروگرام کی رپورٹ کے مطابق اس ادارے کو ۱۹۹۹ء میں ۱۵ ملین ٹن خوراک مدد میں ملی تھی جوکہ ۲۰۰۴ء میں صرف ۵ء۷ ملین رہ گئی ہے، یعنی اس میں نصف کی کمی واقع ہوئی ہے۔ ۱۹۹۱ء میں اسے ایک بلین ڈالر کی امداد ملی تھی جوکہ ۲۰۰۳ء میں صرف ۲۴۴ ملین ڈالر رہ گئی ہے۔ ۲۰۰۴ء میں ورلڈفوڈ پروگرام نے دوتہائی خوراک ترقی یافتہ ممالک سے خریدی تھی۔ (۱۵۹)

بھارتی میگزین فرنٹ لائن کے مطابق بھارت کے دارالحکومت دہلی میں کم ازکم ایک لاکھ ۴۰ ہزار بچے، عورتیں اور مرد سڑکوں پر اپنی زندگی بسر کررہے ہیں۔ ان میں سے متعدد رات کو سردی کی وجہ سے دم توڑ جاتے ہیں۔ ۲۰۰۱ء کی مردم شماری کے مطابق پورے بھارت میں ۷ کروڑ ۸۰ لاکھ انسان سڑکوں پر زندگی بسر کررہے ہیں۔ اقوام متحدہ کی آبادی کے بارے میں ایک رپورٹ کے مطابق بھارت میں ۸۱ فیصد لوگ ۲ ڈالر سے بھی کم آمدنی پر روزانہ اپنی زندگی بسر کررہے ہیں، جب کہ بھارت میں آپ کو اربوں روپوں سے بنے گھر بھی نظر آئیں گے۔ ٹائم میگزین کی ایک رپورٹ کے مطابق بھارت کے ایک شہر ممبئی میں ۱۳۰۰/ افراد کے لئے صرف ایک بس ہے۔ ایک ہزار کاروں کے لئے پارکنگ کی صرف دو جگہیں ہیں۔ ۲۷ لاکھ انسانوں کے لئے صرف ایک رفاہی اسپتال ہے۔ اس شہر میں ۱۷۵۰/ افراد کی گنجائش والی ریل گاڑی میں تقریباً ۴۵۰۰ افراد سفر کرتے ہیں۔ ہر سال ۳۵۰۰ افراد اس سفر کے دوران کسی نہ کسی حادثے کی وجہ سے اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ ایک تہائی آبادی کے پاس پینے کے لئے صاف پانی موجود نہیں، جب کہ ۲۰ لاکھ سے زیادہ انسانوں کو بیت الخلاء کی سہولت نہیں۔ (۱۶۰)

امریکی معاشرے کی تعلیم وتربیت کے اثرات:

امریکہ کے ایک شہر لاس اینجلس میں ہر رات ۹۱ ہزار غریب لوگ اس شہر کی سڑکوں پر اپنی زندگی بسر کررہے ہیں۔ ان میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہیں۔ ان رپورٹوں کو پڑھنے کے بعد یہ بات کھل کر سامنے آرہی ہے کہ دنیا میں امیر وغریب کے درمیان فرق بڑی تیزی

سے بڑھ رہا ہے۔ دوسرے الفاظ میں امیروں کی تعداد میں سیکڑوں کے حساب سے، جب کہ غریبوں کی تعداد میں لاکھ کے حساب سے اضافہ ہو رہا ہے۔(۱۶۱) گزشتہ صدی کے آغاز پر دنیا کے امیر ترین ۱۰ ممالک دنیا کے غریب ترین ۱۰ ممالک سے صرف ۳۰ گنا زیادہ امیر تھے، جب کہ ۱۹۶۰ء میں امیر ترین ممالک اپنے مدمقابل غریب ترین ممالک سے ۱۳۱ گنا زیادہ امیر ہیں۔ اس کے خیال کے مطابق نئی ہزاریے (میلینیم) میں کرۂ ارض کو سب سے بڑا چیلنج امیر اور غریب عوام میں بڑھتا ہوا فرق ہے۔ ان دونوں کے درمیان بے پناہ عدم مساوات ہے، جب کہ ان کا درمیانی فاصلہ تیزی سے بڑھتا جا رہا ہے۔ اس کی مثال اس طرح دیتے ہیں کہ امریکہ میں اوسط خاندانی سالانہ آمدنی ۵۵ ہزار ڈالر ہے، جب کہ اس کے مقابلے میں دنیا کی آدھی سے زیادہ آبادی کو روزانہ ۲ ڈالر سے بھی کم پر زندگی گزارنا پڑتی ہے۔ گویا دنیا کے ایک ارب ۲۰ کروڑ انسان صرف ایک ڈالر روزانہ پر گزارا کرنے پر مجبور ہیں، یعنی صرف ایک ڈالر کھانے، رہائش اور لباس کے لئے۔ حفظانِ صحت اور تعلیم کے لئے کیا باقی رہ جاتا ہے۔ ان حالات میں انسان کی عزتِ نفس یا روشن مستقبل کی اُمید کا باقی رہنا تو مشکل ہوگا۔ ان کے مطابق امریکہ کا پورا معاشرہ تقسیم در تقسیم ہوتا جا رہا ہے اور یہ تقسیم کالے، گورے یا ہسپانوی کے درمیان نہیں بلکہ یہ تقسیم امیر اور غریب کے درمیان ہے۔(۱۶۲)

محسن انسانیت ﷺ کے نظامِ تعلیم وتربیت میں دنیا کے مسائل کا حل موجود ہے

آج دنیا میں ''اخوت انسانی'' کا فقدان ہے، اور یہی سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ انسانی اخوت اس وقت تک ممکن نہیں جب تک تمام انسانوں کے مابین کوئی قدرِ مشترک نہ دریافت کرلی جائے، انسانی معاشروں کے مابین کسی ''قدرِ مشترک'' کے حصول کے لئے سب سے بڑی بنیاد توحید ہے۔ اشتراکِ عقیدہ کے لئے توحید پر اتفاق نہایت ضروری ہے، یعنی انسان اللہ کی چوکھت کے سوا کسی انسانی بارگاہ پر، خواہ وہ دنیاوی اعتبار سے کتنی ہی معتبر اور مقتدر کیوں

نہ ہو، اپنی جبین نیاز نہ جھکائے۔ یہی وہ پیغام ہے جو سورۂ آلِ عمران میں دیا گیا ہے:

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْاْ إِلَى كَلَمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئاً وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضاً أَرْبَاباً مِّن دُونِ اللّهِ (۶۴:۳)

اے نبی ﷺ، کہو اے اہل کتاب، آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنالے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آواز اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت کے ساتھ بلند ہوئی۔ رحمت الٰہی کا فیضان عام ہوا، وحدانیت کی برکات ارزاں ہوئیں۔ بے چین اور آوارۂ و سرگرداں دنیا کو پیامِ امن وراحت اور انسانی قافلوں کو پرچم رسالت کے سائے میں جگہ میسر آئی۔ یہ دعوت کسی خاص قوم وگروہ، خطے یا علاقے تک محدود نہیں تھی، بلکہ اس کی برکتیں اور رحمتیں تمام بنی نوع انسان کے لئے تھیں۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعاً الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ لا إِلَـهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِـي وَيُمِيتُ فَآمِنُواْ بِاللّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ○ (۱۵۸:۷)

اے محمد (ﷺ) کہو کہ اے انسانو! میں تم سب کی طرف اُس اللہ کا پیغمبر ہوں جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، اس کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے، وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبی اُمی (ﷺ) پر جو اللہ اور اس کے ارشادات

کو مانتا ہے، اور پیروی اختیار کرو اُس کی، امید ہے کہ تم راہِ راست پالو گے۔

گویا اس آیت میں حسب ذیل نکات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی دعوت پوری حقیقت کے ساتھ واضح کردی گئی ہے۔ا۔ یہ تعلیمات یکساں طور پر تمام نوع انسانی کے لئے ہے۔(١٦٥) ٢۔ یہ ایک اللہ کے آگے سب کے سروں کو جھکا ہوا دیکھنا چاہتی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔(١٦٦) ٣۔ایمان باللہ وکلماتہٖ اس کا شعار ہے،(١٦٧) یعنی اللہ پر اور اس کے کلمات وحی پر ایمان لازمی ہے۔ (١٦٨) آپ ﷺ نے اپنے مخاطبین سے نزاع یا افتراق پیدا کرنے کے بجائے اس بات کی کوشش فرمائی کہ جن اصولوں پر اشتراک واتحاد ہے اس کے مشترکہ پہلوؤں کو استدلال کے ذریعے واضح کردیا جائے تا کہ مخاطب داعیِ حق کی بات سننے کی طرف راغب ہو۔(١٦٩) اس میں ضد اور ہٹ دھرمی کا مادہ کم سے کم پیدا ہو اور پھر اس کے سامنے ان نتائج کو رکھا جائے جو اس کے اپنے اقرار کردہ اصولوں سے لازمی طور پر نکلتے ہیں تا کہ وہ ان کو اپنی بات سمجھ کر قبول کرنے کی طرف مائل ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت فرمائی:

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ (١٧٠)

اہل کتاب سے بحث نہ کرو۔

بہرصورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور عہدِ قدیم کی دیگر اقوام کے درمیان ''قدرِ مشترک'' کو تلاش فرمایا اور اس کو بنائے بحث واستدلال بنایا۔نوعِ انسانی اپنے ظاہری اختلافات کے لحاظ سے کتنی ہی متفرق اور پراگندا کیوں نہ نظر آئے لیکن اس کے اس تفرق اور دُوری کی تہہ میں بے شمار اصول وقواعد ایسے بھی ہیں جن پر سب متحد ہو سکتے ہیں۔ افاق کے قوانین وضوابط، فطرت کے مظاہر، تاریخ کے مسلمات اور بنیادی اخلاقیات میں سے بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن میں شرق وغرب اور عرب وعجم سب ایک ہی نقطۂ نظر رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرزِ استدلال اور طریق دعوت کا نتیجہ یہ بھی نکلا کہ جو لوگ ایمان قبول

کرتے گئے ان کو ذہنی وفکری طور پر مزید اطمینان حاصل ہوا اور وہ اس پر پوری طرح جم گئے، اور معاشرے کا وہ طبقہ جو شک و تذبذب اور شبہات و احتمالات کا شکار تھا اور قبولِ حق میں چند رکاوٹوں کے سبب ہچکچا رہا تھا، اس طرزِ استدلال سے مطمئن ہو گیا۔(۱۷۱) ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گتھی کو انتہائی خوش اسلوبی سے سلجھایا ہے۔ آپ ﷺ نے رہتی دنیا تک کے انسانوں کے سامنے یگانگت، ہم آہنگی اور اتحادِ عالم کے تصورات ان دلائل کی روشنی میں رکھے کہ دنیا کے انسان جو کبھی پیدا ہوئے تھے، جو آج موجود ہیں، اور جو آئندہ رہتی دنیا تک پیدا ہوں گے، ان کا پیدا کرنے والا، پالنے والا، ان کی زندگی و موت کا مالک، ان کے لئے زندگی کا تمام سامان بہم پہنچانے والا، انہیں جسمانی، ذہنی، روحانی، ہر قسم کی قوت بخشنے والا، صرف اللہ ہے۔ اسی نے اس ساری کائنات کو پیدا کیا ہے اور وہی اس نظامِ عالم کا نگران اور مدبر و منتظم ہے۔ وہی تمام انسانوں کا مالک اور آقا ہے اور وہی ان کا حقیقی فرماں روا ہے۔ نبی ﷺ اللہ کی جو کتاب انسانوں کی ہدایت کے لئے لائے اس کی ابتداء اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (۱۷۲) "شکر و ستائش اللہ کے لئے ہے جو ساری کائنات کا مالک اور پروردگار ہے"۔ سے ہوتی ہے۔ اور

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ مَلِكِ النَّاسِ ○ إِلَٰهِ النَّاسِ ○ (۱۷۳)

کہہ دیجئے میں پناہ چاہتا ہوں تمام انسانوں کے پروردگار کی، تمام انسانوں کے بادشاہ کی اور تمام انسانوں کے معبود کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کو بندگی کی دعوت دی۔ دنیا کو ساری بندگیوں اور غلامیوں سے نجات دی، زندگی کی حقیقی نعمتیں جن سے انسانوں نے خود اپنے آپ کو محروم کر لیا تھا دوبارہ عطا کیں، وہ طوق سلاسل انسانوں کے گلوں سے اتارے جو خود انہوں نے پہن رکھے تھے۔

يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ

وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ (۱۷۴)

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ برائی سے روکتے ہیں۔ پسندیدہ چیزیں حلال کرتے ہیں، گندی چیزیں حرام ٹھہراتے ہیں۔ اس بوجھ سے نجات دلاتے ہیں جس کے تلے وہ دبے ہوئے تھے، اُن پھندوں سے نکالتے ہیں جوان پر پڑے ہوئے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت نے انسانیت کو نئی زندگی، نئی روشنی، نئی طاقت، نئی حرارت، نیا ایمان، نیا یقین اور نئی تہذیب عطا کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے دنیا کی نئی تاریخ اور انسانیت کے کام کی عمر شروع ہوتی ہے کہ خودفراموشی میں جو زمانہ گزرا وہ اعتبار کے قابل نہیں اور بنیا دونابینا اور زندہ ومردہ ایک پلڑے میں نہیں رکھے جاسکتے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ○ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ ○ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ○ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ ○ (۱۷۵)

اور برابر نہیں اندھا اور آنکھوں والا اور نہ تاریکی اور نہ اجالا، اور نہ چھاؤں اور نہ دھوپ اور زندہ آدمی اور مردہ برابر نہیں ہوسکتے۔

دنیا کا ہر متمدن انسان، فطرتاً مکاہیت پسند، پرسکون اور خوش گوار زندگی کا خواہاں ہے۔ دہشت و بربریت اور بدامنی و بے چینی سے اس کی طبیعت ابا کرتی ہے۔ مذہب اسلام، انسان کی اس فطری ضرورت کا بہرصورت پاس ولحاظ رکھتا ہے اور اسے ایک ایسا نظام حیات عطا کرتا ہے جس کے اصول ومبادی، اوامر ونواہی اور احکام ومسائل امن وسلامتی کی حسین

لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔ کیونکہ یہ جس ذاتِ عالی کا نازل کردہ دستورِ حیات ہے اس کی ایک صفت ''اسلام'' یعنی مرجع امن وسلام بھی بیان ہوئی ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ۝(۱۷۶)

اسلامی تصورِ امن کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر انسان کی جان اور خون کو محترم قرار دیتا ہے۔ اس کی نگاہ میں قتل ناحق سب سے بڑا گناہ ہے۔ حتیٰ کہ وہ کسی ایک انسان کے قتل کو ساری انسانیت کا قتل تصور کرتا ہے۔

اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّیِّبٰتُ وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَا اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ وَلَا مُتَّخِذِیْ اَخْدَانٍ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۝(۱۷۷)

آج تمہارے لئے سب پاکیزہ چیزیں حلال کردی گئی ہیں اور اہل کتاب کا کھانا یعنی ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا یعنی ذبیحہ اُن کے لئے حلال ہے اور پاک دامن عورتیں جو مسلمان ہوں اور وہ پاک دامن عورتیں جوان کو حبالہ نکاح میں لانے والے ہو عالانیہ، بدکاری کرنے والے نہ ہوا اور نہ خفیہ آشنائی کرنا مقصود ہو، اور جو شخص ایمان کے احکام کا انکار کرے تو یقیناً اس کے سب نیک اعمال برباد ہو جائیں گے اور وہ آخرت میں سخت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

کوئی شخص محض عقیدہ، زبان اور قومیت کی بنیاد پر حق زیست سے محروم نہیں ہوسکتا۔ اسلام مخلوط سوسائٹی میں پر امن بقائے باہم کا نظریہ ہی نہیں پیش کرتا، بلکہ وہ عملاً اس کے استحکام کے لئے بھی کوشش کرتا ہے۔ وہ جہاں یہ حکم دیتا ہے کہ اپنے غیر مسلم بھائیوں سے خندہ پیشانی سے ملو اور ان کے سلام کا گرم جوشی سے جواب دو:

وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا ۝ (۱۷۸)

اور جب تم کو کوئی سلامتی کی دعا دے، یعنی سلام علیک کرے تو تم اس سے بہتر الفاظ میں سلام کا جواب دو یا کم از کم انہی الفاظ کے ساتھ دعا دو جو پہلے شخص نے کہے تھے۔

وہاں فرقہ وارانہ ہم آہنگی برقرار رکھنے کے لئے ہر مذہب کے مذہبی رہنماؤں کی تکریم بھی سکھاتا ہے۔ عام طور پر جب لوگ لفظ امن بولتے یا لکھتے ہیں تو اس کا سیدھا سادا مفہوم عدم جنگ لیتے ہیں۔ یہ امن کا منفی تعریف ہوتی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے معنی جنگ کے علاوہ کچھ اور ہیں جو اس کے مثبت کردار کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو جنگ کی طرح وقوع پذیر نہیں ہوتا اور یہ امن ایسے حالات کا نام ہے جس میں جماعت یا ملکوں کے درمیان احترام باہم اور صحیح معنوں میں باہم سرگرم تعاون کی فضا پائی جاتی ہو اور پھر یہ بڑھ کر بالآخر پوری دنیا کو اپنے دامن میں سمیٹ لے۔ (۱۷۹) کیونکہ انسان جب متعدد معبودوں کی پرستش کے باوجود بھی، روحانی امن وسکون سے محروم رہتا ہے تو اسلام کا نظریہ توحید اسے تسلی دیتا ہے کہ:

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ ۝ (۱۸۰)

جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان میں شرک کی آمیزش نہیں تو ایسے ہی لوگ پر امن ہیں اور یہی لوگ راہ یافتہ ہیں۔

یعنی امن وسکون تو اہل توحید کے لئے مقدر ہے۔ جب اسے دوسروں کے عیش، وطعم کے مقابلے میں اپنی بدحالی دیکھ کر پریشانی لاحق ہوتی ہے تو عقیدۂ قضا وقدر اس کے لئے

سامانِ تسکین ثابت ہوتا ہے۔ جب وہ بے راہ رو ہونے لگتا ہے تو عقیدۂ آخرت اور اُس کی ہولنا کی اُسے راہِ راست پر لے آتی ہے، اور جب وہ کسی کا حق مارنے اور قتل وخون کا ارادہ کرتا ہے تو اسلام کا نظریۂ قصاص و جنایات اس کے پاؤں کی زنجیر بن جاتا ہے۔ اس طرح فرد کی زندگی امن حقیقی سے آشنا ہو جاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مذاہب کے ماننے والوں کو آپس میں بھائی اور امت واحدہ قرار دیا: سب لوگ بھائی بھائی ہیں۔(۱۸۱) دوسری جگہ فرمایا: وہ سب ایک امت ہیں۔(۱۸۲) حکم دیا: یہودیوں اور عیسائیوں کے عبادت خانے نہ گرائے جائیں یہ لوگ رات دن میں جب چاہیں ناقوس بجائیں۔ البتہ نماز کے اوقات مستثنٰی ہیں، رہیں گے یہ لوگ عید کے دن صلیب نکالیں۔(۱۸۳) ایک اور جگہ فرمایا: کسی راہب کو اس کی رہبانیت سے نہ روکو ورنہ وہ بے سوچے سمجھے حد سے تجاوز کر کے اللہ کو برا بھلا کہنے لگیں گے۔

وَلَهُ مَا سَكَنَ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○(۱۸۴)

اور رات اور دن میں جو بھی سکونت پزیر ہے وہ سب اسی کی ملک ہے اور وہی سب سنتا اور جانتا ہے۔

اعلان کیا کہ مذہب کے معاملہ میں کسی قسم کی زبردستی نہیں ہے۔

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَداً حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ○(۱۸۵)

اور ہم نے آدم سے کہا اے آدم! سکونت اختیار کرلو اور تیری بیوی جنت میں، اور تم دونوں اس میں سے خوب جی بھر کر جہاں سے چاہو کھاؤ اور وہاں دیکھوں اس مخصوص درخت کے قریب مت جانا، ورنہ تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

دین میں زبردستی نہیں ہے، دوسری جگہ فرمایا کہ:

وَيُنذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا۝(۱۸۶)

جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

ہر قابل ذکر مذہب کی ''اصل'' کو تسلیم کیا جیسا کہ ان آیتوں سے ثابت ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَأَنّٰى تُؤْفَكُونَ۝(۱۸۷)

اور کوئی امت ایسی نہیں ہے جس میں کوئی ڈرانے والا (رسول) نہ گزرا ہو۔

الٓمٓرٰ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ وَالَّذِيٓ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ۝ (۱۸۸)

اے پیغمبر آپ صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لئے ایک ہدایت کرنے والا ہوا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُوراً وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ۝ (۱۸۹)

وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکدار اور چاند کو روشن بنایا اور چاند کے لئے منزلیں مقرر کیں تا کہ تم لوگ برسوں کا شمار اوقات کا حساب معلوم کرسو، اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں نہیں پیدا کیں، مگر کمال حکمت کے ساتھ، اللہ تعالیٰ اپنے دلائل ان لوگوں کے لئے مفصل بیان کرتا ہے، جو لوگ اہل علم ودانش ہیں۔

ہر امت کے لئے رسول ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ۝(۱۹۰)

ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے ان میں سے کچھ ایسے ہیں جن
کے حالات تمہیں سنائے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن کے حالات نہیں
سنائے۔(ان کا ذکر قرآن حکیم میں نہیں ہے)

وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ○(۱۹۱)

بے شک ہم نے دنیا کی ہر قوم میں ایک پیغمبر بھیجا (جس کی تعلیم کا خلاصہ
یہ تھا) کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت (سرکشی قوموں) سے بچو۔

ہر مذہب کی بنیادی تعلیم میں وحدت تسلیم کی، جیسا کہ ان آیتوں سے ظاہر ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ○(۱۹۲)

نیکی یہ نہیں ہے کہ (رسمی طور پر) تم نے اپنا منہ پورب اور پچھم کی طرف کرلیا
بلکہ نیکی تو اس شخص کی ہے جو اللہ پر، آخرت کے دن پر، ملائکہ پر تمام کتابوں پر
اور تمام نبیوں پر ایمان لاتا ہے، اپنا مال اللہ کی محبت میں رشتہ داروں، یتیموں،
مسکینوں، مسافروں اور سائلوں کو دیتا ہے اور غلاموں کو آزاد کرانے میں خرچ
کرتا ہے، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور قول وقرار کا پکا ہونا ہے۔ تنگی اور
مصیبت کی گھڑی ہو یا خوف و ہراس کا وقت، ہر حال میں ثابت قدم رہنا
ہے۔ ایسے ہی لوگ (دیندار ہیں) سچے ہیں اور یہی برائیوں سے بچنے والے
ہیں۔

بنیادی تعلیم کی دعوت کے ساتھ مذہب کی مختلف شکلوں میں رواداری برتنے کا حکم دیا،

چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُم بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ

الصُّدُورِ O (۱۹۳)

هرایک کے لئے ایک شریعت (دستور العمل) اور طریقہ (راہ عمل) مقرر کر دیا ہے، اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک امت بنا دیتا، لیکن یہ اختلاف اس لئے ہوا کہ اس نے جو تمہیں دیا ہے اس میں وہ تمہاری آزمائش کرے۔ پس نیکی کی راہ میں ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش کرو۔

ایک اور جگہ فرمایا کہ:

تَنْزِيْلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ O (۱۹۴)

پھر انبیاء بنی اسرایل کے بعد اے محمد ﷺ ہم نے آپ کو دین کے معاملہ میں ایک شریعت پر قائم کیا، پس آپ اس کی پیروی کیجئے اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے جو علم نہیں رکھتے۔

اسلام، علم کے زیور سے آراستہ معاشرہ تشکیل دیتا ہے۔ اسلام علم حاصل کرنے اور موزِ کائنات کا کھوج لگانے پر جتنا زور دیتا ہے، کوئی اور مذہب اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا۔ اسلامی معاشرے میں جاہلوں اور بے علم لوگوں کو ہرگز وہ مقام نہیں مل سکتا جو صاحب علم لوگوں کو حصال ہوا کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تجھے اس حال میں صبح کرنی چاہئے کہ تو عالم ہو، متعلم ہو، علم سننے والا اور علم سے محبت رکھنے والا ہو، اگر کوئی پانچویں صورت اختیار کی تو (یاد رکھ) ہلاک ہو جائے گا۔ (۱۹۵) آپ ﷺ نے علم کو ان امور مں شامل کیا ہے جن پر رشک کیا جا سکتا ہے۔ آپ ﷺ ہمیشہ دعا فرماتے:

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا O (۱۹۶)

میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔

اس طرح آپ ﷺ نے ایسا معاشرہ تشکیل دیا جو دلوں سے جہالت کے اندھیرے نکال کر ان کی جگہ علم کی شمعیں جلا دیتا ہے۔

الطَّلاَقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ وَلاَ يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَأْخُذُواْ مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئاً إِلَّا أَن يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّهِ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللّهِ فَلاَ تَعْتَدُوهَا وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ○ (۱۹۷)

وہ طلاق رجعی دومرتبہ ہے پھران دوطلاقوں کے بعد حسن معاشرت کے ساتھ رکھ لینا ہے یا بھلے تقریقے سے چھوڑ دینا ہے اورتم کو یہ حلال نہیں ہے کہ جوتم ان کو دے چکے ہواس میں سے کچھ واپس لے لو،مگرہاں جب کہ دونوں میاں بیوی کو اس بات کا خوف ہو کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی مقررہ حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، سو اگرتم لوگوں کو اس کا ڈر ہو کہ وہ دونوں میاں بیوی حدودِ خداوندی کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو اس مال کے دینے لینے میں ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں، جو عورت خاوند کو دیکھ کر اپنی جان چھڑالے یہ مذکورہ احکام حدود خداوندی ہے، ان سے آگے نہ بڑھواور جوشخص اللہ تعالیٰ کی مقررہ حدود سے آگے نکلے گا تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔

عورتوں کے بھی حقوق ہیں جیسا کہ مردوں کے حقوق ان پر ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَرِثُواْ النِّسَاء كَرْهاً وَلاَ تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُواْ بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلاَّ أَن يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَن تَكْرَهُواْ شَيْئاً وَيَجْعَلَ اللّهُ فِيهِ خَيْراً كَثِيراً○(۱۹۸)

جن کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے، اے ایمان والوں تم کو یہ بات حلال نہیں، کہ تم عورتوں کو زبردستی میراث میں لے لو، اور نہ یہ حلال ہے کہ بلا وجہ ان کو اس غرض سے قید کر رکھو جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے، اس میں سے کچھ واپس لے لو مگر ہاں اس وقت جبکہ وہ کسی صریح بے حیائی کی مرتکب ہوں اور عورتوں کے ساتھ حسن سلوک سے زندگی بسر کرو۔ پھر اگر ان کو پسند نہ کرو تو ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو پسند نہ کرو مگر اللہ تعالیٰ نے اسی میں بہت زیادہ بھلائی رکھی۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ لِّلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَاۤءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْأَلُوْا (۱۹۹)

مردوں کا وہ حصہ جو وہ کمائیں اور عورتوں کا وہ حصہ ہے جو وہ کمائیں۔

اسلام نے تعلیم کو کبھی ایک طبقے تک محدود نہیں رکھا۔ خواتین نے جب آپ ﷺ سے تعلیم کے لئے ملنے کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے ان کے لئے علیحدہ وقت مقرر کر دیا اور الگ جگہ کا تعین فرما دیا۔ (۲۰۰) اسلام خواتین کے بارے میں کہیں رکاوٹ نہیں ڈالتا، انہیں برابری کا حق دے کر ان کی پوری حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ ہاں، اپنی تعلیمات کی روشنی میں اتنا ضرور تجویز کرتا ہے: ۱۔ اسلامی نظام تعلیم میں لڑکیوں کے لئے تعلیم کا انتظام الگ ہونا چاہئے۔ ۲۔ ان کے لئے نصاب تعلیم الگ ہونا چاہئے کیونکہ ان کی عملی زندگی مردوں سے مختلف ہوتی ہے۔

قرآن مجید کی تعلیمات اور ارشادات نبی کریم ﷺ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام نے ہمیشہ تعصب کی مذمت کی ہے اور معاشرے کو ہمیشہ اس برائی سے پاک رکھنے کی سعی کی ہے۔

وَاذْكُرُواْ نِعْمَةَ اللّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُم بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاتَّقُواْ اللّهَ إِنَّ اللّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ O (۲۰۱)

اس قوم کی نفرت جس نے تم کو کعبہ سے روکا تھا تم کو ادھر کھینچ کر نہ لے جائے کہ تم بھی ان پر زیادتی کرو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ كُونُواْ قَوَّامِينَ لِلّهِ شُهَدَاء بِالْقِسْطِ وَلاَ يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلاَّ تَعْدِلُواْ اعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُواْ اللّهَ إِنَّ اللّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ O (۲۰۲)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کردے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدم کرو، یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیت المقدس کی فتح کے بعد جو معاہدہ لکھوایا اس کے الفاظ تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا: یہ وہ امان ہے جو اللہ کے غلام امیر المومنین عمرؓ نے ایلسا کے لوگوں کو دی، یہ امان ان کی جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام مذہب والوں کے لئے ہے۔ اس طرح کہ نہ ان کے گرجوں میں سکونت کی جائے گی، نہ وہ ڈھائے جائیں گے، نہ اُن کے احاطوں کو نقصان پہنچایا جائے گا، نہ انکے مالوں میں کمی کی جائے گی اور مذہب کے بارے میں ان پر کوئی جبر نہیں کیا جائے گا۔ حکمرانِ امویہ، عباسیہ، اندلسیہ و فاطمیہ کے عہد حکومت میں اقوامِ غیر کا صدیوں تک آباد رہنا مسلمانوں کی بے تعصبی کی روشن دلیل ہے۔ اورنگ زیب عالم گیر کو متعصب قرار دیا جاتا ہے لیکن اس کے دربار میں ہندو امرا کی فہرست اکبر کے دربار سے زیادہ لمبی ہے۔ سیاست حاضرہ کے ماہر کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی یہ

بے تعصبی اور رواداری ہی ان کے زوال کا سبب بنی۔ ایک سیر چشم مسلمان یہ اعتراض تو تسلیم کرسکتا ہے لیکن یہ کبھی تسلیم نہیں کرسکتا کہ اسلام میں تعصب ہے۔ (۲۰۳)

اسلام اعلیٰ ترین مدنیت کا حامل معاشرہ فراہم کرتا ہے۔ وہ کہیں بھی انسان کو رہبانیت کا درس نہیں دیتا:

وَ رَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوْهَا○ (۲۰۴)

یعنی ترک تمدن بدعت ہے۔

اسلام انسان کی خودی کی تعمیر کر کے اسے ایسا روشن خیال بنادیتا ہے جس کی دنیا اور دین کے درمیان فاصلے ختم ہو جاتے ہیں۔ وہ اسے معاشرے کا ایسا فرد بنادیتا ہے جس کی زندگی کا کوئی پہلو کمزور نہیں رہتا۔ وہ اسے اپنے خالق کا سچا بندہ، والدین کا سعادت مند بیٹا، رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے والا، تمدن کا پورا محافظ، فرماں بردار، راست گو، امانتدار، صلح پسند، فساد کا دشمن اور نسل انسانی کا دوست بنادیتا ہے۔ اور پھر ایسے افراد مل کر جو معاشرہ تشکیل دیتے ہیں تو اس میں اعلیٰ ترین مدنیت از خود ہر طرف سے جھلکتی نظر آتی ہے۔ اعلیٰ ترین تمدن کا دعویدار یورپ، تمام دعوؤں کے باوجود عملاً ایسا نہیں کرتا۔ برطانیہ کی سلطنت میں، اسکاٹ لینڈ، آئرلینڈ اور ویلز، سب شامل ہیں۔ لیکن ان کا کوئی باشندہ آج تک برطانیہ کا وزیراعظم نہیں بن سکا۔ کوئی کیتھولک اس عہدے تک نہیں پہنچ سکتا۔ دوسری طرف تاریخ اسلام شہادت دیتی ہے کہ یہاں ایک غلام کا بیٹا بھی دربارِ رسالت ﷺ سے فوجوں کی سپہ سالاری کا عہدہ پاسکتا ہے۔ ایک زرخرید غلام کے بیٹے کا نکاح سید البشر ﷺ کی پھوپھی زاد بہن سے ہوسکتا ہے۔ حضرت ابوذرؓ اپنے غلام کو مارتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موقع پر پہنچ کر فرماتے ہیں: جو قدرت اس غلام پر تجھے حاصل ہے اس سے زیادہ اللہ کو تجھ پر حاصل ہے۔ ابوذرؓ زمین پر گر پڑتے ہیں اور غلام سے کہتے ہیں: اپنا پاؤں میرے رخسار پر رکھ دے کہ میری نخوت نکل جائے۔ عدالت میں ایک یہودی اور حضرت علیؓ کو برابر کھڑا کردیا جاتا ہے۔ حضور اقدس صلی

اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر کیا عظیم منشورِ انسانی پیش کرتے ہیں۔ فرمایا: لوگو! خبردار رہو، تم سب کا اللہ ایک ہے، کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہی وہ تعلیمات تھیں جن پر چل کر مسلمانوں نے عملاً ایک عالم گیر اور روشن خیال معاشرہ قائم کر کے دکھادیا اور دنیا کو ماننا پڑا کہ اسلام ہی وہ دین ہے جو ہر نسل کے لوگ اکھٹے کر کے محض ایک عقیدے کی بنا پر انہیں ایک امت بنا سکتا ہے۔ (۲۰۵)

معاشرہ کی سلامتی کے لئے سب سے پہلے ازدواجی زندگی کا پرسکون تصور پیش کرتا ہے، بقائے امن کی خاطر اختلاط مرد وزن کو حرام اور عورتوں کے لئے پردہ لازم ٹھہراتا ہے۔ بدامنی پھیلانے والے عناصر کو قرار واقعی سزا کا مستحق قرار دیتا ہے کہ

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ○ (۲۰۶)

اسی طرح اگر زوجین کے مابین نباہ کی کوئی صورت باقی نہ رہ پاتی ہے تو خاندانی امن کو برقرار رکھنے کے لئے طلاق کی بھی اجازت دیتا ہے۔ آج آزادی نسواں کی دعوے دار مغربی دنیا کا جائزہ لیں تو پتا چلے گا کہ مغربی معاشرے میں خواتین کے چہرے کی شادابی غائب ہو چکی ہے، ان کا قلبی سکون لٹ چکا ہے کیونکہ ان کا فیملی سسٹم بگڑا ہوا ہے۔ نتیجتاً وہ اسلام کو اپنے لئے جائے امان تصور کرنے لگی ہیں۔ اسلام معاشرے میں قیامِ امن کی سعی کرتا ہے اور سد ذرائع کے اصول پر عمل کرتے ہوئے، بدامنی پھیلانے والے عناصر کو بیخ و بن ہی سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کرتا ہے،

جس طرح اسلام نے ایک ہمہ گیر عالمی اخلاقی نظام دیا ہے، اسی طرح اس نے ہر صنف، ہر طبقے اور ہر مذہب کے افراد کے حقوق مقرر کر دیئے ہیں تا کہ انسانی بھائی چارے، احترامِ آدمیت اور معاشرتی وسماجی مساوات میں کہیں خلل واقع نہ ہو۔ انسانی حقوق کی ادائیگی میں اسلام نے قومی، وطنی، مذہبی اور طبقاتی عصبیت کا نام ونشان جس انداز میں مٹایا ہے اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ انسانی حقوق کی ادائیگی کے حوالے سے وہ مسلمانوں کے لئے جو معیار مقرر کرتا ہے وہ یہ ہے: ''کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہے۔'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک بنی نوع انسان کی بھلائی کا جذبہ کسی انسان کے دل میں پیدا نہ ہو تو وہ مسلمان نہیں ہوسکتا۔ رنگ ونسل اور اس کے امتیازات کو ختم کرتے ہوئے عالم گیر معاشرت کے تصور کو، خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے یوں واضح فرمایا: ''اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارے باپ آدمؑ بھی ایک ہیں۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، مگر پاک بازی اور تقویٰ کی وجہ سے۔ سارے انسان آدمؑ کی اولاد ہیں اور ادم مٹی سے بنائے گئے ہیں۔'' خدا نے پہلے انسان کی تخلیق خلافت ونبوت کی ذمہ داری کے ساتھ کی تھی، اس لئے بنی نوع انسان کے ہر ہر فرد کو چاہئے کہ وہ اس دنیا میں خلافت الٰہی کا فریضہ ایک فرض شناس کی طرح انجام دے۔ وہ اس کائنات میں معین خدا بن کر نہیں بلکہ نائب خدا بن کر تصرف کرے۔ وہ صفاتِ الٰہی کا مظہر بن کر کائنات ارضی کا نظم ونسق اپنے ہاتھ میں لے۔ اس کو تخلقوا باخلاق اللہ کا حکم دیا گیا ہے۔ جس کا مقلب یہ ہے کہ جس طرح اس کائنات کے خالق کی نظر جہان ہست وبود کی پہنائیوں سے بھی زیادہ وسیع ہے، اسی طرح انسان کے قلب ونفر میں وسعت وہمہ گیری ہونی چاہئے۔ جس طرح اس کے رحم وکرم کا فیضان ساری مخلوق کے لئے عام ہے، اسی طرح اس کے دل میں بھی یہی ہمہ گیر جذبہ رحم وکرم موجزن ہونا چاہئے۔ اس کا خوانِ ربوبیت جس طرح اپنے نافرمانوں پر بھی بند نہیں ہوتا، انسان کو بھی اپنے اندر ربوبیت عامہ کا یہی جذبہ اُبھارنا چاہئے۔ وہ سب کو دیتا ہے مگر خود کسی سے کچھ لیتا۔ یہی بے

نیاز اور بے غرض جذبہ انسان کو اپنے دل کی گہرائیوں میں پیدا کرنا ہے۔ ساری مخلوق خدا کی عیال ہے، اس کے ایک ایک فرد سے اس کو محبت ہے، اس لئے ایک انسان کو ایک انسان کے ساتھ وہی برتاؤ کرنا چاہئے جو وہ اپنے بال بچوں کے لئے پسند کرتا ہے۔

ہر انسان کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے عقل وتمیز دی ہے، پھر اس نے وحی کے ذریعے اس کو صحیح زاویۂ نظر اختیار کرنے کی طرف رہنمائی بھی کر دی ہے، اس لئے ہر شخص کو اس بات کی آزادی ہے کہ وہ صراطِ مستقیم پر چلتا رہے یا غلط عقیدہ قائم کر کے چھوٹی چھوٹی پگڈنڈیوں میں بھٹکتا پھرے۔ بہر حال اس دنیا میں اسے کوئی نظریہ یا عقیدہ قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (۲۰۷)

دین کے بارے میں کوئی زبردستی اور جبر نہیں، ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔ (اس کا جی چاہے قبول کرے، جس کا جی چاہے نہ کرے)۔

قرآن کریم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ہر مسلمان کو تنبیہ کرتا ہے کہ:

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَن فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعاً أَفَأَنتَ
تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُواْ مُؤْمِنِيْنَo (۲۰۸)

اگر اللہ چاہے تو زمین کے تمام رہنے والے مومن ہو جائیں تو کیا تم لوگوں کو مومن بنانے میں جبر واکراہ کرنا چاہتے ہو۔

اس نے محض حریت عقیدہ کا نظریہ ہی نہیں پیش کیا بلکہ عملی و قانونی طور پر اس کی حفاظت بھی کی ہے۔ اس لسلے میں کسی پر کوئی جبر نہ کیا جائے، جیسا کہ مذکورہ آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر کسی کو اپنے کسی عقیدے کی طرف دعوت دینا ہے یا کسی کے عقیدے پر تنقید کرنی ہے تو عمدہ پیرائے اور نرمی کے ساتھ کرنی چاہئے۔

ادْعُ إِلِى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم
بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيْلِهِ

وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ○ (۲۰۹)

اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت وحکمت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ، اورلوگوں سے مباحثہ کروایسے طریقے پر جو بہترین ہو۔

پوری اسلامی تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ دعوت اسلام کے معاملے میں کبھی جبر کو اختیار نہیں کیا گیا اور غیر مسلموں کی مذہبی آزادی کو ہمیشہ مقدم رکھا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ مدینہ پہنچ کر آپ ﷺ نے یہود سے جو معاہدہ کیا تھا اس میں ان کی دینی آزادی کو واضح انداز میں متعین فرمادیا تھا۔ مدینہ منورہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انقلابی اقدامات نے وہاں کی قومی ..رگی کو ایک ہمہ گیر معاشرت سے بھی متعارف کرایا۔ ہجرت کے سال میں آپ ﷺ نے .رجہ ذیل پانچ امور پر اپنی توجہ مبذول فرمائی:

۱۔ میثاق مدینہ کے ذریعہ سے آپ ﷺ نے اہلیانِ مدینہ کو بین المذاہب یگانگت اور اتحاد کا درس دیا۔ میثاق مدینہ آپ ﷺ کا ایسا اقدام تھا جس کے نتیجے میں ریاست مدینہ میں آپ ﷺ کی حاکمیت مسلم ہوگئی۔ ۲۔ مواخات کے ذریعے آپ ﷺ نے معاشی استحکام کا پروگرام دیا۔ اس طرح مکے سے آنے والے مہاجرین کی آبادکاری و معاشی بحال ممکن ہوئی۔ ۳۔ مسجد نبوی ﷺ تعمیر کی گئی اور افرادِ معاشرہ کی تربیت کا کام بھی شروع کردیا گیا۔ ۴۔ ریاست مدینہ کا نظم ونسق چلانے کے آپ ﷺ نے نظامِ سلطنت System Administrative دیا۔ ۵۔ ریاست مدینہ کے دفاع کے لئے آپ ﷺ نے اقدامات فرمائے۔

آپ ﷺ نے یہود ونصاریٰ سمیت کفارِ مکہ اور دیگر عرب قبائل کے ساتھ معاہدات فرمائے۔ ان معاہدات میں قابل ذکر بات یہ تھی کہ یہ سب کی سب اسلام دشمن سیکولر اکائیاں تھیں جن کے ساتھ آپ ﷺ نے مختلف اوقات میں مختلف نوعیت کے اتحاد کئے۔ لیکن آپ ﷺ کے دو اتحاد بطور خاص مشہور ہوئے، اور نتائج کے اعتبار تاریخی اور فیصلہ کن اہمیت کے حامل ٹھہرے۔ ان میں ایک میثاق مدینہ اور دوسرا معاہدۂ حدیبیہ، میثاق مدینہ ایک ہجری میں

یثرب کے قبائل اور بالخصوص یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ ہونے والا سیاسی اور دفاعی معاہدہ تھا، جب کہ معاہدۂ حدیبیہ ٦ ہجری میں عرب کی سب سے بڑی اسلام دشمن قوت کفار و مشرکین مکہ کے ساتھ طے پایا۔

بین المذاہب اور بین الاقوامی اتحاد و یگانگت کی بنیاد کو مؤثر اور مستحکم کرنے کے لئے اسلام نے سب سے زیادہ زور بے لاگ اور مساویانہ انصاف پر دیا۔ اسلام کے نزدیک عدل و انصاف محض ایک قانونی ذمہ داری ہی نہیں بلکہ وہ ضابطہ قانونی کے ساتھ اخلاقی ذمہ داری بھی ہے، جو انصاف کو صرف عدالت تک محدود نہیں رکھتا، بلکہ وہ انفرادی، اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے ہر گوشے میں مصنف اور عادل بناتا ہے۔ وہ جس طرح ایک فرد کے ساتھ انصاف کا حکم دیتا ہے، اسی طرح قومی، ملکی اور بین الاقوامی معاملات میں بھی ہر ہر قدم پر اس کی نگرانی کرتا ہے، قرآن کریم میں جگہ جگہ اس موضوع کو بیان کیا گیا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّواْ الأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُواْ بِالْعَدْلِ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًاO (٢١٠)

مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔

جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح مکہ سے ہم کنار کیا تو اس موقع پر اس آیت کے ذریعے مسلمانوں کے دلوں میں انتقام کے جذبے کی ہمیشہ کے لئے بیخ کنی کردی گئی:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُواْ اعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُواْ اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَO (٢١١)

کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کردے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو، یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسب رکھتا ہے۔ اللہ سے ڈر کر کام

کرتے رہو، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔

وہ چیز جس سے بین المذاہب اور بین الاقوامی تصورات اور جذبات کو نظری اور عملی طور پر مضبوطی میسر آتی اور بھائی چارے کی فضا کو فروغ ملتا ہے، وہ معاہدات کی پابندی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدات کی پابندی کو اخلاقی اور قانونی دونوں حیثیتوں سے ضروری قرار دیا ہے۔ معاہدہ خواہ شخصی ہو یا اجتماعی، معاشی ہو یا تجارتی، صلح کا ہو یا امن وامان کے قیام وبقا کا۔ اس کی پابندی ہر صورت لازمی ہے۔ اسلام کا دامن توثیق معاہدات کے سلسلے میں بڑا وسیع ہے۔ اس کے نزدیک اگر برسر جنگ قوم بھی صلح اور مصالحت کے لئے ہاتھ بڑھائے تو جب تک مسلمانوں کو کوئی شدید نقصان نہ ہوا ہو یا اس میں کوئی کھلا ہوا فریب نہ نظر آتا ہو، اس وقت تک اس کا خیر مقدم کرنا ضروری ہے۔ قرآن کریم وحدیث میں اس کی بار بار اور سخت تاکید آئی ہے اور عملی طور پر اسلامی حکومتیں اس کی پابندی کرتی رہی ہیں:

وَاَوْفُوا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلاً (۲۱۲)

عہد کو پورا کرو بے شک عہد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حضور باز پرس ہوگی۔

اسلام نے معاہدے کو اسلامی اور اخلاقی دونوں حیثیتوں سے بڑی اہمیت دی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ حق کے فروغ اور اسلام کے استحکام کے لئے کثیر الجہات حکمت عملی اختیار فرمائی جس میں آپ ﷺ نے مخالف قوتوں کے ساتھ اتحاد ومعاہدات کئے، یہود سے معاہدہ توحید کے ''مساوی کلمہ'' کی بنیاد پر طے پایا۔ دیگر کئی قبائل سے معاہدات طے کرتے وقت آپ ﷺ نے حالات کے مطابق حکمت عملی اختیار فرمائی۔ طائف کے قبیلہ بنو ثقیف نے معاہدے کے لئے یہ مطالبات پیش کئے: ۱۔ نماز سے استثنا، ۲۔ حرمت زنا سے استثنا، ۳۔ طائف کو حرم قرار دینا، ۴۔ فرضیت زکوٰۃ سے استثنا، ۵۔ فرضیت جہاد سے استثنا۔ آپ ﷺ نے انہیں پہلی دو شرطوں پر منوالیا اور بعد کی تین شرطیں مان لیں۔ صحابہ کرامؓ سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب اسلام ان کے دل میں جم جائے گا تو وہ خود بخود مکمل اسلام کو

مان لیں گے۔ آپ ﷺ نے صرف یہود مدینہ سے ہی نہیں بلکہ دیگر کئی قبائل مثلاً بنی ضمرہ، بنی غفار، نعیم بن مسعود اشجعی اور نجران کے عیسائیوں سے بھی معاہدات کیے۔ آپ ﷺ نے پیغمِ حق کے فروغ کے لئے مختلف النوع اتحاد کیے جو سماجی، سیاسی، عسکری و دفاعی، اقتصادی اور تجارتی نوعیت کے تھے۔ آپ ﷺ نے مدینہ تشریف لانے کے بعد سب سے پہلے مسلمانوں کے درمیان بھائی چارے کی فضا پیدا کی۔ آپ ﷺ نے وہاں کے عام شہریوں اور یہودیوں سے جو معاہدہ کیا اس میں ۴۸ دفعات ہیں۔ ان میں سے ہر دفعہ معاہداتی دنیا میں اپنی انفرادیت رکھتی ہے اور یہ بھی وضاحت ہوتی ہے کہ اسلامی مملکت میں دوسرے مذاہب کی کیا حیثیت ہے، نیز یہ کہ اسلام اپنے ہمسایوں کے ساتھ پر امن بقائے باہمی کا کس قدر خواہاں ہے۔

بین الاقوامی تعلقات کے استوار کرنے اور بین المذاہب اتحاد اور رواداری کو فروغ دینے میں دوست اور دشمن ملکوں کے سفرا اور نمائندوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ بسا اوقات یہ سفرا اور نمائندے بڑے بڑے بگڑے اور الجھے ہوئے معاملات سلجھا دیتے ہیں اور کبھی ان کی ذرا سی غلطی سے بہت سے معاملات خراب بھی ہو جاتے ہیں۔ سفرا اور نمائندے دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک وہ نمائندے یا وفود جو کسی عارضی مہم پر یا کسی وقتی اقتصادی یا سیاسی معاملہ طے کرنے کے لئے کسی ملک میں آجاتے ہیں اور دوسرے وہ سفیر جو مستقل طور پر اپنے ملک کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اس وقت بین الاقوامی تعلقات کی استواری کے لئے ناگہانی اور معاشی ضرورتوں پر امداد کا طریقہ بھی رائج ہے۔ اس سلسلے میں اسلام کا تصور دوسرے تمام نظاموں سے زیادہ آفاقی اور پاکیزہ ہے۔ قریش اور ان کے ہم نوا قبیلوں کو مسلمانوں سے جو پرخاش تھی اور جس طرح وہ ان کے خون کے پیاسے تھے اس سے ہر ایک واقف ہے، مگر اسی دوران ایک زبردست قحط پڑتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوتی ہے۔ آپ ﷺ مدینہ سے اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابوسفیان کے پاس کھجوریں پانچ سو دینار نقد اس لئے روانہ فرماتے ہیں کہ وہ قحط زدہ اشخاص کی اس سے مدد

کریں۔ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ یہ امداد مدینہ جیسی غریب اور چھوٹی سی آبادی کی طرف سے اُس کو دی گئی جو دنیا میں اسلام کی سب سے بڑی دشمن تھی۔

حاصل کلام:

علم کی جستجو اور اس کی اشاعت دینی فریضہ ہے، اسی لئے علمائے اسلام نے اس راہ میں طلبِ صادق اور جہدِ پیہم کی حیرت انگیز مثالیں قائم کی ہیں۔ جو آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہیں، خود عرب کا قریب ترین ماحول جو حضور اکرم ﷺ کا اولین میدانِ کار بنا، اس کا تصور کریں تو دل دہل جاتا ہے، لیکن حضور اکرم ﷺ عظیم ترین تبدیلی کا پیغام لے کر تنہا اٹھتے ہیں اور اپنی تعلیم اور تربیت کی روشنی سے ایک عالم کو منور کر دیتے ہیں۔ مسلمانوں نے جب تک اپنا اوڑھنا بچھونا علم و ہنر کو رکھا دنیا میں سرخرو رہے، اور جوں ہی اس روشنی سے اپنی زندگیوں میں چراغاں کرنا چھوڑ دیا، دنیا میں رسوا ہوئے۔ موجودہ زمانہ میں ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم ایک مرتبہ پھر علم کو اپنی کامیابی کا ذریعہ بنائیں۔ بڑی بڑی قوموں، جابر و ظالم حکمرانوں اور غلط ماحول سے متاثر ہو کر حقائق کی راہ سے ہٹ کر قیاسی اور ادھورے نظریات پر اپنی زندگی کی تعمیر نہ کریں۔ اسلامی نظام تعلیم کی ذمہ داری یہ ہے کہ واضح علوم جو تقلید سے متاثر نہ ہوں پر نظامِ تعلیم کی بنیادیں استوار کی جائیں۔ ثابت شدہ یا الہامی ہدایات، مشاہدے اور تجربہ پر مبنی نظامِ تعلیم ہی ہمیں اچھے مستقبل کی نوید دے سکتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً ایک نظامِ تعلیم و تربیت چلا کر قرآن کریم کی جو شراح پیش فرمائی ہے اسی سارے کارنامے کی مدد لے کر ہم تعلیمی خاکے میں صحیح رنگ بھر سکتے ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ سیرت ﷺ، ابن ہشام، جلد اول، صفحہ ۳۴۳

۲۔ سورہ جمعہ، آیت ۱۱۲

۳۔ سیرت النبی ﷺ، علامہ شبلی نعمانی، جلد اول، ص ۱۶۲

۴۔ سیرت سرورِ دوعالم ﷺ، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، ترجمان القرآن، لاہور، ۱۶۰
۵۔ سورہ طٰہٰ، آیت ۳۵
۶۔ سورہ المجادلہ، آیت ۱۱
۷۔ سورہ الزمر، آیت ۱۰
۸۔ سورہ فاطر، آیت ۹
۹۔ ولی الدین، أبو عبداللّٰہ محمد بن عبداللّٰہ الخطیب مشکوۃ المصابیح، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ص/ ۲۴۴
۱۰۔ ایضاً
۱۱۔ بخاری، ابو عبداللّٰہ، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، ایچ ایم سعید کمپنی، ص/ ۴۴۲
۱۲۔ جامع بیان العلم، ص/ ۱۱۴
۱۳۔ نووی، ابوزکریا یحی بن شریف ریاض الصالحین مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور، ۱۴۰۰ھ، ص/ ۱۱
۱۴۔ ولی الدین مشکوۃ المصابیح، ص/ ۲۹۹
۱۵۔ ایضاً
۱۶۔ ایضاً
۱۷۔ دنیا کی عظیم ترین نعمت قرآن حکیم، ڈاکٹر اسرار احمد، مکتبہ خادم القرن، لاہور، ۲۰۰۴ء،
۱۸۔ سیرت سرورِ دوعالم ﷺ، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، جلد اول، صفحہ ۱۰۸۔۱۲۳، لاہور، ۱۹۸۳ء
۱۹۔ سورۂ نجم، آیت ۳۹
۲۰۔ سورہ الاعلیٰ، آیت ۱۴
۲۱۔ ماہنامہ ترجمان القرآن، فروری ۲۰۰۵ء، خرم جاہ مراد

۲۲۔ ندوی، ریاست علی، اسلامی نظام تعلیم مکتب انسانیت، اردو بازار لاہور، ص/۱۲

۲۳۔ سورہ العلق، آیات ۲تا۵

۲۴۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۶۴

۲۵۔ ولی الدین، مشکوۃ المصابیح کتاب العلم، ص۱۱۲

۲۶۔ ایضاً

۲۷۔ ایضاً

۲۸۔ المنذری، ذکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی، الترغیب والترہیب، مطبوعہ مصطفی البانی الحلبی مصر ۱۳۸۸ھ، ج۱، ص۳۵

۲۹۔ ایضاً

۳۰۔ ولی الدین، مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم، ص ۱۱۲

۳۱۔ ایضاً

۳۲۔ سورۂ کہف، آیت ۱۱۴

۳۳۔ ولی الدین، مشکوۃ المصابیح کتاب العلم، ص۱۱۲

۳۴۔ المنذری، ذکی الدین الترغیب والترہیب، ج۱، ص۴۴

۳۵۔ ایضاً

۳۶۔ جامع بیان العلم

۳۷۔ ولی الدین، مشکوۃ المصابیح کتاب العلم، ص۱۱۲

۳۸۔ ولی الدین، مشکوۃ المصابیح، باب البکاء والخوف، ص۲۰۰

۳۹۔ ولی الدین، مشکوۃ المصابیح، کتاب الرقاق، ص ۳۲۵

۴۰۔ ولی الدین کی مشکاۃ کتاب العلم میں خیر کا لفظ کئی جگہ علم باعمل کے لئے آیا ہے۔

۴۱۔ نووی، ریاض الصالحین، باب الخوف

۴۲۔ جامع بیان العلم، ص۱۱۴

۴۳۔ جمع الفوائد باب آداب العلم حدیث: ۲۵۲
۴۴۔ المنذری، الترغیب والترہیب کتاب العلم، ج ۱، ص ۴۴
۴۵۔ ولی الدین، مشکاۃ باب الحذر، ولی الدین، ص ۴۰۱
۴۶۔ سورہ بنی اسرایل، آیت ۳۶
۴۷۔ نووی، ریاض الصالحین، کتاب العلم، ص ۱۱۱
۴۸۔ ولی الدین، مشکاۃ باب جامع الدعاء
۴۹۔ ولی الدین، ریاض الصالحین کتاب العلم
۵۰۔ منصور پوری، قاضی محمد سلیمان، رحمۃ اللعالمین، جلد سوم، شیخ غلام اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۲ء، ص ۳۰
۵۱۔ مولانا سلیمان ندوی، شبلی، ندوی، سیرت النبی ﷺ، جلد چہارم، اعظم گڑھ، ۱۹۳۲ء، ص ۳۱۲
۵۲۔ مودودی، اسلام اور جاہلیت، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، ص ۲۵
۵۳۔ پروفیسر حسن الدین ہاشمی، اسلامیات، رشید سنز کراچی، ۱۹۹۷ء، ص ۹۵
۵۴۔ رحمۃ اللعالمین، جلد سوم، قاضی محمد، سلیمان منصورپوری، شیخ غلام اینڈ سنز لاہور، ص ۳۲۰
۵۵۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب العلم، حدیث نمبر ۵۰
۵۶۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیمات، حصہ دوم، ص ۳۵۔۳۸
۵۷۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۷۷
۵۸۔ جنرل گل پاشا محمد رسول اللہ ﷺ، عظیمی پرنٹر کراچی، ص ۳۱
۵۹۔ سورہ یٰسین، آیت ۴۷
۶۰۔ بخاری، صحیح بخاری، ص ۵۰۰

۶۱۔ سورۃ البلد، آیات ۱۱ تا ۱۸

۶۲۔ ولی الدین، مشکوۃ، باب جامع الدعا

۶۳۔ سورہ دہر، آیات ۸ تا ۱۰

۶۴۔ بخاری، صحیح بخاری ص ۴۴۸

۶۵۔ علی اوسط صدیقی، اسلامیات، طاہر سنز کراچی، ۱۹۹۲ء، ص۹۷

۶۶۔ سورہ بنی اسرائیل، آیت ۷۰

۶۷۔ سورہ التین، آیت ۴

۶۸۔ سورہ حشر، آیات ۲۲ تا ۲۴

۶۹۔ مسلم، صحیح مسلم، کتاب الایسان، ص ۴۱۱

۷۰۔ سورہ انعام، ۲: آیت۱۶۲

۷۱۔ سورہ بقرہ، آیت۱۳۱

۷۲۔ سورہ الکہف، آیت۱

۷۳۔ سورہ فرقان، آیت ۳۰

۷۴۔ بخاری، بخاری شریف، ص ۴۴۴

۷۵۔ احمد بن حنبل، مسند احمد، ج۱۲، ص۱۱۲

۷۶۔ مسلم، صحیح مسلم، کتاب الایمان، ص ۴۱۱

۷۷۔ احمد بن حنبل، مسند احمد، ج۱۲، ص۱۱۲

۷۸۔ ترمذی، ابوعیسیٰ، محمد عیسیٰ، سنن ترمذی، ج۱، ص۱

۷۹۔ سیرت ابن ہشام، مطبوعہ مصر، ۱۲۹۵ھ، ج۱، ص۱۷۸

۸۰۔ طبری، محمد بن جریر، تاریخ طبری، ج۳، ص۸۹

۸۱۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ بالغہ، مطبوعہ، لاہور، ص ۴۴

۸۲۔ شاہ معین الدین ندوی، تاریخ اسلام، ج۱، ص۲۵

۸۳۔ قلندرعلی، نوراحمد، مسلمانوں کے تہذیبی کارنامے، فیروز سنز، لاہور، ۱۹۷۱ء، ص۱۵۱-۱۵۲

۸۴۔ السلطانیہ، جمال رسول اللہ ﷺ، قلندر علی، مرکزی مجلس سہروردیہ، لاہور، ۱۹۵۳ء، ص ۴۰۸

۸۵۔ ابوالحسن ماوردی، احکام السلطانیہ، مصر ۱۲۹۸ء، ص ۱۳۷

۸۶۔ احمد بن یحییٰ بلاذری، فتوح البلدان، قاہرہ، ۱۹۰۱ء، ص ۴۷۲

۸۷۔ صحیح، مسلم کتاب المساجد، ص ۱۱۹

۸۸۔ ابوداؤد، باب آداب مجلس

۸۹۔ ترمذی، ابوعیسیٰ، محمد عیسیٰ، سنن ترمذی، ج ۱، ص ۲۱

۹۰۔ ابوداؤد، ص ۴۷۲

۹۱۔ استیعاب، ج ۲، ص ۱۲۹

۹۲۔ سفرالسعادت، ص ۲۹۰

۹۳۔ سیرت ابن ہشام، ص ۲۴۵

۹۴۔ ترمذی، سنن ترمذی، ج ۲، ص ۱۰۱

۹۵۔ بخاری، صحیح بخاری، ج ۱۱، ص ۱۱۰

۹۶۔ احمد بن حنبل، مسند احمد، ج ۳، ص ۲۰۹

۹۷۔ ذارالمعاد، ج ۱، ص ۲۱۱

۹۸۔ بخاری، بخاری شریف و مسلم و نسائی باب الایلا

۹۹۔ طبری، ممد بن جریر، تاریخ طبری ذکر فتح مکہ، ص ۱۲۳۹،

۱۰۰۔ اصابہ فی تذکرۃ الصحابہ، ج ۲،

۱۰۱۔ مسعودی، مروج الذھب، ص ۲۱۹،

۱۰۲۔ بخاری، صحیح بخاری، جلد اول، ص ۱۵، کتاب ایمان

۱۰۳۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب العلم

۱۰۴۔ بخاری، صحیح بخاری کتاب العلم ص ۱۴

۱۰۵۔ ابن ماجة، ابوعبداللّٰه محمد بن یزید سنن ابن ماجه مطبع مجتبائی، باب فضل العلماء، ص۲۱

۱۰۶۔ ایضاً، باب القدر، ص ۹

۱۰۷۔ بخاری، صحیح بخاری، ص۲۱۴

۱۰۸۔ مسلم، صحیح مسلم کتاب الصلوٰة، ص ۲۱۴

۱۰۹۔ بخاری، صحیح بخاری کتاب الصلوة، ص ۲۱۴

۱۱۰۔ بخاری، صحیح بخاری باب الوفات، ص ۱۱۱

۱۱۱۔ احمد بن حنبل، مسند احمد جلد اول، ص ۳۲۸

۱۱۲۔ بخاری، صحیح بخاری ومسلم

۱۱۳۔ صحیح مسلم باب السلام، ص ۲۰۰

۱۱۴۔ سورة حدید، آیت ۱۰۵

۱۱۵۔ ابن ہشام، سیرة ابن ہشام ذکر فتح مکه

۱۱۶۔ بخاری، صحیح بخاری قیام اللیل، ص ۲۱۰

۱۱۷۔ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الجهاد سجود الشکر،ص۱۱۱

۱۱۸۔ زاد المعاد، ج ۱، ص۹۷

۱۱۹۔ ابن ماجه

۱۲۰۔ مسند امام احمد بن حنبل، ج۴، ص ۲۱۱

۱۲۱۔ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، ابواب السجود، ص ۱،

۱۲۲۔ ابن ماجه، سنن ابن ماجه باب الصبر علی البلاء، ص۲۱۹

۱۲۳۔ سوره احقاف، آیت ۱۰

۱۲۴۔ Mahatma Gandhi, Speaking on the Charcter of Muhammad (PBUH) Says in young india.

۱۲۵۔ رساله 'پیشوا' ۱۳۵۷ھ، رسول نمبر،

۱۲۶۔ رساله 'پیشوا' ۱۳۵۳ھ، رسول نمبر،

۱۲۷۔ حضرت محمد ﷺ کا پوترن جیون، سوامی نرائن، رساله پیشوا، ۱۳۵۴ھ، رسول نمبر

۱۲۸۔ پیغمبر، پروفیسر اندرجی، رسالہ مولوی، ۱۳۵۰ھ، رسول نمبر

۱۲۹۔ George Bernard Shaw, The Geniune Islam, Suigapore, 1963, Vol-1` No8

۱۳۰۔ Lamartine, History De La Turquie, 1954, Paris, Vol-ii, PP276-277

۱۳۱۔ Thomas Calye, in his Heroes and Heroworship.

۱۳۲۔ Edward Gibbon and Simon okely, History of the Saracen Empires, 1870, London, P54.

۱۳۳۔ Sarojni Naidu, Ideals of Islam, Vide Speeches & Writing 1981, Madras, P.169

۱۳۴۔ Prof. Hurgronje, The realization of the Idea of the League of Nations.

۱۳۵۔ پروفیسر خورشید نے یہ مقالہ اٹلی کے تاریخی شہر اریشے Erice میں ورلڈ سائنس فاؤنڈیشن کے زیراہتمام منعقدہ ہونے والے ایک بین الاقوامی سیمینار کے ۳۵ ویں اجلاس ۱۲ تا ۱۸ مئی ۲۰۰۲ء، میں پیش کیا۔

۱۳۶۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ، پروفیسر خورشید، ترجمان القرآن، نومبر ۲۰۰۲ء

۱۳۷۔ Dying to win, Robert Pate, Chicago University

۱۳۸۔ John Most's Revolutionary A Time to kill (USA, 1980) War Science, 1885

۱۳۹۔ Terrorisn in Context, ed by Martha Crenshow, Pensylvania State University Press 1955.

۱۴۰۔ Origions to Terrorsm: Psychologies, Ideologies,

Theologies, States of Mind, ed by Walter Reich, Woodrow Wilson Centre, Washington, 1998.

۱۴۱۔ Violences, Terrorism and Justice, ed. by R.G. Frey, Cambridge University Press 1991.

۱۴۲۔ Global Terrorism: The Complete References Guide, by Hary Henduson Checkmark Books, New York, 2001.

۱۴۳۔ The Terrorism Reader, ed. by David J. Whiterlu, Rutbdgi, London 2001.

۱۴۴۔ Pollitical Terrorism: A reseach Guide to Concepts, Theories, data bases and Literature, by A.P. Schmid, North Holland Publishing, Amsterdam, 1983.

۱۴۵۔ Islam, Fundamentalism and the Betrayal to Tradition (Indiano: World Wisdom 2004)

۱۴۶۔ The Economics of Terrorism, How bin Laden is Changing the Rules of the Game P.191

۱۴۷۔ Dying to Win: The Stragic Logic of Suicide (Robert A Page) Terrorism New York: Random House, P4.

۱۴۸۔ The Clash ofCivilization and The Remaking of World Order: Samuel and Schuster, London. P187

۱۴۹۔ فارلیس میگزین، ۲۰۰۵

۱۵۰۔ واشنگٹن پوسٹ، ۲۷ جون ۲۰۰۶

۱۵۱۔ The Bush Agendo, Antoia Gobaz, America

۱۵۲۔ برطانیہ کے عظیم دانش ور ہیرلڈ پنٹر نے جن کو سال ۲۰۰۵ کا ادب کا نوبل انعام ملا، ۷ دسمبر ۲۰۰۵ء کو انعام حاصل کرنے والی تقریب کی اپنی تقریر میں کہا۔
۱۵۳۔ یکم جون ۲۰۰۲ء کو امریکی بحریہ کے ایک اہم عہدیدار ایدم ہیری گارڈین اخبار کا انٹرویو
۱۵۴۔ یونائٹیڈ پریس انٹرنیشنل
۱۵۵۔ نادین گورڈیز (Nadine Gordiner) نے جو کہ ادب مں نوبل انعام یافتہ ہیں ۱۹۹۷ء
۱۵۶۔ Crudc: The Story of oil, Sonia Shalo America
۱۵۷۔ World Food Programme
۱۵۸۔ World Aid Programme
۱۵۹۔ سرمایہ دارانہ ایجنڈے کی تکمیل، تویہ صادق خان، ترجمان القرآن، جنوری ۲۰۰۷ء
۱۶۰۔ فرنٹ لائن، میگزین، بھارت، شمارہ ۲۲، یکم جنوری ۲۰۰۵ء
۱۶۱۔ Wikipedia Free Encyclopedia
۱۶۲۔ امریکہ کا اخلاقی بحران، سابق امریکی صدر جمی کارٹر، باب ۱۲
۱۶۳۔ سورہ آل عمران، آیت ۶۴
۱۶۴۔ سورہ اعراف، آیت ۱۸۵
۱۶۵۔ سیرت درود عالم، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، ادارۂ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۷۸ء، ج ۲، ص ۳۸۷
۱۶۶۔ محسن انسانیت، نعیم صدیقی، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۶۰ء، ص ۱۱۵
۱۶۷۔ اسلامی نظام حیات، شیخ محمد اقبال، علمی کتاب گھر،

لاہور، ۱۹۸۱ء، ص۱۴۰

۱۶۸۔ رسل و رسائل، مولانا امین احسن اصلاحی، ترجمان القرآن، جنوری ۱۹۴۷ء، ص۲۲

۱۶۹۔ اسلام کا تمدنی و سیاسی نظام، نکہت شاہجہانپوری، کشمیری بازار لاہور، ۱۹۴۹ء، ص۱۳۷

۱۷۰۔ سورہ عنکبوت، آیت ۴۲

۱۷۱۔ ہمارا اخلاق، عبدالقیوم ندوی، کراچی ۱۹۶۲ء، ص ۸۲

۱۷۲۔ سورہ فاتحہ، آیت۱

۱۷۳۔ سورہ ناس، آیات ۱تا۳

۱۷۴۔ سورہ الاعراف، آیت۱۵۷،

۷۵۔ سورہ الفاطر، آیات۱۹تا۲۲،

۷۶۔ سورہ حشر، آیت۲۳،

۷۷۔ سورہ المائدہ، آیت۳۲

۷۸۔ سورہ النساء، آیت ۸۲

۱۷۹۔ اسموك رچرڈ، ویسٹ ویو پریس، لندن، ۱۹۸۷ء، ص۲،

۱۸۰۔ سورہ الانعام، آیت۸۲

۱۸۱۔ امام مسلم، مسلم شریف و ابودائود، ص ۱۱

۱۸۲۔ ابن ہشام، سیرت ابن ہشام، ص ۲۰۰

۱۸۳۔ الخراج لابی یوسف

۱۸۴۔ سورہ الانعام، آیت۱۳،

۱۸۵۔ سورہ البقرہ، آیت۳۵،

۱۸۶۔ سووہ کہف، آیت۴

۱۸۷۔ سورہ الفاطر، آیت۳

۱۸۸۔ سورہ الرعد، آیت۱،

۱۸۹۔ سورہ یونس، آیت۵،

۱۹۰۔ سورہ المومن، آیت۸
۱۹۱۔ سورہ النحل، آیت۵
۱۹۲۔ سورہ البقرہ، آیت۲۱
۱۹۳۔ سورہ المائدہ، آیت۷
۱۹۴۔ سورہ الجاثیہ، آیت۲
۱۹۵۔ مجمع الزوائد، ج۱، ص۱۲۲
۱۹۶۔ سورہ طہ، آیت۱۱۴
۱۹۷۔ سورہ البقرہ، آیت۲۲۹
۱۹۸۔ سورہ النساء، آیت۱۹
۱۹۹۔ سورہ النساء، آیت۳۲
۲۰۰۔ احمد بن حنبل، مسند احمد، ج۱۳، ص۸۵
۲۰۱۔ سورہ المائدہ، آیت۷
۲۰۲۔ سورہ المائدہ، آیت۸
۲۰۳۔ مودودی، رحمۃ اللعالمین، ص۳۷۴۔۳۷۵
۲۰۴۔ سورہ الحدید، آیت۲۷
۲۰۵۔ مودودی، رحمۃ اللعالمین، ص۸۷۔۸۹،
۲۰۶۔ سورہ النور، آیت۲
۲۰۷۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۵۶
۲۰۸۔ سورہ یونس، آیت ۹۹
۲۰۹۔ سورہ نحل، ایت ۱۲۵
۲۱۰۔ سورہ نساء، آیت ۵۸
۲۱۱۔ سورہ مائدہ، آیت ۸
۲۱۲۔ سورہ بنی سرائیل، آیت۳۴

تعلیم وتربیت بعثت نبوی ﷺ کے مقاصد کی روشنی میں

محترمہ ثناء صاحبہ

ABSTRACT

Mis. Sana

Generally speaking, the Arabic word for knowledge is 'ilm, which, in most cases, indicates to Islamic knowledge or matters related to Sheree'ah (Islamic Law). Although, some of the Quranic verses in this article refer to Islamic knowledge, yet they are general in their meaning, and thus can be used to refer to learning in general.

The importance of education is a none disputable matter. Education is the knowledge of putting one's potentials to maximum use. One can safely say that a human being is not in the proper sense till he/she is educated.

Islam regards the seeking of knowledge as an ethical essential and vital, and an endeavor highly pleasing to Allah. From the Quran viewpoint, knowledge is not limited to what is learning through a raison d'être or the senses. Acquisition of knowledge requires a total participation of the seeker in relation to the total reality.

TWhen the Quran began to be revealed, the first word of its first verse was 'Iqra' that is, read. Allaah says, (what means): "Read! In the Name of your Lord Who has created (all that exists). He has created man from a clot (a piece of thick coagulated blood). Read! And your Lord is the Most Generous. Who has taught (the writing) by the pen. He has taught man that which

he knew not" [Quran, 96: 1-5]

Education is thus the starting point of every human activity. Allaah created man and provided him with the tools for acquiring knowledge, namely hearing, sight and wisdom. Allaah says (what means): "And Allaah has brought you out from the wombs of your mothers while you know nothing. And He gave you hearing, sight, and hearts that you might give thanks (to Allaah)" [Quran, 16:78]

Numbers of saying of Holy Prophet peace be upon him which reflects the importance of education and knowledge including" The seeking of knowledge is obligatory upon every Muslim"; "Search for knowledge is compulsory for every Muslim, male and female; "He who goes forth in search of knowledge is in the way of Allah till he returns" "Search for knowledge though it be in China; "Whoever searches after knowledge, it will be expiation for his past sins."

According to Quranic perspective, knowledge is a prerequisite for the creation of a just world in which authentic peace can prevail. In the case of country's disorder or war the Quran emphasizes the importance of the pursuit of learning, Allaah says (what means): "Nor should the believers all go forth together: if a contingent from every expedition remained behind, they could devote themselves to studies in religion, and admonish the people when they return to them - that thus they (may learn) to guard themselves (against evil)." [Quran, 19:122]

قافلہ علم کا نقطہ آغاز غار حرا تھا۔(۲) اقراء(۳) کی صدائے سرمدی سے جس وحی
(۴) اور جس دین حق کا نقطہ آغاز پڑھانے کا حکم ربانی سے ہوا اس میں علم اور اہل علم کا مرتبہ و

مقام محتاج وضاحت نہیں ہونا چاہیے ۔ اقراء کے ساتھ قصہ تخلیق آدم و افزائش بشریت (۵) کے ساتھ ساتھ، قلم (۶)' دوات اور تحریر و نگارش کی عظمت کا نغمہ بلند ہونا ایک حیرت انگیز واقعہ اور سبق آموز مرحلہ زندگی تھی۔ عظمت حضرت آدم علیہ السلام کا راز بھی ''وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا'' (۷) یعنی آدم علیہ السلام کو اسماء کا علم دیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنی کم علمی کے باعث فرشتے ساجدین ''سجدہ کرنے والے'' اور حضرت آدم علیہ السلام اسماء کی بدولت مسجود ملائکہ ٹھہرے مگر ابلیس اپنی کج روی اور حسد کے باعث مردود و رجیم قرار پایا۔ (۸)

غار حرا سے پھوٹنے والی علم کی روشنی نے فضیلت علم کو نمایاں طور پر واضح کرنے کے ستاہ ساتھ علم کو حدود و قیود سے آزاد بھی کیا اور علم کو پروانہ آزادی بھی تسلیم کروایا۔ قرآن مجید نے علم کو تاج فضیلت ٹھہراتے ہوئے اور اہل علم کی فضیلت و بزرگی کو بھی تسلیم کرایا۔ علم روم و یونان کے تہہ خانوں میں قید تھا اسے آزاد کر دیا علم و حکمت برہمنوں تک محدود تھا اسے عام کرتے ہوئے ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض قرار دیا لیکن حکمت نبوی ﷺ میں علم کو جو مرتبہ و مقام حاصل ہے اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ''رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا'' ''اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما''۔ (۹) علم اللہ کا نور ہے اور اللہ کا نور سراپا نفع ہی ہو سکتا ہے۔ علم اللہ تعالیٰ کا وہ نور ہے جو اہل بصیرت کو راہ دکھاتا ہے قلب و جگر کو منور کرتا ہے اور ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔ حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ فرائض کی ادائیگی کے بعد علم کی طلب سے زیادہ کوئی چیز افضل نہیں تم علم حاصل کرو کیوں نکہ علم سے ہی دنیا میں بھی عزت ہے اور آخرت میں بھی عزت ہے۔ (۱۰)

قرآن حکیم نے آپ ﷺ کو ''سراج منیر'' کہا ہے۔ اس مماثلت سے آپ کی دعوت (تعلیم و تربیت) بھی آفتاب مادی کی طرح تھی۔ جب آفتاب نکلتا ہے ہے تو اس کی روشنی اور حرارت میں دور و نزدیک، ادنیٰ و اعلیٰ، سیاہ و سفید، باغ و دشت،، بحر و بر کی کوئی تمیز نہیں ہوتی۔ وہ بلا تمیز ہر جگہ روشنی اور حرارت پہنچاتا ہے اور اس کی چمکتی شعائیں ہر چیز کو روشن اور عیاں کر دیتی ہیں ۔ روحانیت کا یہ آفتاب جب فاران کی چوٹیوں سے نمودار ہوا تو اس کی حرارت اور روشنی نے آسمان ہدیت پر طلوع ہو کر لاکھوں ستاروں کو ماند کر دیا اور تاریکی کو آخری شکست دی۔ آپ ﷺ نے اپنے معجزانہ زور اور توانائی سے قیصر و کسریٰ کے تخت اٹ دیئے۔ تعبد و غلامی کی زنجیریں کاٹ دیں، استقلال ذات و فکر اور حریت خیال و رائے، احترام نفس اور مساوات حقوق کی روشنی تمام دنیا میں پھیلا دی۔ اس کی آواز جلال روحانی سے بھری ہوئی تھی جو جبل بوقیس سے بلند ہوئی

اور جس سے گنبد عالم کا گوشہ گوشہ گونج اٹھا۔ اس آواز سے شہنشاہیوں کا عجیب الخواص طلسم ٹوٹ گیا۔ بادشاہ خادم، بیت المال خزینہ عمومی اور تمام انسان مساوی المرتبہ ہو گئے۔ اس آواز سے امن عالم کا ابر چھا گیا۔ (۱۱)

معلم اعظم ﷺ کی بعثت کا مقصد:

انسانیت کو راہ ہدایت عطا کرنے کے لیے رب ذوالجلال نے سلسلہ انبیاء قائم فرمایا۔ انبیائے کرام وہ مبارک ہستیاں ہیں جنھوں نے تاریخ کے ہر نازک موڑ پر گرتی ہوئی انسانیت کو سنبھالا اور اسے پھر سے سوئے منزل رواں دواں کر دیا۔ اس طرح انسانیت کے ارتقاء کا یہ سفر جاری رہا۔ (۱۲) حضرت آدم علیہ السلام سے نبوت کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ خاتم المرسلین حضرت محمد ﷺ پر آ کر اپنی تکمیل کو پہنچ گیا اور ختم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیا کرام جو کمالات علیحدہ علیحدہ عطا فرمائے تھے نبی آخر الزماں ﷺ کی ذات میں وہ تمام شامل کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے انسانوں ہی میں سے رسول بھیجے۔ کیونکہ انسان کی رہنمائی کے لیے انسان ہی رسول ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو خود اپنی زندگی میں قرآنی اصولوں پر مبنی ایک عملی مظاہرہ کرنا تھا۔ صرف یہی نہیں کہ آ کر پیغام سنا دیتے بلکہ اس پیغام کے مطابق انسانی زندگی کی تعلیم و تربیت بھی آپ ﷺ کی ذمہ داری تھی۔ پیغام الٰہی فرشتوں کے ذریعے بھی بھیجا جا سکتا تھا مگر محض پیغام بھیجنے سے وہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس عظیم مقصد کی تکمیل و تعمیل کے لیے لازمی تھا کہ اس پیغام کو بنی نوع انسان ہی کا ایک فرد لے کر آئے جو کہ انسان کامل ہونے کے باوجود بہر حال انسان اور بشر ہو۔ اس کو مشکلات اور مجبوریوں کو اسی طرح سامنا کرنا پڑتا ہو جس طرح اس کی امت کے معمولی فرد کو اور جو ساری دنیا کے سامنے ایک ایسے معاشرہ کو بطور مثال رکھ دے جس کا اجتماعی نظام اسی پیغام الٰہی کے منشا کی شرح ہو۔ (۱۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **"هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ** (۱۴) **ترجمہ** "وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ وہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے۔"

جناب رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ ہر پہلو سے مسلمانوں کے لیے رہنمائی کا سامان فراہم کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی اتباع کا حکم قرآن کریم میں دیا گیا۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ(۱۵)

ترجمہ: کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت کے خواستگار ہو تو میری تابعداری اختیار کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

آپ ﷺ کی زندگی قرآنی تعلیمات کے عین مطابق تھی حضرت عائشہ سے طویل حدیث میں یہ جملہ منقول ہے کہ

کان خلق نبی اللہ القرآن(۱۶)

ترجمہ: اللہ کے نبی ﷺ کے اخلاق قرآن تھے۔

قرآن آپ ﷺ کی ذات میں مجسم تھا۔قرآن میں ہے لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ(۱۷)

ترجمہ: تحقیق تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی ذات میں خوبصورت نمونہ ہے۔

اسی نمونے اور مثالی حیثیت کی وجہ سے آپ ﷺ کی پیروی واطاعت کا حکم ملا۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔(۱۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔

معلم اعظم ﷺ عالمی پیغمبر:

آپ ﷺ سے پہلے انبیا کی نبوت کسی خاص قوم یا ملک کے لیے ہوتی تھی مگر آپ ﷺ کی نبوت قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

قُلْ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا(۴۳) **ترجمہ:** ''اے محمد! کہہ دیجئے کہ لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں''۔(۱۹) آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ''**کان کل نبی یبعث الیٰ قومه خاصه و بعثت الیٰ کل احمر و اسود**'' (۲۰) **ترجمہ:** ''ہر نبی اپنی خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور میں تمام سرخ و سیاہ قوموں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں''

رحمت، رافت، صداقت، شفقت، عبادت، شجاعت، عدالت، سخاوت، فراست، متانت اور ثبات کے بہترین نمونے آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ میں موجود ہیں زندگی کے وسیع و عریض میدان کا کوئی کونا ایسا نہیں جہاں حبیب کبریا نے اپنے اسوہ حسنہ کے حسین نقوش نہ چھوڑ د

ہوں۔ یہ جامعیت و ہمہ گیری اسوہ محمد ﷺ کے علاوہ کہیں بھی نظر نہیں آتی۔ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والا آدمی اس آب زلال سے اپنی پیاس بجھا سکتا ہے۔(۲۱) آپ ﷺ کو جو کتاب عطا کی گئی اس کا دائرہ نصیحت عالمگیری اور دور قیامت تک ہے۔ لہذا آپ ﷺ کی تعلیمات عالمگیر ہے۔ آپ ﷺ کی پیش کردہ عالمگیر تعلیمات محض نظری نہیں بلکہ خود ان پر عمل کر کے انہیں عملی زندگی میں نافذ کیا۔ صرف حضرت محمد ﷺ تمام دنیا کی قوموں کے لیے اور قیامت تک کے لیے نمونہ عمل اور قابل تقلید بنا کر بھیجے گئے۔ اس لیے آپ ﷺ کی سیرت کو ہر حیثیت سے مکمل، داعی اور ہمیشہ کے لیے محفوظ رہنے کی ضرورت تھی اور یہی ختم نبوت کی سب سے بڑی عملی دلیل ہے۔(۲۲) ارشاد ربانی ہے کہ" مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ "(۲۳) **ترجمہ** ''محمد تم مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہے''

ارشاد ربانی ہے کہ "وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ"(۲۴)

ترجمہ: ''اور ہم نے آپ ﷺ کو سارے لوگوں کے لیے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا لیکن اس بات کو اکثر لوگ نہیں جانتے''

آپ ﷺ کی ہستی رہتی دنیا تک کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ''(۲۵)

البتہ تمھارے لیے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ موجود ہے۔

اسلام کا ظہور در حقیقت دین ابراہیم کی حقیقت کی تکمیل تھی۔ اس لیے وہ ابتدا ہی سے اس حقیقت گم شدہ کی تجدید و احیاء میں مصروف ہو گیا جس کا قالب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں نے تیار کیا تھا۔(۲۶) آپ ﷺ کی شریعت نے آپ ﷺ سے پہلے آنے والے نبیا کی شریعتوں کو منسوخ کر دیا اب صرف شریعت محمدی پر عمل کیا جائے گا۔ ارشاد ربانی ہے کہ ومن يبتغ غير الإسلام دينا فلن يقبل منه (۲۷) ترجمہ اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے گا سو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

آپ پر اللہ کے دین کی تکمیل ہو گئی۔ آپ ﷺ کو وہ دین کامل عطا فرمایا گیا جو تمام

انسانیت کے لیے کافی ہے اس لیے کسی دوسرے دین کی اب کوئی ضرورت نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (۲۸)

آج کے دن میں نے تمہارا دین مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی
اور تمہارے لیے اسلام کو بطور ابدی دین کے منتخب کرلیا

پنڈت شیونرائن کہتا ہے کہ "محمد ﷺ صاحب کی زندگی پر جب ہم وچار کرتے ہیں تو یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ ایشور نے ان کو سنسار سدھارنے کے لیے بھیجا تھا۔ ان کے اندر وہ شکتی موجود تھی جو ایک گریٹ ریفامر (مصلح اعظم) اور ایک مہار پرُش (ہستی اعظم) میں ہونی چاہیے۔ (۲۹)

آپ ﷺ کو حضرت آدم علیہ السلام کا اخلاق، شیت علیہ السلام کا علم، نوح علیہ السلام کی جرات، ابراہیم علیہ اسلام کی محبت الٰہی، اسماعیل علیہ السلام کی زبان دانی، اسحاق علیہ السلام کی تسلیم ورضا، صالح علیہ السلام کی خطابت، لوط علیہ السلام کی ذہانت، یعقوب علیہ السلام کا علم غیب، یوسف علیہ السلام کا حسن، موسیٰ علیہ السلام کی استقامت، ایوب علیہ السلام کا صبر، یونس علیہ السلام کا اطاعت، یوشع علیہ السلام کی کاوش، داؤد علیہ السلام کا لحن، دانیال علیہ السلام کی محبت، الیاس علیہ السلام کی عظمت اور عیسیٰ علیہ السلام کی بے نیازی سے نوازا گیا۔ (۳۰)

مذاہب عالم اور تقابلِ ادیان کا ادنیٰ طالب علم اس بات سے بخوبی شناسا ہے کہ اسلام انسانیت کے لیے وہ آخری پیغام ہے جو کہ آمنہ کے لعل، عبداللہ بن عبدالمطلب کے فرزند ارجمند، سید الاولین والآخرین، اِمام الأنبیاء، سیدنا حضرت محمد ﷺ کے دل پر عربی زبان (۳۱) میں آخری اِلہامی کتاب یعنی قرآن مجید کی زندہ و جاودان معجزہ کی صورت میں منجم کرکے اتارا گیا۔ (۳۲) اس کا دائرہ پند و نصیحت اور منہج زمان و مکان کے لحاظ سے عالمگیر ہمہ وقتی شمولی اور عمومی ہے۔ (۳۳) جو اِنسانی زندگی کے تمام اطراف پر حاوی ہے جو اپنے روز اول سے تا صبح قیامت بے کم وکاست ہر قسم کی تحریف سے محفوظ رہیگا جس کا وعدہ رب ذوالجلال نے خود یوں فرمایا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ (۳۴)

اس کتاب (قرآن) کا تخاطب بھی تمام انسانوں سے ہے اور وہ تمام عالم انسانیت کی ہدایت ورہنمائی کے لیے ہر عہد اور ہر زمانے کے لیے نسخۂ شفا، ضابطہ حیات ونوشتۂ نجات ہے

کر نازل ہوئی۔ (۳۵) اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ا۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ (۳۶) **ترجمہ** ''یہ تو نہیں مگر نصیحت تمام جہانوں کے لیے'' ۲۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِيْنَ (۳۷) **ترجمہ** ''یہ تو نہیں مگر نصیحت تمام جہانوں کے لیے'' ۳۔ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِيْنَ (۳۸) **ترجمہ** ''یہ قرآن تمام عالم کے لیے نصیحت ہے''

بعثت نبوی ﷺ سے قبل دنیا کا عمومی جائزہ

اب سے چودہ سو سال پہلے دنیا اپنے تاریک ترین دور سے گزر رہی تھی۔ کسی خطہ ارض پر رشد و ہدایت کا کوئی نشان باقی نہ رہا تھا۔ پورا عالم انسانی ضلالت و گمراہی کے دلدل میں پھنس چکا تھا۔ ہندوستان کے روحانی پیشواؤں کی تعلیمات اپنا اثر زائل کر چکی تھیں اور یہ ملک اوہام و خرافات کا شکار تھا۔ شرک و بت پرستی اپنے عروج پر تھی۔ بقول ایک ہندو مورخ ''ہندوستان میں خداؤں کی تعداد یہاں کی آبادی سے بھی زیادہ بڑھ گئی تھی۔ ایک ایک آدمی پر کئی کئی خداؤں کا اوسط پڑتا تھا (۳۹)''۔ بعض فرقوں میں اعضائے تناسل کی پرستش ہوتی تھی۔ مذہب کے علمبردار اور مندر کے پجاری بداخلاقیوں کے پیکر بنے ہوئے تھے۔ ذات پات، چھوت چھات نے انسانوں کو کئی خانوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ اچھوت کی حیثیت غلام بلکہ جانور سے بھی کم تھی۔ وہ اگر اونچی ذات والے کو چھو لیتا تو گردن زدنی قرار پاتا۔ جبکہ اونچی ذات والے کے لیے کسی بھی طرح کی کوئی سزا نہ تھی؛ پورا ہندوستانی معاشرہ بگاڑ کی انتہا پر پہنچ چکا تھا۔ عورتوں کے جامہ عصمت کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ ایک عورت کے کئی کئی شوہر ہو سکتے تھے۔ شوہر کی موت کے بعد عورت اپنے شوہر کی چتا پر جل کر ستی کی مقدس رسم ادا کرتی گویا کہ ہر بدی، نیکی اور ہر ثواب گناہ کا لبادہ اوڑھ چکا تھا۔ (۴۰)

مصر و شام، بابل و نینوا اور یونان و چین میں تہذیب و تمدن کی شمعیں گل ہو چکی تھیں۔ وہاں لاقانونیت و انارکی کا دور دورہ تھا۔ بے شرمی و بے حیائی کا بازار گرم تھا۔ ظلم و جور، قتل و غارت گری ان کی زندگی کا معمول بن چکا تھا۔ سفاکی و رہزنی کو کمال اور ہنر کی حیثیت حاصل تھی۔ روم و ایران اس وقت سب سے زیادہ منظم ریاستیں تھیں لیکن ان کی تہذیب اپنی چمک دمک کھو چکی تھی۔ اب ان کی تہذیب کے ملبہ سے تعفن اٹھ رہا تھا۔ دونوں ریاستوں میں بدترین مظالم کا دور دورہ تھا۔ حکومت کے سامنے کوئی ضابطہ اخلاق نہ تھا۔ رعایا بادشاہوں کی غلام تھی اور بادشاہ خواہشات

کے غلام تھے، شاہی خاندان کی پرواز عیاشی اور ہوس پرستی سے آگے نہ تھی۔ مذہبی پیشواؤں کی خانقاہیں عیش ونشاط کے مرکز بن گئی تھیں۔ آئے دن کی خانہ جنگیوں، روزمرہ کے سیاسی انقلابات نے انسانی زندگی کو اجیرن بنا رکھا تھا۔ طوائف الملوکی نے کشت وخون کے بازار گرم کرر کھے تھے۔ رعایا ٹیکسوں کی بھرما، رشوتوں کی زیادتی سے جاں بلب تھی۔ ان مایوس کن خوفناک فضاؤں میں صدائے، احتجاج بھی بلند نہیں کرسکتا تھا۔ (۴۱)

ایران میں زردشت اور مانی کی اخاقی تعلیمات صرف اہرمیت ویزادانیت کا گورکھ دھندہ بن کررہ گئی تھیں۔ امن وآشتی کی دعویدار عیسائیت روم میں سفاکی ودرندگی اور تعیش و ہوس پرستی کی آماجگاہ بن گئی تھی۔ یہاں تک کہ بنا اسرائیل جوان حالات میں لوگوں کے لیے امید کی کرن ثابت ہوسکتے تھے، خود کبر وانانیت کے پندار میں محبوس تھے۔ اپنے اغراض کے لیے الہامی کتاب میں تحریف اس کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ اخلاق و اعمال کے مقابلہ میں لفظی موشگافیوں کو اہمیت حاصل تھی۔ طمع ولالچ ان کی فطرت بن گئی تھی۔ رشوت وسودخوری اور اس کے نتیجے میں شقاوت وسنگدلی کوئی معیوب شے نہ تھی۔ ان کا پورا اخلاقی اور سماجی ڈھانچہ ریزہ ریزہ ہوچکا تھا۔

عرب کا حال تو اور برا تھا۔ وہاں وحشت ودرندگی کا راج تھا۔ نام ونمود، عدن ویمن کی عظمت کے کھنڈرات کے سوا وہاں تہذیب وتمدن کا کوئی نشان نہ تھا۔ انسانیت قبائلی خانوں میں تقسیم تی۔ آیئے دن کے جنگ وجدل نے سکون وطمانیت کو غارت کر کے رکھ دیا تھا۔ انسانی جان کی کوئی قیمت نہ تھی۔ معمولی معمولی بات پر لڑائی کی آگ بھڑک اٹھتی اور سالہا سال تک جاری رہتی۔ کبھی لڑائی کا سلسلہ ۴۰ سال تک چلتا رہتا۔ عورت کی عزت وعفت کی بھی کوئی حیثیت نہ رہی تھی۔ وہ بازاروں میں نیلام ہوتی۔ بدکاری وزناکاری کوئی معیوب شے نہ سمجھی جاتی۔ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کردیا جاتا، ازدواج کی کوئی حد نہ تھی۔ بھیڑ بکری کی طرح آدمی جتنی عورتیں رکھنا چاہتا بلا روک ٹوک رکھ لیتا۔ شراب تو عربوں کی گھٹی میں پڑی تھی۔ کوئی بزم اس وقت تک بارونق اور کوئی دعوت اس وقت تک مکمل نہ سمجھی جاتی جب تک اس میں شراب کے جام نہ چلیں۔ ہر گھر میکدہ تھا اور ہر فرد ساقی بھی اور میخوار بھی۔ جوا اور سٹہ بازی ان کے لیے فخر ومباہات کی چیزیں تھیں۔ سودخوری بھی یہودیوں کے فیض سے رائج تھی۔ مالدار افراد اور گھرانے سود کا کاروبار کرتے تھے۔ بعض قبیلوں نے چوری اور ڈاکہ زنی کو مستقل پیشہ بنا رکھا تھا۔ ورا سماج اوہام و

خرافات کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ خدا کے ساتھ شرک ان کا طرہ امتیاز تھا۔ خانہ خدا میں بھی تین سو ساٹھ بت نصب تھے۔ ہر قبیلہ کا بت الگ تھا۔ سب سے بڑا بت ''ہبل'' کعبہ کی چھت پر نصب تھا۔ ان بتوں کی پرستش ارکان حج میں داخل تھی۔ ان بتوں کو راضی رکھنے کے لیے انسانوں کی بلی دی جاتی۔ ان کے نام سانڈ چھوڑے جاتے۔ ان کے نام سے فال نکالی جاتی۔ شرک کے علاوہ بعض قبیلوں میں عاسائیت رائج تھی۔ کچھ قبیلوں میں یہودیت کا غلبہ تھا۔ بعض افراد مجوسی تھی۔ کچھ لوگ ستاروں کی پرستش کرتے، اس پر مستزاد ان کے دل و دماغ میں عجیب وغریب قسم کے عقائد راسخ ہو گئے تھے۔ مثلاً وہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانتے اور جنوں کو الوہیت کا درجہ دیتے تھے؛ گویا کہ عرب فکری لحاظ سے دیوالیہ ہو چکا تھا اور عملی اعتبار سے خواہش پرستی کی نچلی سطح پر پہنچ کر جانوروں کی سی زندگی بسر کر رہا تھا۔ (۴۲)

عہدِ نبویؐ سے قبل تعلیم وتربیت کا جائزہ:

عہد نبوی سے پہلے عرب میں کسی باقاعدہ نظام تعلیم کا سراغ نہیں ملتا، صرف زبانی تعلیم اور اس کے چند اداروں کا سراغ ملتا ہے۔ جس میں یہودی تعلیم دیا کرتے تھے۔ جس کسی نے بھی اسلام سے قبل کے ادیان کا مطالعہ کیا، یا ان کی مقدس کتب کا پڑھیں علم کی اہمیت کے حوالے سے اسلام کی عظمت پر اس کا ایمان بڑھ گیا۔ عہد نامہ جدید کے ''اسفار مقدسہ'' پڑھ ڈالیں یہ ممکن نہیں کہ ''عقل، فکر، نظر، برہان، حکمت یا ان سے مشتق دوسرے الفاظ یا اس مفہوم کو واضح کرنے والے اور الفاظ نظر سے گزریں۔ (۴۳)

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب لکھتے ہیں: یہودی سموال بن عادیا اور نصرانی شعراء کے دیوان ملتے ہیں۔ مدینہ منورہ کے یہودیوں نے ایک بیت المدارس قائم کر رکھا تھا جو نیم عدالتی اور نیم تعلیمی ادارہ ہوا کرتا تھا۔ (۴۴) عربوں کے متعلق معلومات کے جو ذرائع ہیں ان میں ان کے شعراء کا کلام آثار قدیمہ توریت انجیل اور قرآن ہیں۔ (۴۵) عربوں کی لکھی ہوئی جن تحریروں کا سراغ ملتا ہے ان میں جنگ بسوس کے موقع پر لکھا جانے والا مہلہل کا قصیدہ ہے۔ (۴۶) سبعہ معلقات ہیں۔ (۴۷) ابن قتیبہ کی روایت کے مطابق قبیلہ ہذیل میں ایک مدرسہ تھا، جہاں بچی سبق پڑھنے جاتی تھی، بازار عکاظ میں ہر سال ادبی چرچہ ہوتا تھا، غیلون بن سلمہ ثقفی ہفتہ میں ایک دن علمی وادبی مجلس قائم کرتا تھا۔ مکہ معظمہ کے ورقہ بن نوفل نے توریت وانجیل کا عربی میں ترجمہ کیا

تھا، دارالندوہ مشاورت اور قصہ گوئی کا مرکز تھا۔(۴۸) لیکن باقاعدہ کوئی تعلیمی نظام موجود نہ تھا۔ اس موضوع پر سب سے زیادہ تفصیلات تاریخ العرب قبل الاسلام میں ملتی ہیں۔صرف یہی نہیں بلکہ میرا دعویٰ ہے اسلام سے پہلے عام تعلیم کا کوئی تصور کسی بھی تہذیب میں رائج نہیں تھا۔ تعلیمی مراکز صرف عبادت خانے تھے اور ان میں تعلیم مخصوص افراد کو دی جاتی تھی۔ یورپ میں صرف اعلیٰ رتبہ کے ان افراد کو تعلیم دی جاتی تھی جو کلیسا سے وابستہ ہوتے تھے۔(۴۹) اسی طرح ہندو مذہب میں تعلیم صرف برہمن حاصل کرسکتا تھا۔(۵۰)

تعلیم کا مفہوم ماہرین کی نظر میں:

تعلیم کو انگریزی میں Education کا نام دیا جاتا ہے ایجوکیشن لفظ Educare یا Educatum سے ماخوذ ہے۔Educare سے مراد To Train , To Bring up یعنی تربیت دینا، پرورش کرنا اور نشوونما مراد لیے جاتے ہیں اور اس سے مراد بیرونی ضرورت کے تحت علم دینا یعنی معلومات کا جمع کر دینا ہے۔پس تعلیم کا مقصد فرد کو معلومات فراہم کرنے سے ہے ایسی معلومات جو فرد کی رہنمائی کرکے اس کے بیرونی تقاضوں کو پورا کر سکے اور فرد کی مخفی صلاحیتوں کو ابھار سکے۔ در اصل علم قدرت کی دی ہوئی صلاحیتوں اور ان خصوصیات کو بروئے کار لانے کے مواقع فراہم کرتی ہے جو نسل کو توارث سے ملتی ہے۔(۵۱) ماہرین تعلیم نے تعلیم کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

1. The process or art of imparting knowledge, skill and judgment; Facts, skills and ideas that have been learned, either formally or informally(52)

2. The act or process of imparting or acquiring general knowledge, developing the powers of reasoning and judgment, and generally of preparing oneself or others intellectually for mature life.OR The act or process of imparting or acquiring particular knowledge or skills, as for a profession(53)

امام راغب اصفہانی ؒ فرماتے ہیں:

العلم ادراك الشي بحقيقته و ذلك ضربان : احدهما ادراك

ذات الشئ والثانی الحکم علی الشیئ بوجود شیئ هو موجو ‌ نه اونفی شیئ هومنفی عنه (۵۴)

یعنی علم ‌ ن شئے کی حقیقت کے ادراک کا نام ہے اور یہ دوطرح ہے ایک ذات شئے کا ادراک او ‌ ‌ سرے کسی شئے پر ایسی کسی شے کی موجودگی کے باعث حکم لگانا جو اُس کے لئے موجو ‌ ‌ یا اس کی نفی کرنا جو اُس سے منفی ہے۔

علم انسانیت کی معراج، معرفت حق کا زینہ، روحانی اور مادی ترقی کا سرچشمہ، دینی و دنیوی مال کو اوج ثریا تک پہنچانے کا مؤثر ذریعہ، دنیاوعقبیٰ کی کامیابی کا موجب تہذیب و ثقافت کی روح رواں، انسانی دل ودماغ کی تعمیر اور ذہنی قوتوں کی نشوونما کا واحد ذریعہ ہے۔ قرآن کریم نےآپؐ کے دنیا میں بھیجے جانے کا مقصد ہی تعلیم کتاب و حکمت بیان کیا ہے۔(۵۵) اس موضوع پر اردوعربی انگریزی میں کئی ہزار کتب لکھی گئی ہیں۔(۵۶) علم ہی وہ صفت ہے جس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو دیگر پر فضیلت دی۔(۵۷) اسی علم کی بدولت حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کا تخت منگوایا۔(۵۸) اسی کی بدولت عام انسانوں کوایک دوسرے پر فضیلت ہے۔(۵۹) آپ ﷺ نے اس کی اہمیت کونمایاں کرنے کے لئے فرمایا **انما بعثت معلما** (۶۰) میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں اور علماء میرے وارث ہیں۔(۶۱) آپ ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت کے بعد مسجد کی تعمیر کی جس میں مدرسہ کا اجراء فرمایا، مکہ مکرمہ میں تین خفیہ درسگاہیں تھیں۔(۶۲) مدینہ میں درسگاہ صفہ کے علاوہ تین مساجد بنی زریق، قباء، بقیع الخضمات میں تعلیمی ادارے قائم کئے۔(۶۳) یہ سلسلہ پھیلتا گیا، حتیٰ کہ بقول قاضی اطہر مبارکپوری نوے درسگاہیں قائم ہوگئیں۔(۶۴) اوران درسگاہوں مین اس زمانہ کے جدید علوم کے ساتھ جدید زبانیں سیکھنے کی ترغیب بھی دی گئی، عمل کی اصطلاح عام طور پر دومعنوں میں استعمال ہوتی ہے۔

۱۔ رسمی تعلیم ۲۔ غیر رسمی تعلیم

ا۔رسمی تعلیم :لفظی مفہوم کے اعتبار سے رسمی تعلیم سے مراد ایسی تعلیم ہوتی ہے جو باقاعدہ طور اور منظم طریقے سے مختلف تعلیمی اداروں میں دی جاتی ہے اس کو ہم کنٹرولڈ بھی کہہ سکتے ہیں۔موجودہ جدید دور میں رسمی تعلیم کا رواج عام ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ موجود زمانے

میں قوموں کی معاشرتی زندگی اس قدر وسیع ہوگئی ہے کہ کوئی بھی فرد اس کے تمام پہلوؤں کا رسمی تعلیم کے بغیر احاطہ نہیں کرسکتا۔ اس لیے ہر معاشرہ اپنے افراد کے لیے منظم انداز میں ابتدائی سطح سے لے کر اعلیٰ تر سطح تک مختلف تعلیمی ادارے مثلاً اسکول کالج اور یونیورسٹیاں قائم کر کے تعلیم وتربیت کا بندوبست کرتا ہے۔

۲۔ غیر رسمی تعلیم : غیر رسمی تعلیم ایسی تعلیم کو کہتے ہیں جس میں باقاعدہ اگلے نصاب ، طریقہ ہائے تدریس اور امتحان وغیرہ کا تعین نہیں ہوتا بلکہ فرد مکمل طور پر اپنی مرضی سے غیر معین طور پر علم حاصل کرتا ہے۔ غیر رسمی تعلیم میں جن میں اخبارات ، ریڈیو، ٹی وی، فلمیں اور دیگر رسائل وغیرہ اہم ہیں وہاں کتب خانے بھی بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ (۶۵)

علم کی اقسام : جو علم حاصل ہوتا ہے اس کی علم کی دو اقسام ہیں ۱۔ علم نافع ۲۔ علم غیر نافع ، ابن ماجہ نے جابرؓ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: '' مجھ سے مفید علوم کے سلسلہ میں سوالات کیا کرو، اور فضول غیر نافع باتوں کے بارے میں سوال کرنے سے باز رہا کرو۔'' (۶۶)

جیسے دنیاوی علوم کے متعدد شعبے ہیں ایسے ہی دینی علوم کے بھی متعدد شعبے ہیں، ایک اعتبار سے دینی علوم کے جو چار شعبے ہیں وہ اس حدیث شریف میں اجمالاً بیان کئے گئے ہیں:

اَلْعِلْمُ ثَلَاثَۃٌ اٰیَۃٌ محکَمَۃٌ اَوْسُنَّتہٌ اَوْ فَرِیضَۃٌ عادلۃٌ وَمَا کَانَ سویٰ ذٰلك فھو فضلٌ. (۶۷)

علم تین ہیں: ﴿۱﴾ آیت محکمہ (قرآن کریم کی محکم اور غیر منسوخ آیت) ﴿۲﴾ سنۃ قائمہ، (صحیح سند کے ساتھ روایت کردہ صحیح متن حدیث)۔ ﴿۳﴾ فریضۃ عادلۃ (وہ فرض جو آیت وسنت کا مثل اور عدیل ہے ضرورت دین کی حیثیت سے یعنی اجماع اور قیاس) اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ زائد ہے (یعنی اُس پر دین کی اساس قائم نہیں ہے۔ دینی احکام کی بنیادیں یہی چار ہیں۔)

ایک دوسرے اعتبار سے علم دو طرح کا ہے: نظری وعملی، چنانچہ حضرت امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

والعلم من وجه ضربان نظری وعملی فالنظری ماذا علم فقد کمل نحوا لعلم بموجودات العالم و العملی مالا یتم الا بان یعمل کا العلم بالعبا دات. (۶۸)

علم ایک اعتبار سے دو طرح کا ہے: نظری وعملی۔ پس نظری وہ ہے کہ جب وہ علم حاصل ہو جائے تو بات پوری ہو جاتی ہے، مثلاً دنیا میں موجود چیزوں کا علم، اور عملی وہ ہے کہ جب تک اس پر عمل نہ کیا جائے وہ علم مکمل نہیں ہوتا۔ (کیونکہ وہ علم عمل کے لئے ہوتا ہے) جیسے عبادات (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج) کا علم)

مشہور محدث حضرت امام دارمی سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے مسند دارمی میں حضرت حسن بصری (۷۰) کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

العلم علمان فعلم فی القلب فذاك العلم النافع و علم علی اللسان فذلك حجة الله عزوجل علی ابن آدم. (۷۱)

علم دو طرح کا ہے: (ایک) وہ علم جو قلب میں ہو، ایسا علم (نور) ہے جس سے دوسروں کو نفع پہنچتا ہے۔ (علم باطنی) اور (دوسرا) وہ علم جو (صرف) زبان پر ہو۔ یہ ایسا (ظاہری) علم ہے جو ابن آدم پر اللہ عزوجل کی دلیل و حجت ہے (کہ اگر اس پر عمل نہ ہو تو پکڑ ہے)۔

حضرت محمد بن عثمان بن عمر البلخی حنفیؒ نے اپنی معرکۃ الآراء تالیف عین العلم میں علم کی اسی تقسیم کو ایک اور خوبصورت تعبیر دیتے ہوئے اس طرح بیان فرمایا ہے:

العلم علمان: علم المکاشفة فهو نور یظهر فی القلب فیشاهدبه الغیب ...... وعلم المعاملة وهو العلم بما یقرب الیه تعالیٰ وما یبعد منه تعالیٰ. (۷۲)

علم دو طرح کا ہے (ایک) علم المکاشفۃ، یہ علم ایسا نور ہے جو قلب میں ظاہر ہوتا ہے

اور انسان اس علم کے ذریعہ غیب کا مشاہدہ کرتا ہے اور (دوسرا) علم المعاملہ اور وہ ایسا علم ہے جو اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کرتا ہے۔

مغرب میں بھی علم نافع وعلم غیر نافع اور بعض علوم کی مضرتوں اور نقصانات کا تصور موجود ہے۔ چنانچہ انسائکلو پیڈیا برٹانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

> An education may be good or bad...... its goodness or badness will be relative to the virtue wisdom and intelligece of the educator, It is good only when it aims at the right kind of product and when the means it adopts are well adapted to secure the intended results and are applied intelligently, consistently and persistently. (73)

تعلیم وتربیت کے مقاصد:

اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کسی نہ کسی مقصد کی حامل ہے گویا انسان کا ہر فعل اپنی سوچ کے مطابق اور مقصد سے بھرپور ہوتا ہے انسان کوئی بھی عمل یا کام کرتا ہے تو وہ سوچتا ہے کہ اس عمل سے فلاں مقصد حاصل ہوگا۔ اسلامی نقطہ نظر سے تعلیم بجائے خود منزل نہیں، منزل کے حصول کے لیے ایک ذریعہ ہے۔ حقیقی منزل ان لوگوں کا نظریہ حیات اور تمدن وثقافت ہے، جن کی خدمت اسے کرنی ہے۔ اے این وائیٹ ہیڈ نے یہ کہہ کر اس نکتے پر زور دیا ہے کہ "تعلیم کی روح یہ ہے کہ وہ مذہبی ہو"۔ (۷۴) اسلام انفرادیت اور اجتماعیت دونوں کی حمایت کرتا ہے اور دونوں کے حسین امتزاج کو مدنظر رکھتا ہے اسلام کے نزدیک ہر فرد اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ اسلام کے نزدیک فرد کی اپنی شخصیت بھی ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک معاشرے کا رکن بھی ہے اور یہ احساس فرد میں تعلیم کے ذریعے ہی پیدا ہوتا ہے۔ علم کے مقاصد یہ ہیں۔

ا۔ علمی مقاصد تعلیم ب۔ انفرادی مقاصد

تعلیم ج۔معاشرتی مقاصد تعلیم

د۔اخلاقی مقاصد تعلیم ہ۔سیاسی مقاصد تعلیم

و۔معاشی مقاصد

اب ان مقاصد کو تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

درج ذیل علمی مقاصد تعلیم ہیں۔

ا۔رضائے الہی کا حصول، ۲۔حصول تقویٰ،۳۔سیرت و کردار کی تشکیل،۴۔علم میں اضافہ(۷۵)

درج ذیل انفرادی مقاصد تعلیم ہیں۔

ا۔حقوق وفرائض سے واقف ہونا،۲۔غور فکر کی تربیت ہونا،۳۔اخلاقی اور جمالیاتی ذوق کی تربیت ہونا، ۴۔جذبات کی تربیت ہونا،۵۔اسلامی اقدار کو اپنانا،۶۔شخصیت کی مکمل نشو ونما کرنا،۷۔معاشرتی ذمہ داریوں سے آگاہی(۷۶)

درج ذیل علمی معاشرتی مقاصد تعلیم ہیں۔

ا۔احترام انسانیت، ۲۔مساوات ،۳۔اخوت، ۴۔جذبہ حب الوطنی پیدا کرنا ۵۔امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ذمہ داری ،۶۔احترام روایات ، ۷۔تحقیق و تدقیق، ۸۔تعلیم نسواں کا اہتمام کرنا،۹۔قائدانہ صلاحیت پیدا کرنا،۱۰۔سب کو تعلیم حاصل کرنے کے مواقع فراہم کرنا(۷۷)

درج ذیل اخلاقی مقاصد تعلیم ہیں۔

ا۔عملی زندگی کی تربیت دینا،۲۔سیرت وکردار کی تعمیر، ۳۔مساوات کا درس، ۴۔اخلاقیات کی تربیت(۷۸)

درج ذیل سیاسی مقاصد تعلیم ہیں:

ا۔حاکمیت اعلیٰ،۲۔اطاعت الٰہی،۳۔حقوق،۴۔شخصی آزادی ۵۔معاشرتی تعلیمات کا فروغ، ۶۔معاشرے میں بہتر تعمیر نو،۷۔رائے اور آزادی مسلک، ۸۔فلاحی ریاست،۹۔احساس ذمہ داری(۷۹)

درج ذیل معاشی مقاصد تعلیم ہیں۔

۱۔کسب حلال ،۲۔حرمت سود،۳۔معاشی اخلاق ،۴۔زکوٰۃ کی ادائیگی ۵۔معاشی جدوجہد،۶۔معاشی خوشحالی ،۷۔پیشے کا صحیح انتخاب (۸۰)

اسلام دین فطرت ہے اسلام انفرادیت اور اجتماعیت دونوں کی حمایت کرتا ہے اور دونوں کا حسین امتزاج پیش کرتا ہے۔اسلام میں انفرادیت کو اہمیت حاصل ہے کیونکہ اسلام میں جابجا بتایا گیا ہے کہ ہر فرد اپنی جزا وسزا کا خود ذمہ دار ہوتا ہے اسے اپنے عمل کے لیے اللہ تعالیٰ کے روبرو جواب دینا ہوتا ہے۔قرآن مجید میں آتا ہے کہ ''وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ'' **ترجمہ** ''قیامت کے دن کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔''(۸۱)اس آیت مبارکہ سے یہ بات واضح ہوئی کہ ایک چیز ہے جو ہر جگہ فرد کی بھلائی کے کام میں آتی ہے جس کو عمل کہتے ہیں اگر عمل صالح ہوگا تو اس دنیا اور آخرت دونوں میں نجات حاصل ہوگی ورنہ ہر ایک اپنے اپنے اعمال کا حساب دے گا۔یہ احساس فرد میں تعلیم وتربیت کے ذریعہ پیدا ہوتا ہے۔

اسلام کے نزدیک تعلیم کا مقصد حقیقت کا علم بہم پہنچانا ہے اگر انسان اللہ تعالیٰ کو پہچان نہ سکے تو یقیناً اس نے تعلیم حاصل نہیں کی اس لیے تعلیم اس چیز کا نام ہے کہ انسان جو کچھ سیکھے اس کا اثر بھی قبول کرے اور غور وفکر بھی کرے۔قرآن پاک میں آتا ہے **اَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ـ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ـ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ـ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ** ـ(۸۲)**ترجمہ** ''تو کیا یہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بنائے گئے ؟آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بلند کیا گیا؟ پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے جمائے گئے؟اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بچھائی گئی؟''مسلمانوں کی تاریخ شاہد ہے کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کو ہمیشہ علم کا ذوق وشوق رہا اور وہ اپنے رسول ﷺ کے اس ارشاد پر عمل کرتے رہے کہ''علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔''(۸۳)

اسلام میں تعلیم اور تربیت دونوں کو یکساں اہمیت دی گئی ہے۔اسلام کے نزدیک''کتاب وحکمت''اور''تزکیہ نفس''تعلیم کے دو پہلو ہیں اور دونوں کو ساتھ ساتھ انجام دینا ضروری ہے۔یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے فرائض میں یہ دونوں باتیں یکساں طور پر شامل ہیں۔ارشاد ربانی ہے کہ''هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ''(۸۴)**ترجمہ** ''(اللہ)وہی تو ہے جس نے امیوں کے

درمیان خود انہیں میں سے ایک رسول مبعوث کیا، جو ان کو اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔"

علم ایمان کی بنیاد ہے اور ایمان تربیت کی اساس۔ تعلیم تزکیہ نفس کرتی ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے مقاصد جو قرآن حکیم نے بیان فرمائے ہیں وہ چار ہیں۔

۱۔ تلاوت آیات ۲۔ تزکیہ نفس ۳۔ تعلیم کتاب ۴۔ تعلیم حکمت

قرآن مجید مسلمانوں کا آئین اور ضابطہ حیات ہے اس کتاب پر عمل کرنے سے ہم دین و دنیا میں کامیاب اور کامران ہو سکتے ہیں۔ بحیثیت مسلمان ہر مسلمان کے لیے لازمی ہے کہ قرآن مجید سیکھے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرے۔ رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ "تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ (۸۵)

دین اسلام کی اصطلاح میں حدیث اس خبر کو کہتے ہیں جس کے ذریعے ہمیں رسول اللہ ﷺ کا کوئی قول، فعل یا تقریر معلوم ہو جائے۔ قرآن مجید کے احکامات کو واضح اور عملی طور پر حضور ﷺ نے کر کے دکھایا اس لیے جو عمل آپ ﷺ کے طریقے پر ہوں گے وہ مقبول عمل ہوگا اور جو عمل آپ ﷺ کے راستے سے ہٹ کر ہوں گے وہ غلط ہوں گے۔ اساتذہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ صحیح احادیث سے طلبہ کو واقف کرائے تاکہ تعلیم کا مقصد حاصل ہو سکے۔ (۸۶)

اسلام میں تبلیغ کو اہم مقام حاصل ہے۔ دینی و دنیاوی تعلیم کے حصول کے بعد اس اہم فریضہ کو سرانجام دے سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں اساتذہ پر زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ بچوں کو اچھی باتوں کا درس دیں اور بری باتوں سے روکیں یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تعلیم دے، اسلام نے اجتماعی زندگی کا شعور دیا ہے اور تعمیر انسانیت کی کوشش کی ہے اسلامی تعلیمات میں کردار سازی خاص اہمیت کی حامل ہے۔ تعلیم کے ذریعے رسول ﷺ کی زندگی کے ایسے پہلو پیش کیے جائیں جو طلبہ کی کردار سازی میں معاون ہو۔ (۸۷)

طلبہ کو اسلام کی صحیح تعلیم سے آگاہ کرنا آج کی سب سے بڑی ضرورت ہے آج صورتحال یہ ہے کہ بہت سے غلط عقائد اور بدعات مسلمانوں کی زندگی میں داخل ہیں اور انھیں دین کا ایک حصہ بنا لیا گیا ہے۔ اسلام کا خوبصورت چہرہ توہمات اور خرافات کے پیچھے چھپ گیا ہے اس بناء پر اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ نئی نسل کے سامنے اسلام کا اصلی حسین چہرہ کو اجاگر کیا جائے۔ رسول ﷺ کا فرمان ہے۔ "خبردار دین میں نئی باتوں سے بچ کر رہنا کیونکہ اس قسم کی

نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ کی آگ میں لے جائے گی۔"

اسلامی اقدار سے طلبہ کو روشناس کرانا اور ان کی محبت پیدا کرنا دین و دنیا کی ضرورت ہے۔آج کا دور ذہنی انتشار اور فکر بے راہ روی کا شکار ہے ذرائع ابلاغ اور مغربی نظریات کی یلغار نے نوجوانوں کے ذہنوں کو شل کر کے رکھ دیا ہے ان حالات میں اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ طلبہ کو مغرب کی ذہنی غلامی سے نکالا جائے یہ مقصد تعلیم کے ذریعے سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔(۸۸)

اس صفحہ ارضی پر انسان اللہ کی وہ شاہکار مخلوق ہے جس کا کوئی ثانی نہیں اس نے اسے احسن تقویم پر پیدا کیا اور صلاحیتوں سے مالا مال کیا تعلیم کے ذریعے ان صلاحیتوں کی نشوونما کی جائے (۸۹)

اسلامی نظام تعلیم پر ملی ضروریات کی تکمیل یعنی اسلامی تہذیبی اقدار کی منتقلی بھی لازم آتی ہے۔ یہ عمل نہ صرف اتحاد اور بلکہ غیر ملکی طاقتوں کے خلاف جذبہ جہاد بھی پروان چڑھائے گا ۔اسلامی تعلیم کا ایک مقصد ملی ضروریات کی تکمیل ہے۔(۹۰)

اسلام کی نظر میں تعلیم خود مقصود ہے، اسلام وہ واحد مذہب ہے جو تعلیم کو وسیلہ اور سبب نہیں، خود مقصد و مقصود قرار دیتا ہے اور اس کے حصول کو ایک دینی فرض (۹۱) مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں: ''دنیا نے علم کو ہمیشہ وسیلہ سمجھا، مگر مسلمانوں کی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے علم کو کبھی وسیلہ نہیں سمجھا بلکہ مقصد سمجھا، علم دین وسیلہ نہیں مقصد ہے، اس کو کسی وسیلے کے لئے حاصل نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس لئے حاصل کیا جاتا ہے کہ اس کا حصول فرض ہے، مسلمانوں نے کبھی بھی علم کو اس لئے حاصل نہیں کیا کہ اس کے ذریعہ سے معیشت حاصل کریں، یا کسی سرکاری منصب پر فائز ہوں گے، مسلمانوں نے ذریعہ معیشت کسی اور چیز کو بنایا اور علم کو صرف علم کے لئے سیکھا اور اسی کو مقصد بنایا''۔(۹۲)

اُمتِ مسلمہ کے فرائض اور ذمے داریوں کے حوالے سے مختصر جائزہ: اسلام پہلا مذہب اور تمدن (Culture) ہے، جس نے تعلیم کو ہر انسان کی بنیادی ضرورت قرار دیا ہے۔ جب کہ اس سے قبل یہ تصور موجود نہ تھا بلکہ ہر معاشرہ اور قبیلہ صرف اپنے اعلیٰ طبقے کی تعلیم پر قانع تھے اور وہ قبیلے کے سردار اور امراء وغیرہ (Upper Class) اور مذہبی پیشواؤں (Priestly Class) کی تعلیم و تربیت کو ضروری قرار دیتا اور اس کا اہتمام کرتا تھا، عام افراد اس تعلیمی نظام

سے خارج سمجھے جاتے تھے، انہیں طبقہ اشرافیہ کی طرح تعلیم حاصل کرنے کا حق نہ تھا۔(۹۳) یہاں تک کہ یونان اور چین کے ہاں بھی جنھوں نے علم وتمدن کے میدان میں نمایاں، بلکہ غیر معمولی ترقی کی، تمام انسانوں کی تعلیم کا کوئی تصور نہ تھا بلکہ وہ اہل علم کے ایک خاص طبقے کی تعلیم کے محرک اور داعی تھے۔ افلاطون بھی فلاسفہ اور اہل نظر کے ایک مخصوص طبقے ہی کو اس امتیاز سے نوازتا ہے۔(۹۴) اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے سب سے پہلے بلاتفریق طبقات و قبائل و بلاتخصیص مرد وزن سب کے لئے بلاامتیاز و بلااختصاص، عام تعلیم کا آوازہ بلند کیا اور نبی امی ﷺ نے فرمایا: طلب العلم فریضة علی کل مسلم (۹۵) علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے۔ یعنی تعلیم ہر چھوٹے بڑے امیر، غریب، مرد، وعورت اور کالے، گورے ہر ایک پر فرض ہے اس باب میں کسی طبقہ فکر کی نہ تو تخصیص ہے نہ امتیاز ہے۔

تعلیم وتربیت فرض ہے:

تعلیم چونکہ ہر انسان کی بنیادی ضرورت ہے اسی لئے ہر ایک پر اس کا حصول فرض ہے قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ۔(۹۶)

اور وہ وقت یاد کرو جب اللہ نے اہل کتاب سے عہد کیا کہ اس (کتاب) کا مطلب لوگوں سے ضرور بیان کرنا اور چھپانا مت۔

ان آیات میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے ذریعے اہل کتاب کے علما سے یہ عہد لیا تھا کہ جو احکام اور شہادتیں کتاب اللہ میں ہیں، ان کو صاف صاف کسی قسم کی کمی بیشی کے بغیر لوگوں تک پہنچائیں اور ان کی اشاعت میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کریں گے، مسلمان اہل علم کو بھی تنبیہ ہے کہ علوم دینی کے فروغ میں (جو ان پر فرض ہے) کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں، نہ انہیں چھپائیں۔(۹۷) اسی طرح حدیث میں علم کے حصول کو فرض قرار دیا گیا ہے۔(۹۸) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی باپ اپنے بیٹے کو اچھا ادب (سکھانے) سے بہتر عطیہ (تحفہ) نہیں دے سکتا۔(۹۹) یہ اس لئے ہے کہ تعلیم اسلام کی نظر میں فرض ہے اور اس فرض کی ادائیگی کے لئے ہر ممکن ذریعہ استعمال کیا جائے گا اس کا پہلا قدم گھر سے والدین کی نگرانی میں بچپن ہی

میں اٹھایا جائے گا۔امام قرطبی فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ ضرور کچھ نہ کچھ قرآن اور دینی مسائل سیکھے۔(۱۰۰) ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ علم سیکھو اور اسے لوگوں تک پہنچاؤ۔(۱۰۱)

تعلیم وتربیت انسانی ترقی کا ذریعہ ہے:

قرآن کے بقول تعلیم انسانی ترقی کا ذریعہ ہے۔قرآن حکیم نے فرمایا گیا: اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا۔(۱۰۲)

عظمت وجلال ربانی سے متاثر ہونا اور اس کے اثر سے ہیبت ماننا خشیت کا مفہوم ہے۔عظمت وجلال ربانی سے متاثر ہوکر اس کی بارگاہ میں جھکنا، ایمان کی قوت کا اعلیٰ ثمر ہے، قرآن کریم کی مختلف آیات میں کہیں مغفرت اور اجر کریم کا کہیں ہدایت پانے اور ہدایت قبول کرنے کا اور کہیں رضا الٰہی کے حاصل ہونے کا ذریعہ، اس خشیت الٰہی کو قرار دیا گیا ہے۔جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں بلند مراتب میں انسان کی بہبودی اور سعادت ابدی منحصر ہے۔ان سعادتوں کے مظہر خشیت الٰہی کو جب علم والوں کے ساتھ مخصوص فرمادیا گیا تو منطقی طور پر ساری سعادتیں علم کے دامن سے وابستہ ہوگئیں۔(۱۰۳) قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ ○ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ○ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ○ وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ (۱۰۴)

اور برابر نہیں نابینا اور بینا اور نہ ظلمتیں اور نور اور نہ سایہ اور لو اور برابر نہیں زندہ اور مردہ، معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی نظر میں علم بینائی ہے روشنی ہے، سایہ اور حیات ہے، جبکہ اس کے مقابل جہالت اندھاپن ہے، تاریکی ہے، اور موت ہے، غالباً اس سے زیادہ موثر پیرایہ بیان علم وجہل کے تقابل کا ہو ہی نہیں سکتا۔(۱۰۵)

علم وہ روشنی ہے جو دنیا سے جہالت کے اندھیروں کو ختم کرتی ہے۔علم کے نور سے منور ہوکر انسان 'انسان کامل' بنتا ہے اور اپنے اندر وہ صفات پیدا کرتا ہے جو انسانیت کی معراج کہلاتی ہے۔علم کی ہی بدولت انسان اپنی عقل کو استعمال کرتا ہے اور اسی عقل کو جس کی بناء پر وہ اشرف

المخلوقات کے عہدے پر فائز ہے اسی عقل کو استعمال کرتے ہوئے انسان علم کی رہنمائی حاصل کر کے نئی نئی سائنسی ایجادات کرتا ہے تعلیم وہ اہلیت ہے جو فرد کو معلومات اور عقل کے خزانے فراہم کرتی ہے جس کی تحت انسانی ترقی کو عام فرد تم پہنچایا جاسکتا ہے۔(۱۰۶)

تعلیم وتربیت کی اہمیت قرآن مجید کی روشنی میں:

قرآن پاک میں جابجا علم کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے اور مختلف اسلوب اور پیرائے میں اس کے حصول کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔جس قدر اہمیت اسلام نے تعلیم کی بیان کی ہے شاید ہی کسی مذہب میں بیان کی گئی ہو۔آپ ﷺ پر جو پہلی وحی نازل ہوئی وہ بھی پڑھنے ہی کے متعلق تھی۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ (١) خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ (٢) اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ (٣) الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (٤) عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (٥) **ترجمہ** ''(اے نبی ﷺ) پڑھیے اپنے پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو خون کے لوتھڑے سے ۔پڑھ تیرا پروردگار بڑا کریم ہے۔وہی اللہ ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا انسان کو وہ علم دیا جسے وہ جانتا نہ تھا''(۱۰۷) تعلیم کے حوالے سے قرآن مجید میں مزید ارشادات درج ذیل ہیں:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا (۱۰۸) **ترجمہ** ''اور (اللہ نے) آدم (علیہ اسلام) کو ساری چیزوں کے نام سکھائے''

وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا (۱۰۹) **ترجمہ** ''اور ہم نبیوں کو حکم اور علم عطا کیا''

يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (۱۱۰) **ترجمہ**: ''اللہ تعالیٰ درجات بلند فرماتا ہے انکے جو ایمان لائے اور ان کے جن کو علم ملا ہے''(۱۱۱)

ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ (۱۱۲) **ترجمہ**: ''قسم قلم کی اور تحریر کی جو لکھتے ہیں''

وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ (۱۱۳) **ترجمہ** ''اور اللہ کے بندوں میں کچھ لوگ ہیں جو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں بغیر اسکے کہ ان کے پاس کوئی علم نہیں''

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (۱۱۴) **ترجمہ** ''کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں''

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ دنیا کی کوئی قوم اور معاشرہ ترقی نہیں کرسکتا، جب تک اس میں تعلیم عام نہ ہو۔ تعلیم سے مراد ہے شیوع علم اور اس میں ہر قسم کی تعلیم شامل ہے۔ دینی اور دنیوی، بنیادی اور اعلیٰ، نظری اور عملی، تجربہ و تحقیق پر مبنی ہو یا عقل وفکر پر۔ تعلیم ہی کے عظیم ہتھیار کے ذریعے آئندہ نسلوں کی بہتر سے بہتر تربیت ہوسکتی ہے۔

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولاً مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُواْ تَعْلَمُونَ ○(۱۱۵)

اور ہم نے تمہارے درمیان ایک رسول (ﷺ) بھیجا ہے، جو تمہیں ہماری آیات پڑھ کر سناتا ہے، تمہارا تزکیہ کرتا ہے، تمہیں کتاب وسنت کی تعلیم دیتا ہے اور ایسی باتیں سکھاتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے تھے۔

اور اسلام میں علم کی یہ اہمیت کیوں ہے؟: اس لئے کہ صحیح علم کے بغیر آدمی اللہ تعالیٰ کو پہچان سکتا ہے اور نہ اس کائنات میں اپنی حیثیت کو۔

وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُوْلُواْ الألْبَابِ○(۱۱۶)

اور جو لوگ پختہ علم رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم (متشابہ آیات پر بھی) ایمان رکھتے ہیں کیونکہ سبھی طرح کی آیتیں اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہیں اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہوں۔

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ○(۱۱۷)

بے شک اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہوں۔

انسان کو تدبر کی دعوت دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ○(۱۱۸)

اے نبی (ﷺ) ان سے کہو کہ تم زمین میں گھومو پھرو اور دیکھو کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا۔

اور مسلمانوں کو مظاہر فطرت کے مشاہدے پر ابھارتا ہے:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِن مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ (۱۱۹)

بے شک آسمانوں اور زمین کا پیدا ہونا، دن اور رات کا بدلنا، سمندر میں کشتیوں اور جہازوں کا تیرنا اور ان سے لوگوں کا فائدہ اٹھانا، آسمان سے بارش کا برسنا اور اس کے ذریعے زمین کا زندہ ہو جانا، روئے زمین پر طرح طرح کے جانوروں کا پایا جانا، ہواؤں کا چلنا اور زمین و آسمان کے درمیان بادلوں کا حکم کے تابع ہونا، یہ ان لوگوں کے لئے اللہ کی کھلی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

اور مسلمانوں کو کائنات کی تعلیم دیتے ہوئے کہتا ہے کہ میں نے یہ سب کچھ تمہارے لئے ہی تو بنایا ہے:

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ۔ (۱۲۰)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے تمہارے لئے آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں کو مسخر کر دیا ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعاً (۱۲۱)

اور اسی (اللہ) نے تمہارے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے۔

اس میں تربیت وتزکیہ بھی شامل ہے یعنی تعلیم سے مقصود محض علم دینا نہیں بلکہ اس علم کے مطابق شخصیت کی عملاً تعمیر بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض گنوائے وہاں تعلیم کے ساتھ تزکیے کا ذکر ضرور کیا ہے، دیکھئے بطور مثال:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن

كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ۝ (۱۲۲)

بے شک اللہ نے اہل ایمان پر احسان کیا کہ انہی میں سے ان کے درمیان ایک رسول بھیجا جو انہیں اللہ کی آیات سناتا، ان کا تزکیہ کرتا اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس کی بعثت سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

انبیائے کرام میں سب سے اعلیٰ اور سب سے برتر مقام حضرت محمد ﷺ کا ہے۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام سے زیادہ علم وفضل عطا کیا اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو علم میں اضافے کے لئے تلقین کی اور ارشاد ہوتا ہے کہ وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا (۱۲۳) **ترجمہ** ''اور کہیے کہ اے میرے رب میرے علم میں اضافہ کر''

مندرجہ بالا آیات سے واضح ہوتا ہے اسلام میں علم کو بڑی اہمیت حاصل ہے حصول علم ہی سب سے مقدس فریضہ ہے قرآن پاک میں سب سے زیادہ اہمیت وافادیت علم ہی کو حاصل ہے۔

تعلیم وتربیت کی اہمیت احادیث کی روشنی میں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اتنا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے جس سے وہ حق و باطل میں تمیز کر سکے، چنانچہ حدیث کے الفاظ ہیں: **طلب العلم فریضۃٌ علی کل مسلم** (۱۲۴) ترجمہ: علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ لیکن اس سے یہ نہیں سمجھا جائے کہ اس حکم میں صرف دینی علم حاصل کرنا فرض قرار دیا گیا ہے بلکہ بنیادی علم یعنی لکھنا پڑھنا جاننا بھی اس سے مراد ہے، جس کی مثال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عربوں میں لکھنے پڑھنے کا رواج کم تھا اور مدینے میں بھی ایسے لوگ کم تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کمی کو پورا کرنے کا اتنا خیال تھا کہ بدر میں جو پڑھے لکھے قیدی تھے ان کا فدیہ یہ مقرر کیا گیا کہ وہ مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھادیں، چنانچہ حضرت زیدؓ بن ثابت جیسے عالم نے اس موقع پر ہی لکھنا پڑھنا سیکھا تھا۔

علم کی اہمیت احادیث میں کس قدر آئی ہے اس کی اہمیت کا اندازہ ہم درج ذیل احادیث سے کر سکتے ہیں۔ ''ماں کی آغوش سے لے کر قبر کی آغوش تک علم حاصل کرو'' (۱۲۵)

''جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے کسی رستے میں چلا اس کے لئے میں جنت کا راستہ آسان کردونگا اور میں دنیا میں جس کی دو آنکھیں چھین لوں گا جنت میں اس کو ان کا بدلہ دوں گا اور علم میں بڑھنا عبادت میں بڑھنے سے بہتر ہے اور دینداری کی جڑ پرہیز گاری ہے''۔(۱۲۶)

''جو آدمی حصول علم کے راستے پر نکلتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ اسان کر دیتا ہے، اگر کوئی کوئی گروہ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو اور وہاں یہ لوگ اللہ کی کتاب کو پڑھیں اور افہام و تفہیم کی خاطر باہمی گفتگو کریں تو فرشتے انہیں ڈھانپ لیتے ہیں، اللہ کی طرف سے ان پر سکینت نازل ہوتی ہے، اس کی رحمت ان پر چھا جاتی ہے اور اللہ ان کا تذکرہ اپنے بندوں سے کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔'' (۱۲۷) ''طلب علم کے لیے جدوجہد کرنے والے پر فرشتے اس قدر خوش ہوتے ہیں کہ اس کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔ عالم کی عظمت یہ ہے کہ زمین و آسمان کی ہر چیز اس کے لیے بخشش کی دعا کرتی ہے۔ یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں بھی اس کے لیے دعا گو ہوتی ہیں۔ اور ایک اہل علم کو ایک عبادت گزار پر اس طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح چاند کو دوسرے تمام ستاروں کے مقابلے میں حاصل ہے اور علماء انبیاء کے ورثاء ہیں۔ انبیاء اپنی وراثت میں درہم و دینا نہیں چھوڑتے بلکہ ان کا ورثہ علم ہوتا ہے۔ جو آدمی اس ورثہ سے حصہ پالے یقیناً اس نے بہت بڑی دولت پالی۔'' (۱۲۸)

اے ابوذر تمہارا کسی کو ایک قرآنی آیت کی تعلیم دینا ایک سو نفل نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے۔ (۱۲۹)

عالم کو عبادت کرنے والے پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جیسے چاند کو تمام ستاروں پر فضیلت حاصل ہے۔(۱۳۰)

نبی کریم ﷺ کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر ہوا، ان میں سے ایک عالم تھا دوسرا عابد، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عالم کی فضیلت و برتری عابد پر ایسے ہے جیسے تم میں سے ادنیٰ آدمی پر مجھے فضیلت حاصل ہے۔(۱۳۱)

''ایک عالم کی عابد پر فضیلت اس طرح ہے جس طرح چودھویں رات کے چاند کی برتری دوسرے ستاروں پر ہوتی ہے۔'' (۱۳۲)

ایک فقیہ (عالم) شیطان کے مقابلے میں ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے (۱۳۳)

''جو علم کی طلب میں گھر سے باہر نکل گیا وہ جب تک واپس نہیں آتا اللہ کی راہ میں ہوتا ہے۔(۱۳۴)

''جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستوں میں سے کسی راستہ پر لے جاتا ہے۔''(۱۳۵)

''تعلیم دو اور آسانی پیدا کرو اور مشکل نہ کرو''(۱۳۶)

''بلا شبہ اللہ اور اس کے فرشتے اور آسمانوں اور زمین والے یہاں تک کہ اپنے بلوں میں چیونٹیاں اور مچھلیاں بھی لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والوں کے لیے دعائے خیر کرتی ہیں''(۱۳۷)

''طلب علم کی خاطر ایک صبح یا شام کا نکلنا اللہ کے نزدیک جہاد فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ افضل ہے۔''(۱۳۸)

''علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ اور فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ''(۱۳۹)

''حکمت کی بات مومن کی گمشدہ متاع ہے وہ اسے جہاں پائے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے''(۱۴۰)

''رات کی ایک گھڑی میں علم کا باہم تکرار و تدارس پوری رات عبادت میں گزارنے سے بہتر ہے۔(۱۴۱)

تجھے اس حال میں صبح کرنی چاہیے کہ تو عالم ہو، علم سننے والا ہو یا علم سے محبت رکھنے والا ، اگر کوئی پانچویں صورت اختیار کی تو ہلاک ہو جائے گا۔ عطاء کہتے ہیں کہ مجھ سے مسعر نے کہا: پانچویں چیز کا اضافہ کیا جو ہمارے ہاں نہیں اور پانچویں یہ ہے کہ علم اور اہل علم سے بغض رکھے۔''(۱۴۲)

''انسان جب مرتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں باقی رہتی ہیں۔ صدقہ جاریہ، ایسا علم جس سے بعد کے لوگ متمتع ہوں یا صالح فرزند جو اس کے لیے دعا کرے۔''(۱۴۳)

''سب سے بڑا سخی اللہ تعالیٰ ہے اس کے بعد سب انسانوں میں سب سے بڑا سخی میں ہوں اور میرے بعد سب سے بڑا سخی وہ شخص ہے، جس نے علم حاصل کیا پھر اس کو پھیلایا یہ شخص

قیامت کے دن تنہا ایک امت کے برابر ہوگا۔(۱۴۴)

''اللہ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے مجھ سے سنا پھر اسے پہنچایا جس طرح سنا۔ پس بسا اوقات جسے بات پہنچائی جائے وہ سننے والے سے زیادہ حفاظت کرنے والا ہوتا ہے''(۱۴۵)

دراصل انسان اسی وقت انسان کہلانے کا مستحق ہے جب وہ اپنے اعمال سے یہ ثابت کردے کہ وہ اعلیٰ صفات کا مالک ہے اور ہر ملنے والا اس سے خوش ہو۔ یہی انسانیت کی معراج ہے اور یہی وہ فضیلت ہے جس کی بناء پر انسان کو اشرف المخلوقات کہا گیا ہے۔ اسی چیز کو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے صراحت سے بیان فرمایا ہے کہ'' لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (۱۴۶) **ترجمہ**: ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا ہے۔

ابن العربی فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے انسان سے بڑھ کر کوئی خوبصورت چیز پیدا نہیں کی، اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے اسے ان عظیم صفات سے متصف فرمایا، اسے حی، عالم، قادر، صاحب ارادہ، معلم، سننے والا، صاحب بصیرت مدبر اور حکیم بنایا''۔(۱۴۷)

تربیت کا مفہوم ماہرین کی نظر میں:

تربیت کے لغوی معنی پالنا پوسنا، زیادہ ہونے اور بڑھنے کے ہیں، یا نشوونما اور غذا دینے کے ہیں۔ لہٰذا ''رب'' کی اصل تربیت ہے۔ جس کے معنی ہیں ایک چیز کی نشوونما ہونا ایک حال سے دوسرے حال میں ڈھلتے ہوئے پورا ہو جانا، اس لیے عربی میں تربیت پر کہا جاتا ہے: ربــــہ، ربـاہ، ربیـہ اس نے پرورش کی (۱۴۸)۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ باپ نے اپنے بیٹے کی پرورش کی اور اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اس نے اس کو غذا دی اور وہ نشوونما پانے لگا۔ یعنی اس کی حفاظت، رعایت کی اور پرورش کی (۱۴۹)

نشوونما، غذا دینا اور رعایت کا مفہوم صرف کھانے پینے تک محدود نہیں ہے، یعنی (عملیہ مادیہ) ہی نہیں بلکہ مکمل عملی ہے اور مربّی (جس کی پرورش وتربیت کی جائے) کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو شامل رکھے۔ چاہے وہ روحی ہوں یا عقلی یا بدنی۔ اس لیے تربیت کے اہم معانی ہیں، تہذیب، بلندی، رفعت مکانی، ترقی اور روح و عقل و جسم کا تزکیہ، سب شامل ہیں (۱۵۰)۔ ''تربیت عملیہ'' ایک معتدل، مکمل روح، عقل اور جسم کے تمام پہلوؤں میں صفات

عالیہ سے مزین ایک شخصیت کی تشکیل کا نام ہے۔ جو اجتماعی معاشرے میں مقام حاصل کر سکے(۱۵۱)

انسان کی تربیت قدرتی بھی ہوتی ہے اور گردوپیش کے حالات ومشاہدات سے بھی دوسروں سے سیکھ کر بھی اور لکھ پڑھ کر بھی۔ لیکن تربیت کی اصل ذمہ داری ایک فرد کی اپنی ہی ہے۔ تربیت کے عمل میں یہ سب سے پہلا اور بنیادی سبق ہے جو ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہیے۔ ہم جیسا بھی بننا چاہیں، وہ اپنی کوشش سے اور اپنے عمل سے بنیں گے۔(۱۵۲) اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بہت واضح اور صاف طور پر بیان فرمادیا ہے کہ آدمی کے حصے میں وہی کچھ آتا ہے جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے۔ وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ (۱۵۳)"اور یہ کہ انسان کے لیے کچھ نہیں مگر وہ جس کی اس نے سعی کی ہے"

تربیت کے عمل میں سب سے پہلے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ یہ عمر، یہ زندگی، یہ جسم، یہ جان، اگر میں تاجر ہوں تو میری یہ دکان اور کاروبار اور اگر میں کسان ہوں تو میری یہ کھیتی، اس میں جو کچھ پیدا ہوگا، جو فصل اگے گی، وہ میرے ارادے اور کوشش سے ہی اُگے گی۔(۱۵۴)

قرآن مجید میں کہا گیا ہے کہ: "وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُم مَّشْكُورًا "(۱۵۵)**ترجمہ**:اور جو آخرت کا خواہش مند ہو اور اس کے سعی کرے جیسی کہ اس کے لیے سعی کرنی چاہیے اور ہو وہ مومن تو ایسے ہر شخص کی سعی مشکور ہوگی۔"

ایک بات کی وضاحت ہم شروع ہی میں کردیں کہ جن معنوں میں ہم آج کل تربیت کا لفظ بولتے ہیں ان کے لیے قرآن وسنت نے تزکیہ نفس کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اسی چیز کو ہم تعمیر سیرت وکردار بھی کہتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں تعلیم اگر جسم ہے تو تربیت اس کی روح ہے، اس لحاظ سے تربیت کے بغیر تعلیم کا تصور اور حصول مقصد ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مقاصد بعثت نبوی ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے: يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ (۱۵۶) کہہ کر نبوت کا فریضہ قرار دیا کہ تعلیم کے ساتھ طلبہ کی تربیت بھی کریں، آپ ﷺ معلم کے ساتھ مربی بھی تھے، تربیت کا لفظ اضافہ، اصلاح اور اہل بنانے کے معنی میں آتا ہے۔(۱۵۷) بقول بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ رفتہ رفتہ کمال تک پہنچانا۔(۱۵۸) یہی امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔(۱۵۹) انگلش میں تربیت کے لئے Training (۱۶۰) کا لفظ آتا ہے۔ لہٰذا تربیت کی تعریف یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے

اندر جو فطرت سلیمہ اور متنوع استعداد و دیعت کی ہے اس کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق حفاظت کرنا اور اس میں رفتہ رفتہ اضافہ کرنا یہاں تک کہ وہ درجہ کمال تک پہنچ جائے۔ تربیت کا موضوع انسان ہے، اس سے غرض یہ ہے کہ انسان کائنات کی ذمہ داریوں کو (تعلیمات نبویہ ﷺ) کی روشنی میں ادا کرے۔ (۱۶۱) مغرب میں تربیت ثانوی درجہ کی چیز ہے اس لئے وہ اسے ہم نصابی سرگرمیاں Extra Curricular یا Co-Curricular Activities کہتے ہیں (۱۶۲)۔ تعلیم میں تربیت کی اہمیت کا اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کے مقاصد بعثت میں سب سے اہم مقصد قرار دیا گیا ہے۔ (۱۶۳) قرآن کریم کی متعدد آیات میں تربیت کے ماخذ تعلیمات نبویہ ﷺ ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت۔ یہ تربیت شریعت پر عمل کر کے اللہ کی عبادت کر کے تعلیمات نبوی ﷺ کا مطالعہ کر کے حاصل ہوسکتی ہے۔ (۱۶۴)

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی تخلیق کی اور پھر اس نے انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا۔ اور پھر بنی نوع انسان کی معاشرتی، ذہنی، جذباتی، جسمانی، نفسیاتی، معاشی، مذہبی تربیت کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے جنھوں نے ان باتوں کے متعلق فہم و آگاہی عطا کی جو انسانیت کی فلاح و بقاء کے لیے لازم ہیں ان باتوں کا ادراک عطا کیا جو اسے تباہی کی طرف لے جاتی تھیں انسان کو اللہ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے نیک و بد کا فرق سمجھایا۔

مغرب تو مغرب افسوس کی بات تو یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاں بھی تزکیہ و تربیت کا تصور مسخ ہو چکا ہے۔ اب ہمارے ہاں مذہبی حلقوں میں تزکیہ و تربیت کا تصور محض اتنا ہے کہ آنکھیں بند کر کے سر جھکا کر اللہ ہو کی ضربیں لگائی جائیں۔ دوسرے لفظوں میں ذکر اور عبادات کی کثرت، جہاں تک عقائد، معاملات اور اسلامی اخلاق و آداب کا تعلق ہے انہیں عملاً تزکیہ و تربیت کا جزو نہیں سمجھا جاتا بلکہ مسلم عوام و خواص کا ذوق اتنا بگڑ چکا ہے کہ وہ اسے محض چند مظاہر تک محدود سمجھتے ہیں، خواہ دیگر اسلامی احکام کی صریح خلاف ورزی ہو رہی ہو جیسے نماز نہ پڑھنا یا صاف ستھرا نہ رہنا وغیرہ۔ سنت نبوی ﷺ سے تزکیہ و تربیت کا جو مفہوم ہماری سمجھ میں آتا ہے وہ نفس انسان کی ایسی تربیت ہے جو اس کی ساری صلاحیتوں اور قوتوں کو اطاعت رب کا خوگر بنا دے اور اسے رضائے الٰہی کی منزل تک لے جائے، یعنی انسانی صلاحیتوں کی بہترین نشو و نما، زندگی کے ہر معاملے اور ہر جزیے میں (خواہ وہ زندگی کا انفرادی پہلو ہو یا اجتماعی اور خواہ داخلی پہلو

ہو یا خارجی) نفس، انسانی کی ایسی تربیت کہ اللہ کے احکام کی اطاعت، خواہ ان کا تعلق عقائد سے ہو یا عبادات سے اور خواہ اخلاق و آداب سے ہو یا معاملات سے، اس کے لیے مرغوب بن جائے اور اللہ کی خوشنودی ورضا اس کی غایت الغایات بن جائے۔ (۱۶۵)

تعلیم وتربیت کے مآخذ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہیں۔ جب ہم قران مجید کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر واضح ہوتا ہے کہ سب سے پہلا اور حقیقی معلم خود اللہ تعالیٰ ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ

وَعَلَّمَ آدَمَ الأَسْمَاء كُلَّهَا (۱۶۶) **ترجمہ**: (اور اللہ تعالیٰ نے) آدم کو ساری چیزوں کے نام سکھائے۔ اسی طرح سورہ رحمٰن کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ کے معلم اول ہونے کو اس طرح پیش کیا گیا ہے۔ الرَّحْمَنُ (۱) عَلَّمَ الْقُرْآنَ (۲) خَلَقَ الْإِنسَانَ (۳) عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (٤) (۱۶۷) **ترجمہ**: رحمٰن نے اس قرآن کی تعلیم دی اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔ حضرت محمد ﷺ پر جو سب سے پہلی وحی نازل ہوئی ان میں اللہ تعالیٰ کے معلم ہونے کا ذکر ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (٤) عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (٥) (۱۶۸) **ترجمہ**: جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا۔ انسان کو وہ علم دیا جسے وہ جانتا نہ تھا۔ مندرجہ بالا آیات قرآنی سے واضح ہوتا ہے کہ معلم اول اور معلم حقیقی خود اللہ تعالیٰ ہے ج نے اپنی رحمت اور مہربانی سے انسان کو علم کی دولت سے سرفراز کیا۔

خاتم رسل، محسن انسانیت، حضرت محمد ﷺ کے سیرت مطہرہ کے بہت سے زریں پہلو ہیں اور ان میں سے ایک انتہائی عظیم پہلو یہ ہے کہ اللہ کریم نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرماتے ہوئے آپ ﷺ کو معلم بنا کر مبعوث فرمایا۔ قرآن کریم میں دعائے خلیل علیہ السلام بایں الفاظ ذکر کی گئی ہے۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ العَزِيزُ الحَكِيمُ **ترجمہ**: اے ہمارے رب؟ انہی میں سے ایک رسول ان کی طرف مبعوث فرمائے جو ان کے لیے آپ کی آیات تلاوت کریں، انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیں اور ان کا تزکیہ نفس کریں۔ یقیناً آپ بڑے زبردست اور حکمت والے ہیں۔" (۱۶۹) مندرجہ بالا آیات سے چند باتیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ ا۔ رسول کا پہلا کام اپنی امت کے سامنے تلاوت آیات ہے یعنی اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچانا گویا رسول اللہ ﷺ کی حیثیت "مبلغ اعظم" کی ہے۔ ۲۔ رسول کا کام محض تبلیغ

و پیام رسانی پر ختم نہیں ہوتا بلکہ اس کا کام اس کی تعلیم کا بھی ہے۔اس تعلیم کے اندر کتاب کی شرح و ترجمانی بھی شامل ہے گویا رسول اللہ ﷺ کی دوسری حیثیت ''معلم اعظم'' کی ہے۔۳۔امت کو حکمت و دانائی کی تلقین، احکام و مسائل، دین کے قاعدے اور آداب سکھانا بھی رسول کے فرائض میں شامل ہے۔گویا رسول کی تیسری حیثیت ''مرشد اعظم'' کی ہے۔۴۔رسول اللہ ﷺ کا ایک فریضہ لوگوں کا ''تزکیہ نفس'' کرنا ہے۔رسول اللہ ﷺ اخلاق کی پاکیزگی اور نیتوں میں اخلاص پیدا کرنے پر بھی زور دیتا ہے۔گویا رسول کی چوتھی حیثیت ''مصلح اعظم'' کی ہے۔(۱۷۰) یہاں حکمت سے کیا مراد ہے؟ نامور مفسر و مجتہد حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس کی تفسیر حلال وحرام کا فہم، دینی تفقہ اور فقہی بصیرت سے کی ہے۔(۱۷۱) قرآن مجید میں کئی اور جگہوں پر رسول اللہ ﷺ کے متعلق اسی طرح ارشادات فرمائے۔

۱۔ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولاً مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُواْ تَعْلَمُونَ (۱۷۲)

ترجمہ: جس طرح ہم نے تمہارے درمیان خود تم میں ایک رسول بھیجا جو تمہیں ہماری آیات سناتا ہے تمہاری زندگیوں کو سنوارتا ہے، تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

۲۔ لَقَدْ مَنَّ اللّهُ عَلَى الْمُؤمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبْلُ لَفِي ضَلالٍ مُّبِينٍ (۱۷۳)

ترجمہ: درحقیقت اہل ایمان پر اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہیں میں سے ایک ایسا رسول مبعوث فرمایا، وہ ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں، انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتے ہیں اور اس سے پہلے وہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے۔

''

۳۔ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (۱۷۴)

ترجمہ: وہی (اللہ) ہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں، انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم

دیتے ہیں۔ بے شک وہ لوگ ان کی بعثت سے قبل صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔"

مندرجہ بالا بیان سے یہ خوبی واضح ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دیگر حیثیات کے ساتھ آپ ﷺ کی ایک اہم حیثیت "معلم" کی ہے۔ آپ ﷺ لوگوں کو تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ بہتر تربیت دیتے، ان کی اخلاقی اور معاشرتی خرابیں دور کر کے انہیں اچھا اور پاکیزہ بناتے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود بھی اپنے آپ کو معلم بتایا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ "بلا شک وشبہ مجھے اللہ تعالیٰ نے جھڑکنے والا بنا کر مبعوث نہیں فرمایا، بلکہ مجھے آسانی کرنے والا معلم بنا کر بھیجا ہے۔"(۱۷۵)

تعلیم وتربیت پر متعدد عوامل اثر انداز ہوتے ہیں ان میں سے خاص خاص یہ ہیں۔

بچوں کے بناؤ اور بگاڑ پر سب سے زیادہ اثر انداز والدین ہوتے ہیں کیونکہ بچوں کی شخصیت میں وہی رنگ وروغن بھرتے ہیں۔ شکل وصورت کی طرح ان کے اخلاق وعادات، خیالات ومعتقدات، جذبات ومیلانات تک پر والدین ہی کا پرتو پڑتا ہے۔ بچے جو کچھ والدین خصوصاً ماں کی گود میں سیکھ لیتے ہیں، ساری زندگی اس کی گہری چھاپ برقرار رہتی ہے اسی لیے تربیت کی اصل ذمہ داری انہی پر ڈالی گئی ہے اور ضمن میں براہ راست اور سب سے زیادہ انہیں سے باز پرس ہوگی۔(۱۷۶)

تعلیم وتربیت کا اولین اور اہم ترین ادارہ گھر ہے۔ پیدائش سے لیکر چار پانچ سال کی عمر تک بچے کی ساری چلت پھرت گھر کی چہار دیواری تک محدود رہتی ہے۔ گھر کے افراد اور گھریلو ماحول کا جو اثر بچہ قبول کرتا ہے وہ بہت ہی دور رس اور انتہائی اہم ہوتا ہے۔ یہیں وہ اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا، بات چیت کرنا غرض سب کچھ سیکھتا ہے یہیں اسے وہ حقیقی محبت وشفقت، ہمدردی وتعاون اور آسائش وناز برداری نصیب ہوتی ہے جو اس کی تربیت وپرورش کے لیے نہایت ضرری ہے۔(۱۷۷)

تعلیم وتربیت پر اثر انداز ہونے والا تیسرا سب سے مؤثر عامل مدرسہ ہے۔ بچوں کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو ہم آہنگی کے ساتھ پروان چڑھانے کی ذمہ داری اسی کے سپرد ہوتی ہے۔ بچے جو کچھ مدرسے کے باہر سیکھتے ہیں اس میں نہ تو کوئی نظم وضبط ہوتا ہے اور نہ ترتیب، مدرسہ ایک منظم ادارہ ہوتا ہے جو باصلاحیت اساتذہ کی مدد سے ایک خاص نظم وترتیب کے ساتھ بچوں کو تعلیم دیتا ہے اور ان کی سیرت وشخصیت کو سنوارتا ہے۔ یہاں بچے کی سیرت و

شخصیت پر جو نقوش ثبت ہوتے ہیں وہ زندگی بھر قائم رہتے ہیں۔(۱۷۸)

یہ چوتھا اہم عامل ہے۔ بچوں کی تعلیم و تربیت پر ان کے ماحول کا بھی بہت گہرا اثرا پڑتا ہے۔ بچہ جس جغرافیائی ماحول میں رہتا ہے جس طرح کے مناظر سے دو چار ہوتا ہے، جس طبقے سے تعلق رکھتا ہے، جن بچوں کے ساتھ کھیلتا کودتا اور اٹھتا بیٹھتا ہے ان سب کا مجموعی اثر قبول کرتا ہے۔ ماحول اگر اچھا ہو تو مدرسہ اور گھر دونوں کی کوششیں بار آور ہوتی ہیں ورنہ دونوں کو بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ بسا اوقات بھلے گھروں کے بچے اور معیاری مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ بھی باوجود ہر طرح کی کوششوں کے برے ماحول کا شکار ہو جاتے ہیں اور ان کی اٹھان مطلوبہ نہج پر نہیں ہو پاتی۔(۱۷۹)

انسان عموماً اپنے ماحول اور معاشرہ ہی کی پیداوار ہوتا ہے، بہت کم افراد ایسے انقلابی ذہن کے ہوتے ہیں یا براہیمی نظر رکھتے ہیں جو اپنے گردو پیش سے بلند ہو کر کچھ سوچ اور فکر کر سکیں۔ معاشرے میں جن چیزوں کو چلن ہوتا ہے افراد بھی شعوری یا غیر شعوری طور پر انہی کو اپنا لیتے ہیں۔ آج کے معاشرے میں متعدد عناصر سرگرم عمل نظر آتے ہیں اور افراد پر اپنے اچھے برے نقوش ثبت کرتے رہتے ہیں۔(۱۸۰)

مملکت کا دائرہ اختیار دن بدن وسیع تر ہوتا جا رہا ہے۔ اجتماعی امور سے آگے بڑھ کر اب وہ انفرادی زندگیوں میں بھی دخل دینے لگی ہے اس کے وسائل و ذرائع بہت وسیع ہیں۔ شہریوں کی زندگی کا کوئی شعبہ اس کے اثرات سے خالی نہیں۔ چنانچہ تعلیم و تربیت کا بھی یہ سب سے بڑا اور سب سے مؤثر عامل ہے۔(۱۸۱)

آپ ﷺ نے جس مثالی نظامِ تعلیم کی بنیاد رکھی اس کے مراکز مساجد و مدارس تھے، یہ ادارے اسلام کے آغاز ہی سے وجود میں آ گئے تھے، کچھ کا تعلق مکہ سے تھا کچھ کا مدینہ سے اور کچھ ادارے بیرون ممالک میں تھے جیسے آج کل بہت سے اداروں کا بیرونی یونیورسٹیوں سے الحاق ہوتا ہے، ان میں سے کچھ درسگاہیں فل ٹائم کے لئے تھیں کچھ پارٹ ٹائم کے لئے جیسے آج کل صبح و شام کے اسکول و کالجز موجود ہیں۔

مکی درسگاہیں یہ تھیں:

ا۔پہلی درسگاہ ابوبکرؓ نے اپنے گھر کے صحن میں بنائی جس میں نماز پڑھتے اور قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔(۱۸۲) ۲۔دوسری فاطمہؓ بنت خطاب کی درسگاہ جہاں میاں بیوی کو حضرت خبابؓ قرآن کریم کی تعلیم دیتے تھے۔(۱۸۳)(اسے ٹیوشن سینٹر اور کوچنگ سینٹر سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے۔) ۳۔تیسری درس گاہ دارارقمؓ تھی جسے ارقم نے کوہ صفا پر قائم کیا تھا جہاں نومسلموں کو اسلام کی تعلیم دی جاتی تھی۔(۱۸۴)

مدنی درس گاہیں یہ تھیں:

ا۔پہلی مسجد بنی زریق میں تھی، یہاں حضرت رافعؓ تعلیم دیتے تھے۔(۱۸۵) ۲۔دوسری مسجد قباء میں تھی جس میں سالمؓ امامت و تدریس فرماتے تھے۔(۱۸۶) ۳۔تیسری نقیع الخضمات میں تھی جہاں حضرت مصعبؓ استاذ تھے۔(۱۸۷)

مسجد نبوی ﷺ اور درس گاہ اصحاب صفہ:

ان درسگاہوں کا تعلق آغاز اسلام سے ہے بعد میں اور بے شمار درسگاہیں قائم ہوئیں ہجرت کے بعد سب سے عظیم درس گاہ مسجد نبوی ﷺ تھی، گویا یہ پہلی باقاعدہ یونیورسٹی تھی، جہاں اصحاب صفہ مستقل حصول علم کے لئے قیام کرتے تھے جیسے آج کل ہاسٹل ہوتے ہیں۔حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے بعد ہمارے درمیان بیٹھ جاتے تھے اور ہم آپ سے اسلامی علوم پر سوالات کرتے تھے۔(۱۸۸) گویا صبح سے تدریس کا آغاز ہو جاتا تھا۔اصحاب صفہ کی تعداد عام طور سے ساٹھ ستر ہوتی تھی، تقریباً چار سو افراد کے نام شمار کرائے گئے ہیں، قاضی اطہر ؒ نے ۱۰۰ افراد کی فہرست پیش کی ہے۔(۱۸۹) جسے دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے یہاں تعلیم کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں تھی، اسی طرح یہاں تعلیم حاصل کرنے والے فارسی، رومی، حبشی، ہندی، یمنی غرض ہر قوم و نسل کے افراد تھے۔(۱۹۰) اس درسگاہ کے طالب علم مرد بھی تھے خواتین بھی صحیح الجسم بھی تھے اور معذور و نابینا افراد بھی۔(۱۹۱) بہت سے افراد وفود کی شکل میں علم حاصل کرنے آتے اور پھر علم حاصل کرکے اپنے علاقوں میں واپس جاکر علمی خدمات بجالاتے ان وفود میں وفد عبدالقیس، وفد ثقیف، وفد خولا، وفد تجیب، وفد سلامان،

وفد عبدالقیس، وفد تمیم، وفد بجیلہ، وفد نخع، وفد مزینہ کے تذکرے ملتے ہیں، ان وفود میں چند افراد سے لے کر چار سو افراد تک کی تعداد بیان کی گئی ہے۔(۱۹۲) خود آپ ﷺ بھی مختلف قبائل و علاقوں میں علماء کو تدریس کے لئے بھیجا کرتے تھے، جیسے جدیلہ کے دو قبائل عضل اور قارہ کے مطالبہ پر چھے علماء مرثد بن ابی مرثد ؓ کی سربراہی میں بھیجے۔(۱۹۳) اہل یمن کے مطالبہ پر حضرت علیؓ کو معلم بنا کر بھیجا۔(۱۹۴) پھر ابو عبیدہؓ کو بھیجا۔(۱۹۵) ان کے بعد معاذ بن جبلؓ وغیرہ کو بھیجا۔(۱۹۶) آپ ﷺ کے زمانہ سے بہت سے صحابہ نے اپنی اپنی درسگاہیں فروغ علم کے لئے قائم کر لیں تھیں۔ ایسی تقریباً نوے درسگاہوں کا تذکرہ قاضی اطہر صاحب ؒ نے تفصیل سے کیا ہے۔(۱۹۷)

لفظ ''معلم'' کا ماخذ عربی زبان کا سہ حرفی لفظ ''علم'' (ع ل م) ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کو سمجھنا اور اس سے واقفیت حاصل کرنا یہ سمجھ اور واقفیت مسلسل غور و فکر اور تجربے سے حاصل ہوتی ہیں اس طرح معلم کے معنی ہوں گے علم دینے والا سمجھانے والا اور واقف کرانے والا خبر دینے والا اسی بات کو یوں کہہ سکتے ہیں کہ معلم وہ جو سننے والے کے ذہن کو متحرک رکھے اور اسے نئی معلومات فراہم کرے اسے وہ سب کچھ بتائے جو وہ نہیں جانتا۔(۱۹۸) حضور اکرم ﷺ نے خود بھی اپنے آپ کو ''معلم'' بتایا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ **انما بعثت معلما ترجمہ** ''بے شک مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے''۔ نبی اکرم ﷺ بہترین اور مثالی معلم تھے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات ہمارے لیے حرز جان اور قابل تقلید و اطاعت ہیں۔ بلاشبہ آپ ﷺ کو اللہ نے ایک عظیم معلم بنا کر مبعوث فرمایا چنانچہ یہ عظیم معلم و مربی، جس کے چشمہ تعلیم و تربیت سے چند قطرے حاصل کرنے کے لیے لاتعداد اقوام نے اس دین محمدی کا انتخاب کیا اور دنیا کے گوشے میں ایسی سینکڑوں اقوام موجود ہیں جو رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہ کرامؓ کی اتباع اور ان کی بتائی ہوئی راہ پر چلنے کے لیے ہمہ تن اطاعت اور فرماں برداری کے لیے کمر بستہ رہتی ہیں۔(۱۹۹)

علم نافع کی ترسیل کا کماحقہ وہی کر سکتا ہے جس میں معلمانہ صفات موجود ہوں، صحیح مسلم نے حضرت عیاض سے طویل حدیث نقل کی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: **أَلَا اِنَّ رَبِّي أَمَرَنِي أَنْ أُعَلِّمَكُمْ مَا جَهِلْتُمْ**۔ (۲۰۰) مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ جو علم اس نے مجھے سکھایا ہے وہ میں تمہیں سکھاؤں۔ فرمایا جو علم کو چھپاتا ہے (طلبہ کو نہیں دیتا)

قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔(۲۰۱) بخاری ومسلم میں سعید بن جبیر سے حضرت موسیٰ وخضر علیہم السلام کے حوالہ سے طویل حدیث منقول ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک سائل کے جواب میں یہ جملہ کہہ دیا **أنا أعلم** اللہ کو یہ جملہ ناپسند آیا پھر انہیں خضر علیہ السلام کے ذریعہ اس طرف توجہ دلائی کہ اللہ اعلم اللہ زیادہ جاننے والا ہے(۲۰۲) اور دنیا میں کوئی بھی اعلم نہیں ہوسکتا۔ **وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ** (۲۰۳) ہر صاحب علم پر کوئی نہ کوئی صاحب علم موجود ہے۔ یہی وجہ ہے آپ ﷺ ہمیشہ دعاء فرمایا کرتے تھے کہ:

اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِيْ بِمَا عَلَّمْتَنِيْ وَعَلِّمْنِيْ مَا يَنْفَعُنِيْ وَزِدْنِيْ عِلْماً

(۲۰۴) **ترجمہ:** اے اللہ مجھے جو علم عطا کیا ہے اس سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما اور جو علم نافع ہو وہی مجھے عطا فرما اور میرے علم میں اضافہ فرما۔

اسی طرح آپ دعا فرماتے تھے کہ: **اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ** ۔ (۲۰۵) غیر نافع علم سے پناہ مانگتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا معلم مجاہد کی طرح ہے۔(۲۰۶) مجاہد اسلحہ کے ذریعہ عالم علم کے ذریعہ جہاد کرتا ہے، قاضی اطہر مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طالب علموں کے بارے میں پیش گوئی فرما کر ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے اور دین کی تعلیم دینے کی تاکید فرمائی تھی، ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا تھا:

ضرت عمرؓو بن عاص اہل قریش کے حلقہ سے گزرے اور کہا کہ تم لوگوں نے ان لڑکوں کو کیوں نظرانداز کر رکھا ہے؟ ایسا نہ کرو، ان کے لئے مجلس میں گنجائش نکالو اور ان کو حدیث سناؤ اور سمجھاؤ، یہ صغارِ قوم ہیں، عنقریب کبارِ قوم ہو جائیں گے، تم لوگ بھی صغارِ قوم تھے اور آج کبارِ قوم ہو۔(۲۰۷)

حضرت حسن بن علیؓ اپنے لڑکوں اور بھتیجوں سے کہتے تھے کہ تم لوگ علم حاصل کرو، آج صغارِ قوم ہو، کل کبارِ قوم بن جاؤ گے، تم میں سے جو یاد نہ کر سکے وہ لکھ لے۔(۲۰۸)

حضرت ابوسعیدؓ خدری جب اپنی مجلس میں نوجوان طلبہ کو آتے ہوئے دیکھتے تو نہایت والہانہ انداز سے ان کا استقبال کرتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو مرحبا ہو آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا تھا کہ میرے بعد لوگ تمہارے پاس حدیث کی طلب میں آئیں گے تم ان کے ساتھ لطف وکرم کا معاملہ کرنا اور ان کو حدیث کی تعلیم دینا، حسن سلوک

سے پیش آنا۔ مجلس میں ان کے لئے جگہ نکالنا، اس کے بعد ان نوجوانوں کو مخاطب کر کے کہتے تھے: **فانکم خلوفنا، وأھل الحدیث بعدنا۔** (۲۰۹) تم لوگ ہمارے بعد ہمارے جانشین اور حدیث کے عالم بنو گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جب نوجوان طالب علم کو دیکھتے تو کہتے تھے: **مرحبا بینا بیع الحکمة ومصابیح الظُلَم خلقان الثیاب جدد القلوب حیس البیوت ریحان کل قبیلة۔** (۲۱۰) **ترجمہ**: مرحبا حکمت و دانائی کے سرچشمے، اندھیروں کے چراغ، پرانے کپڑے، نئے دل والے، گھروں کی زینت، اور ہر قبیلہ اور ہر خاندان کے گل بوٹے

خلاصہ بحث:

اسلام سراپا علم بن کر آیا اس نے جہالت سے اٹی ہوئی انسانیت کو معرفت الٰہی کا عنوان دیا اور یہ بتایا کہ انسان کوئی عمومی سطح اور کمتر حیثیت کا حامل نہیں بلکہ اس کو اللہ نے شرفیت اور خلافت سے نوازا وہ اس لیے تخلیق نہیں ہوا کہ سورج، چاند ستاروں کی پرستش کرے اور نہ اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے پتھر کے آگے جبیں سرنگوں کرے بلکہ اسلام نے اس کو معرفت دی کہ کائنات اس کے لیے تخلیق کی گئی ہے۔ وہ علم حاصل کرے اور تسخیر کرے۔ اسلام کی رو سے انسان نے اپنے سفر کا آغاز تاریکی جہالت سے نہیں کیا بلکہ اس کے سفر کا آغاز روشنی سے ہوا اور یہ علم دینے والی ہستی کوئی اور نہیں خود رب العزت کی ذات پاک تھی جو تمام علوم کا سرچشمہ ہے۔

جب پیغمبر اسلام ﷺ کی مکہ میں ولادت باسعادت ہوئی تو دنیا کی سیاسی صورتحال پیچیدہ اور گھمبیر تھی۔ مرکزیت کا فقدان تھا۔ ہر حصے کی کیفیت دوسرے سے مختلف تھی۔ ایک طرف اگر روم کی بازنطینی اور ایران کی ساسانی عظیم سلطنتیں تھیں تو دوسری طرف ان گنت چھوٹی چھوٹی مملکتیں اور ریاستیں دنیا بھر میں بکھری ہوئی تھیں۔ ان سب میں حبشہ کی حکومت کے عربوں سے قریبی تعلقات تھے۔ اس وقت مکہ ایک چھوٹی سی شہری ریاست کی حیثیت رکھتا تھا جبکہ مدینہ میں کوئی مرکزی انتظامیہ یا حکومت کا وجود نہ تھا۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے مصداق بدنظمی کا دور دورہ تھا خانہ بدوش قبائل پورے جزیرہ نما عرب میں مصروف سفر رہتے تھے۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ دنیا کی کوئی قوم اور معاشرہ ترقی نہیں کر سکتا جب

تک اس میں تعلیم عام نہ ہو تعلیم سے مراد ہے تمام علوم اس میں ہر قسم کی تعلیم شامل ہے دینی اور دنیوی بنیادی اور اعلیٰ، نظری اور عملی، تجربہ و تحقیق پر مبنی ہو یا عقل و فکر پر۔ اللہ تعالیٰ نے آخری نبی کے طور پر جس شخص کا انتخاب کیا وہ لکھنا پڑھنا نہ جانتا تھا لیکن اس کے باوجود اس نے اپنے اس پیغمبر پر پہلی وحی بھیجی تو اسے پڑھنے ہی کا حکم دیا۔ پیغام ہدایت بھیجنے والا بھی معلم اور العلیم اور جو پیغام بھیجا گیا وہ یہ ہے کہ ''پڑھو'' اور پھر ڈیوٹی یہ لگائی کہ ''دوسروں کو پڑھاؤ'' چنانچہ اس پیغمبر کی ساری عمر تعلیم میں ہی گزر گئی اور تحدیث نعمت اور اظہار حقیقت کے طور پر فرمایا کہ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

حضرت محمد ﷺ کا پیغام دنیا میں پہلا اور آخری پیغام ہے ہے جو کالے، گورے، عرب و عجم اور مشرق و مغرب سب کے لیے عام ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ دنیا کا الہ ہے اور جملہ مخلوقات کا رب ہے اسی طرح پیغمبر اسلام بھی تمام دنیا کا رسول ہے اور ساری کائنات کے لیے رحمت ہے اور معلم اعظم ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو مسلمانوں کے لیے بالخصوص اور انسانیت کے لیے بالعموم کامیابی کی ضمانت اور نجات و خلاصی کا زینہ ہے۔ بحیثیت قائد آپ ﷺ نے اپنی رعایا سے پردے میں رہ کر زندگی نہیں گزاری بلکہ سفر و حضر میں صحابہ کرام کے شریک رہے۔ جو اپنی ذات کے لیے پسند کیا اس سے بہتر دوسروں کو دے دیا خود بھوکے رہے دوسروں کو کھلایا۔ اپنے آپ کو پیسے کے بغیر رکھا دوسروں میں درہم و دینار بانٹتے رہے۔ سفر میں جب ساتھی کی باری آتی تو اسے سواری پر بٹھاتے۔ کبھی اپنے صحابہ کرامؓ کو کسی معاملے میں اندھیرے میں نہیں رکھا۔

رسول اکرم ﷺ نے دور اول میں تعلیم و تربیت کا ایک ایسا نظام وضع کیا اور اس پر عمل بھی کیا جس کے نتیجے میں ایک اعلیٰ اور باصلاحیت نسل پروان چڑھی جس نے معاشرے کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا چونکہ ''تھوڑے ہی دنوں کی تعلیم و تربیت سے اگر ایک طرف خالد بن ولیدؓ ابو عبیدہ بن الجراحؓ، سعد بن وقاصؓ، سلمان فارسیؓ، وغیرہم جیسے فاتحین عالم اور سپہ سالار پیدا ہو گئے جنہوں نے قوی سے قوی اور مضبوط سلطنتوں کے تختے الٹ دیئے تو دوسری طرف ابو بکر بن ابی قحافہؓ عمر بن خطابؓ، عثمان بن عفانؓ جیسے سیاسی جہاں باں بنا دیئے گئے۔ اگر ایک طرف ابو ذر غفاریؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عمرو العاصؓ جیسے زہاد و عباد و تارک الدنیا بن گئے تو دوسری طرف حکیم بن حزامؓ عبدالرحمٰن بن عوفؓ جیسے اعلیٰ تاجر تیار ہو گئے اگر ایک طرف حضرت علی بن ابی

طالبؓ، زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن عباسؓ جیسے قاضی اور جج تیار ہو گئے تو دوسری طرف ابو ہریرہؓ انس بن مالکؓ، عبداللہ بن مسعودؓ جیسے پروفیسران علوم موجود ہو گئے۔"یعنی آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو اس قدر علوم اور عصری شعور سے بہرہ مند کیا کہ انہوں نے آنے والے ادوار میں پوری دنیا کو نئے تمدن اور جاندار تہذیب کی طرف بلایا اور بہترین سیاسی، سماجی اور معاشی نظام کا تصور عطا کیا۔اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین کو جو نظریہ تعلیم دیا اس میں دین اور دنیا کی تقسیم کا تصور نہیں تھا۔یعنی ایک صحابی جہاں ایک امام کی حیثیت سے مسجد میں فرائض انجام دے سکتا تھا تو دوسری طرف وہ ملکی سیاسی نظام کو چلانے اور پالیسیاں بنانے میں اتنا ہی ماہر بھی تھا۔

اسلام نے علم کی جس قدر اہمیت بیان کی ہے شاید ہے کسی اور مذہب میں اس قدر اہمیت بیان کی گئی ہوگی۔ اسلام نے کبھی بھی کسی شے کو مذہب سے متصادم قرار نہیں دیا جبکہ عیسائیت نے علم کو مذہب سے متصادم قرار دیا ہے۔اس کے خلاف اعلان جنگ کیا۔جس شخص کو انہوں نے تحصیل علم اوراس کی تدریس وتعلیم میں منہمک دیکھا اسے یا تو ختم کر دیا یا مستوجب سزا وتعزیر قرار دے دیا۔راجر بیکن کو شیطانی علم کا پرچار قرار دیا گیا اور کلیسا کی جانب سے سنائی گئی سزا کے مطابق اسے ۲۴ سال جیل میں گزارنے پڑے۔ اسی طرح گلیلیو گلیلی اور کوپرنیکس Copernicus (۱۴۷۳ءتا ۱۵۴۳ء) کو بھی اپنے افکار ونظریات کے عیسائیت سے متصادم ہونے کے باعث بے پناہ مصائب ذآلام کا سامنا کرنا پڑا۔

تعلیم امت کا کام آپ ﷺ کے بنیادی فرائض منصبی میں سے تھا۔آپ ﷺ نے براہ راست صحابہ کرامؓ کو تعلیم دی اور بالواسطہ آپ ﷺ ساری امت کے معلم ہیں۔خیر کی تعلیم دینے والے رسول اللہ ﷺ باوجود یہ کہ امتی تھے، نہ پڑھ سکتے تھے نہ لکھنے پر قدرت رکھتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وہ عظیم علم عطا فرمایا تھا جس میں کوئی فرد آپ ﷺ کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نادر روزگار یکتائے بشریت شخصیت کا مالک بنا کر انسان کی ہدایت اور رہنمائی کی نعمت کی تکمیل فرمادی۔اس دنیا میں تعلیم وتربیت کا درس دینے والے معلم کا حق تھا کہ اس کے بیان میں حسن وجمال، زبان میں فصاحت وبلاغت، گفتگو میں قوت وپختگی پائی جائے۔انداز بیاں دلکش وشیریں ہو، اشاریہ وکنایہ میں لطف ومحبت کی چاشنی ہو جس سے روح کو تابانی عطا ہو، کشادہ دلی اور رقت قلب پیدا ہو، شفقت ومہربانی کی فراوانی ہو پختی حکمت و

مصلحت پر مبنی ہو۔ ہوشیار و متنبہ کرنے کی عظیم تاثیر پائی جاتی ہو جو آپ ﷺ کی ذہانت کی بلندی، بے پناہ لطیف عنایت، لوگوں کے ساتھ نہایت شفقت ونرمی کی آئینہ دار۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ کلیات اقبال/ علامہ محمد اقبال/ لاہور/ مکتبہ جمال/ ۲۰۰۴ء

۲۔ غار حرا مکہ مکرمہ سے تین کلومیٹر فاصلے پر واقع ہے جہاں پر رسول اللہ ﷺ کی پہلی وحی نازل ہوتی ہے

۳۔ سورہ العلق/ آیت نمبر۱

۴۔ وحی کے لغوی معنی دل میں چپکے سے کوئی بات ڈالنا اور اشارہ کرنے کے ہیں۔ اسلامی اصطلاح میں اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ پیغام ہے جو اس نے اپنے کسی رسول کی طرف فرشتے کے ذریعے نازل کیا یا براہ راست اس کے دل میں ڈال دیا، یا کسی پردے کے پیچھے سے اسے سنوا دیا۔ دیکھیے سورہ الشوریٰ/ آیت نمبر۵۱

۵۔ تفصیل کے لیے دیکھیے سورہ البقرہ

۶۔ سورہ العلق/ آیت نمبر۴

۷۔ سورہ البقرہ/ آیت نمبر۳۱

۸۔ سورہ لبقرہ/ آیت نمبر۳۴

۹۔ سورہ طہٰ/ آیت نمبر۱۱۴

۱۰۔ سالنامہ المومنات/ حیدرآباد دکن/ انڈیا/ ۲۰۰۰

۱۱۔ پیغمبر اسلام ﷺ اور اخلاق حسنہ/ حافظ زاہد علی/ لاہور/ راحت پبلیشرز/ ۲۰۰۵/ص ۲۹

۱۲۔ مقصد بعثت انبیاء علیہم السلام کی جامعت وہمہ گیریت/ پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری/ لاہور/ منہاج القرآن پرنٹرز/ص ۱۳

۱۳۔ اسلامیات/ پروفیسر حسن الدین ہاشمی/ لاہور/ انڈس پبلیشنگ ہاؤس/ص ۲۳

۱۴۔ سورہ توبہ/ آیت نمبر۳۳

۱۵۔ سورۃ آل عمران ۳۱

۱۶۔ صحیح مسلم/ حدیث نمبر ۶۴۷

۱۷۔ سورہ سورۃ الاحزاب/ آیت نمبر۲۱

۱۸۔ سورہ النساء/ آیت نمبر۵۹

۱۹۔ سورہ الاعراف/ آیت نمبر ۱۵۸
۲۰۔ صحیح مسلم/ کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ/ دہلی/ نور محمد کارخانہ تجارت کتب/ ج ا/ ۱۹۳۰ء/ ص ۱۹۹
۲۱۔ پیر کرم شاہ الازہری/ نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم اخلاق/ نقوش رسول نمبر/ لاہور/ ج ۴/ لاہور/ ۱۹۸۳ء/ ص ۲۴۵
۲۲۔ مولانا سید سلیمان ندوی/ خطبات مدراس/ لاہور/ اظہار سنز/ ۱۹۷۶/ ص ۴۱
۲۳۔ سورہ احزاب/ آیت نمبر ۴۰
۲۴۔ سورہ سبا/ آیت نمبر ۲۸
۲۵۔ سورہ الاحزاب/ آیت نمبر ۲۱
۲۶۔ مولانا ابوالکلام آزاد/ قرآن کا قانون عروج وزوال/ لاہور/ طیب پبلیشرز/ ص ۹
۲۷۔ سورہ آل عمران/ آیت نمبر ۸۵
۲۸۔ سورہ المائدہ/ آیت نمبر ۳
۲۹۔ شان محمد ﷺ/ میاں عابد احمد/ لاہور/ ادارہ ادب وثقافت/ ص ۱۱
۳۰۔ قاضی سلیمان منصور پوری/ رحمۃ للعالمین/ لاہور/ الفیصل ناشران/ ص ۳۴۳
۳۱۔ سورۃ الشعراء، آیت ۱۹۴، ۱۹۵۔
۳۲۔ دکتور محمد بکر اسماعیل، ''دراسات فی علوم القرآن''، دار المنار للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۹ شارع الباب الأخضر، میدان الحسین القاھرہ مصر، اشاعت اول ۱۹۹۱ء، صفحہ ۳۲
۳۳۔ ڈاکٹر عبد الکریم زیدان، ''اصول الدعوۃ''، مطبعۃ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، اشاعت ۳، ۱۹۹۳ء، صفحہ ۵۲ ومابعد مزید سید شمس الحق افغانی، ''علوم القرآن''، امجد اکیڈمی ۴۰ اُردو بازار لاہور، صفحہ ۶۷
۳۴۔ سورۃ الحجر/ آیت ۹۔
۳۵۔ سورہ بقرہ/ ۱۸۵، سورہ نساء/ ۱۰۵، سورہ انعام/ ۹۰، سورہ ص/ ۸۷، سورہ الزمر/ ۴۱، سورہ القلم/ ۵۲، سورہ مدثر/ ۳۱، سورہ عبس/ ۱۱، سورہ التکویر/ ۲۷،
۳۶۔ سورہ الانعام/ ۹۰
۳۷۔ سورہ یوسف/ آیت نمبر ۱۰۴، سورہ ص/ آیت نمبر ۸۷
۳۸۔ سورہ القلم/ آیت نمبر ۵۱
۳۹۔ تاریخ اسلام از شاہ معین الدین ندوی۔ مطبوعہ دار المصنفین۔ اعظم گڑھ

۴۰۔ تہذیبیں/ سید عین الحق/ کراچی/ علمی بک ڈپو/ ۱۹۶۷ء/ ص ۱۶۶

۴۱۔ تشکیل انسانیت/ رابر بریفالٹ مترجم عبدالمجید سالک/ لاہور/ مجلس ترقی ادب/ ص ۸۸

۴۲۔ اسلامی تمدن وتاریخ/ پروفیسر عثمان غنی/ لاہور/ لکی بک سینٹر/ ص ۱۱

۴۳۔ رسول اکرم ﷺ اور تعلیم/ ڈاکٹر یوسف القرضاوی مترجم ارشاد الرحمان/ لاہور/ دار التذکیر/ ص ۱۱

۴۴۔ ماہنامہ نقوش سیرت نمبر مقالہ عہد نبوی ﷺ کا نظامِ تعلیم ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ادارہ فروغ اردو لاہور ۱۹۸۳ء، ج/۴، ص/۱۱۷،

۴۵۔ شرر، عبدالحلیم، تاریخ اسلام حیدر باد دکن ۱۹۲۵ء، ج/۱، ص/۱۲،

۴۶۔ طلحہ حسین، ڈاکٹر ادب الجاہلی، ترجمہ محمد رضا انصاری، مطبوعہ دہلی ۱۹۴۶ء، ص/۶۴،

۴۷۔ یہ قصائد بے شمار مطالع سے متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکے ہیں۔ ڈی لیسی اولیری/ مترجم یاسر جواد/ لاہور/ نگارشات/ ۲۰۱۰ء

۴۸۔ ماہنامہ نقوش سیرت نمبر، مقالہ عہد نبوی ﷺ کا نظام تعلیم، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ادارہ فروغ اردو لاہور ۱۹۸۳ء، ج/۴، ص/۱۱۶۔۱۱۷،

۴۹۔ نور احمد، مولوی مسلمانوں کے تہذیبی کارنامے مترجم رحمان مذنب، فیروز سنز کراچی، طبع اول ۱۹۷۱ء، ص/۱۰۰،

۵۰۔ Encyclopedia Survey of Hinduism by Benjamin walker New Delhli 1983, Vol:1. P230

۵۱۔ تعلیم اور اس کا ارتقاء/ سید ساجد حسین/ کراچی/ کفایت اکیڈمی/ ص ۲۹

(52)(en.wiktionary.org/wiki/education)

(53)(http://dictionary.reference.com/browse/education)

۵۴۔ الراغب الاصفہانی، حسین بن محمد بن المفصل المفردات فی غریب القرآن، مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ء، ص/۳۴۳،

۵۵۔ سورۂ الجمعۃ/۲، سورۂ آل عمران/۱۶۲، سورۂ بقرہ/ ۱۲۹

۵۶۔ دیکھئے مقالہ شیر نوروز خان اسلام اور تعلیم کتابیات سہ ماہی فکر ونظر اسلام آباد، ج/ ۳۷ ش/ ا، جولائی ستمبر ۱۹۹۹ء

۵۷۔ سورۂ بقرہ/ ۳۳ اور ۳۳

۵۸۔ سورۂ النمل/ ۴۰۔

۵۹۔ سورۃ المجادلۃ/۱۱، اور ۴۶
۶۰۔ ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید سنن ابن ماجۃ بیروت دار الحیاء التراث العربی ۱۳۹۵ھ، ص/۸۳، ج/۱، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم۔
۶۱۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث صحیح سنن أبوداؤد محمد ناصر الدین البانی مکتبۃ العربیۃ الدول الخلیج ۱۴۰۹ھ، ص/۶۹۴، ج/۲، حدیث نمبر ۹۶، اور صحیح البخاری، ص/۱۸۹، ج/۱
۶۲۔ بخاری، محمد بن اسماعیل صحیح البخاری کتاب الکفالۃ باب جوار أبی بکر اور سیرت بن ہشام، ص/۳۴۴، ج/۱، اور سیرت طیبہ ص/۳۰۱، ج/۱
۶۳۔ ابن حجر عسقلانی الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، ص/۹۰، ج/۲، فتوح البلدان لبلاذری، ص/۱۵۶، اور ۴۵۹، اور سیرت ابن ہشام، ص/۴۳۴، ج/۱
۶۴۔ مبارکپوری، قاضی اطہر، خیر القرون کی درسگاہیں اور ان کا نظام تعلیم وتربیت، ص/۱۴۶ تا ۳۳۴۔
۶۵۔ تعلیم کی فلسفیانہ وعمرانیاتی بنیادیں/محمد اشرف خرم/کراچی/اردو اکیڈمی سندھ/ص ۱۵۱
۶۶۔ ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۳۸۴۳،
۶۷۔ الخطیب، شیخ ولی الدین مشکوۃ المصابیح مطبوعہ کراچی، ۱۳۶۸ھ/ص ۳۳،
۶۸۔ اصفہانی، امام راغب، المفردات فی غریب القرآن، ص/۳۴۳،
۶۹۔ یہ مسند دارمی کے مصنف عبداللہ بن عبدالرحمن بن الفضل ہیں۔
۷۰۔ اس سے مراد حسن بصری معروف صوفی ہیں۔
۷۱۔ الخطیب، شیخ ولی الدین مشکوۃ المصابیح، ص/۳۷،
۷۲۔ محمد بن عثمان بن عمر الحنفی عین العلم، ص/۱۶،
۷۳۔ Encyclopaedia Britannica 1768. VoL-7, P 964.
۷۴۔ فن تعلیم وتربیت/افضل حسین/لاہور/اسلامک پبلی کیشنز/ص ۷۵
۷۵تا۸۰۔ علم کے ذرائع/عائشہ منصور/کراچی/گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن فیڈرل بی ایریا/ص ۱۸۔۲۲
۸۱۔ سورہ الانعام/آیت ۱۶۴
۸۲۔ سورہ الغاشیہ/آیت نمبر ۱۷ تا ۲۰
۸۳۔ محمد بن یزید ابن ماجہ/السنن ابن ماجہ/ج ۱/ص ۸۱
۸۴۔ سورہ الجمعہ/آیت نمبر ۲

۸۵۔ رواہ البخاری وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ

۸۶تا۹۰۔ کتاب تعلیم/ سلطان جہاں/ کراچی/ آزاد پبلیشرز/ص ۵۵

۹۱۔ خطاب طلبائے دیوبند ۱۹۵۵ء

۹۲۔ ڈاکٹر شیر بہادر خان پنی، مولانا ابوالکلام آزاد، ص ۷۶۔

۹۳۔ Encyclopedia of Britanica 1984 6/317,318

۹۴۔ اسلامی نظریہ حیات، ص ۴۲۹۔

۹۵۔ ابن ماجہ ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینی، السنن، دارالمعرفہ بیروت ۹۸، ج ۱، ص ۹۷، رقم ۲۲۴، ہیثمی نورالدین علی بن ابوبکر، مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۳۳۲، رقم ۴۷۲، ۴۷۳، طبرانی، المعجم الکبیر، رقم ۱۰۴۳۹۔

۹۶۔ القرآن سورۃ ال عمران، آیت ۱۸۷۔

۹۷۔ ابن کثیر، ابوالفد، اسماعیل، تفسیر القرآن العظیم، عیسی البابی الحلبی مصر، ج ۱، ص ۴۳۶۔

۹۸۔ ملاحظہ کیجئے حوالہ نمبر ۳۵۔

۹۹۔ ترمذی ابوعیسی محمد بن عیسی، الجامع السنن، دارلفکر بیروت ۴۹، ج ۳، ص ۳۸۳، رقم ۱۹۵۹، بیہقی، ابوبکر احمد حسین شعب الایمان، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۰ء، ج ۲، ص ۲۵۶۔

۱۰۰۔ قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، ج ۳، ص ۱۲۱-۱۴۱۔

۱۰۱۔ دارمی، ج ۱، ص ۸۴، رسم ۲۲۱، الدارقطنی علی بن عمر، السنن، مدینہ منورہ، ج ۴، ص ۸۲۔

۱۰۲۔ القرآن سورۃ فاطر، آیت ۲۸۔

۱۰۳۔ مولانا محمد حبیب الرحمٰن خان شیرانی، مسلمانوں کی قدیم تعلیم کا نصف العین، شمولہ سہ ماہی اسلام اور عصر جدید، جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی، انڈیا، ج ۳۲، ضمیٔ ۱۴، اکتوبر ۲۲۰، ص ۸،۹، بہ تصرف قلیل۔

۱۰۴۔ القرآن سورۃ فاطر، آیات ۱۹تا۲۲۔

۱۰۵۔ اسلام اور عصر جدید، ص ۸،۹، بہ تصرف قلیل۔

۱۰۶۔ اساس تعلیم/ پروفیسر یاسین خان/ کراچی/ طاہر سنز/ ص ۳۴

۱۰۷۔ العلق/ آیت ۱تا۵

۱۰۸۔ البقرہ/ آیت ۳۱

۱۰۹۔ الانبیاء/ آیت ۷۹

۱۱۰۔ سورہ المجادلہ/ آیت نمبر ۱۱

۱۱۱۔ سورہ المجادلہ/ آیت نمبر ۱۱

۱۱۲۔ القلم/ آیت ۱

۱۱۳۔ سورۃ القمان/ آیت ۲۰

۱۱۴۔ سورۃ الزمر/ آیت ۹

۱۱۵۔ القرآن سورۂ بقرہ، آیت ۱۵۱

۱۱۶۔ القرآن سورۂ ال عمران، آیت ۷۔

۱۱۷۔ القرآن سورۂ فاطر، آیت ۲۸۔

۱۱۸۔ القرآن سورۂ العنکبوت، آیت ۲۰۔

۱۱۹۔ القرآن سورۂ البقرہ، آیت ۱۶۴۔

۱۲۰۔ القرآن سورۂ لقمان، آیت ۲۰۔

۱۲۱۔ القرآن سورۂ بقرہ، آیت ۲۹

۱۲۲۔ القرآن سورۂ ال عمران، آیت ۱۶۴۔

۱۲۳۔ سورۃ طٰہٰ/ آیت ۱۱۴

۱۲۴۔ محمد بن یزید ابن ماجہ/ السنن ابن ماجہ/ ج ۱/ ص ۸۱

۱۲۵۔ مشکوٰۃ شریف

۱۲۶۔ رواہ البیھقی فی شعب الایمان، مولانا محمد عاشق الہیٰ بلند شہری/ فضائل علم/ کراچی/ دار العلوم کراچی/ مئی ۱۹۸۶/ ص ۸۴

۱۲۷۔ مسلم اور اصحاب سنن نے اسے روایت کیا ہے۔ ابن حبان نے اور حاکم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ حاکم نے کہا ہے: بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق یہ صحیح ہے۔ ترغیب حدیث نمبر ۱۰۵

۱۲۸۔ احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ بیہقی اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔ حاکم نے اسے صحیح کہا ہے، حمزہ الکنانی نے حسن کہا ہے۔ اس کے علاوہ محدثین نے اس کی سند میں اضطراب پر اسے ضعیف کہا ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ان کا ذکر کیا ہے۔

۱۲۹۔ ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید سنن ابن ماجہ داراحیاء، التراث العربی بیروت ۱۳۹۵ھ حدیث نمبر ۲۱۹،

۱۳۰۔ ابوداؤد سلیمان بن اشعث صحیح سنن ابوداؤد البانی، ج/ ۲، ص/ ۶۹۴، حدیث ۹۶

۱۳۱۔ ترمذی نے اسے روایت کیاہے اور کہا ہے حدیث حسن صحیح ہے
۱۳۲۔ اسے طبرانی اور بزار نے حسن سندھ کے ساتھ روایت کیا ہے۔/ترغیب ۱۰۳ مجمع الزوائد ج۱/۱۲۰ میں کہا ہے کہ اس کی سند میں عبداللہ بن عبدالقدوس ہے لیکن امام بخاری اور ابن حبان نے اسے ثقہ کہا ہے اور ابن معین نے اسے ضعیف کہا ہے
۱۳۳۔ ابن ماجہ، مقدمہ، ۱/۸۱، ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ، ۵/۴۸
۱۳۴۔ اسے ترمذی نے کتاب العلم حدیث ۲۶۴۹ میں حضرت انس سے روایت کیا ہے
۱۳۵۔ بخاری، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد بن حنبل
۱۳۶۔ مسند احمد
۱۳۷۔ شیخ ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب/ مشکوٰۃ المصابیح / کتاب العلم/ الفصل الثانی/کراچی/ ۱۳۶۸ھ/ص ۳۴
۱۳۸۔ کنز الاعمال/ حیدر آباد/ ج ۱۰/ص ۹۲
۱۳۹۔ ابوبکر احمد بن حسین البیہقی / السنن الکبریٰ/ ج ۹/ دار الفکر بیروت/ص ۲۴۰
۱۴۰۔ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی/ الجامع السنن/ ج ۴/ دار الفکر بیروت/ص ۳۱۴
۱۴۱۔ خطیب العمری/ مشکوٰۃ/ دہلی/ص ۳۶
۱۴۲۔ الزوائد/ ج ۱/ص ۱۲۲
۱۴۳۔ ترمذی کتاب الاحکام، باب الوقف، ۳/ ۶۶۰، ابو داؤد، کتاب والوصایا، باب ماجاء ب الصدقہ، ۳/۳۰۰
۱۴۴۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان
۱۴۵۔ رواہ ابوداوددوالترمذی وصححہ ابن حبان فی صحیحہ ولفظہ رحم اللہ امرا
۱۴۶۔ القرآن سورۂ التین، آیت ۴۔
۱۴۷۔ قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، بہ ذیل آیت تفسیر سورۃ تین،
۱۴۸۔ المعروف، فی غریب القرآن للاصفہانی ص ۱۸۴
۱۴۹۔ لسان العرب لابن منظور۔ مادہ رب جلد اول ص ۳۹۹، ۴۰۱-۴۰۲۔
۱۵۰۔ کتاب اسس التربیہ الاسلامیہ فی السنۃ النبویۃ عبدالحمید زنتانی ص ۲۳
۱۵۱۔ ایضاً جلد اول ص ۲۵۔
۱۵۲۔ خرم مراد/ اپنی تربیت آپ قرآن کریم کی روشنی میں/ششماہی علوم القرآن/علی گڑھ/شمارہ ۲۲/جنوری تا جون ۲۰۰۷ء/ ۹۱

۱۵۳۔ سورہ النجم/ آیت نمبر ۳۹

۱۵۴۔ خرم مراد/ اپنی تربیت آپ قرآن کریم کی روشنی میں/ ششماہی علوم القرآن/ علی گڑھ/ شمارہ ۲۲/ جنوری تا جون ۲۰۰۷ء/ ۹۶

۱۵۵۔ سورہ بنی اسرائیل/ آیت نمبر ۱۹

۱۵۶۔ سورۃ آل عمران/ ۱۶۴،

۱۵۷۔ الخلاوری، عبدالرحمٰن اصول التربیۃ الاسلامیۃ وأسالیبھا فی البیت والمدرسۃ والمجتمع دارالفکر دمشق سوریہ ۱۹۸۳ء

۱۵۸۔ قاضی بیضاوی، انوارالتنزیل واسرار التاویل المعروف بالتفسیر البیضاوی، ج/ ا، دیکھئے ب کے ذیل میں۔

۱۵۹۔ اصفہانی، امام راغب، کتاب المفردات بذیل مادہ،

(160) Training mean Activity leading to skilled behavior(wordnetweb.princeton.edu/perl/webwn) Organized activity aimed at imparting information and/or instructions to improve the recipient's performance or tohelp him or her attain a required level of knowledge or skill (wordnetweb.princeton.edu/perl/webwn)

۱۶۱۔ مجلہ معارف اسلامیہ کراچی ۱۹۹۹ء، ص/ ۵۸،

۱۶۲۔ ہم نصابی سرگرمیوں سے مراد ایسے تفریحی مشاغل یا سرگرمیاں ہیں جو نصاب تعلیم میں شامل نہیں لیکن ان کی شمولیت کے بغیر نصاب، تعلیم وتربیت نامکمل اور غیر موثر رہ جاتی ہے۔ یہ سرگرمیاں طلبہ میں فعال شرکت کے ساتھ ساتھ نظم وضبط اور صحت مندانہ صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں جو تعلیمی عمل میں کامیابی سمجھی جاتی ہیں

۱۶۳۔ سورۃ الجمعۃ/ ۲، سورۃ البقرہ/ ۱۲۹، سورۃ آل عمران/ ۱۶۴، سورہ النازعات/ ۱۷۔۱۸/ سورہ الشمس/ ۹۔۱۰،

۱۶۴۔ سورۃ آل عمران/ ۱۳۲/ سورۃ الحشر/ ۷/ سورۃ آل عمران/ ۳۲، سورۃ النجم/ ۳،

۱۶۵۔ نبی اکرم ﷺ کا منہاج تربیت/ ڈاکٹر محمد امین/ السیرۃ/ ۱۴۲۱ء/ ص ۲۵۴۔۲۵۵

۱۶۶۔ سورہ البقرہ/ آیت نمبر ۳۱

۱۶۷۔ سورہ رحمٰن/ آیت نمبر ۱ تا ۴

۱۶۸۔ سورہ العلق/ آیت نمبر ۴۔۵

۱۶۹۔ سورہ البقرہ/ آیت نمبر ۱۲۹

۱۷۰۔ اسلامی نظام تعلیم/ پروفیسر علی اوسط صدیقی/ کراچی/ طاہر سنز/ ص ۴۹

۱۷۱۔ فتح القدیر الجادم بین فتی الروایۃ و الدرایۃ من علم التفسیر شوکانی، مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۳۳۹ھ/ ج ۱/ ص ۲۶۲، تخریج احادیث اصول البزدوی للحافظ قاسم ابن قطلو بغا، کراچی، نور محمد ۱۳۸۲ھ/ ص ۴ یہ اصول البزدوی کے ساتھ شائع کی گئی ہے

۱۷۲۔ سورہ البقرہ/ آیت نمبر ۱۵۱

۱۷۳۔ سورہ آل عمران/ آیت نمبر ۱۶۴

۱۷۴۔ سورہ الجمعہ/ آیت نمبر ۲

۱۷۵۔ المسند، جزمن رقم الحدیث ۲۲،۴۵۱۵/ ۳۹۱: والسنن الکبریٰ

۱۷۶۔ فن تعلیم وتربیت/ افضل حسین/ لاہور/ اسلامک پبلی کیشنز/ ۲۰۰۸ء/ ص ۱۷۴

۱۷۷ تا ۱۸۱۔ فن تعلیم وتربیت/ افضل حسین/ لاہور/ اسلامک پبلی کیشنز/ ۲۰۰۸ء/ ص ۴۱

۱۸۲۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری کتاب الکفالۃ باب جوار ابی بکر الصدیقؓ فی عہد رسول اللہ وعقدہ،

۱۸۳۔ ابن ہشام، سیرت النبی، ج/ ۱، ص/ ۳۴۴، اور سیرت حلبیہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے یہاں پوری جماعت تعلیم حاصل کرتی تھی، ج/ ۱، ص/ ۳۰۱،

۱۸۴۔ مبارکپوری، قاضی اطہر، خیر القرون کی مثالی درسگاہیں، ص/ ۲۶۔۲۷، بحوالہ طبقات ابن سعد اور متدرک حاکم، ج/ ۳، ص/ ۵۷۲،

۱۸۵۔ ابن حجر، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، ج/ ۲، ص/ ۹۰، فتوح البلدان للبلاذری، ص/ ۴۵۹،

۱۸۶۔ ابن عبدالبر الاندلسی، جامع بیان العلم، ج/ ۲، ص/ ۶، اور صحیح البخاری باب امامۃ العبد والمولیٰ،

۱۸۷۔ ابن ہشام، سیرت النبی، ج/ ۱، ص/ ۴۳۴، اور اسد الغابہ، ج/ ۴، ص/ ۳۶۹،

۱۸۸۔ مبارکپوری، قاضی اطہر، خیر القرون کی درسگاہیں اور ان کا نظام تعلیم وتربیت، ص/ ۴۱،

۱۸۹۔ ایضاً، ص/ ۴۸۔۵۰،

۱۹۰۔ ایضاً، ص/ ۵۸،

۱۹۱۔ ایضاً/ ۵۸۔۶۱،

۱۹۲۔ ایضاً/ ۹۶۔۹۸،

۱۹۳۔ محمد عبدالمعبود، مولانا۔ عہد نبوی میں نظام تعلیم، ص/۶۱، بحوالہ مستدرک للحاکم، ج/ ۳، ص/۳۲۲،

۱۹۴۔ محمد زکریا کاندھلوی، مولانا۔ حیات الصحابہ، ج/۳، ص/۳۱۴،

۱۹۵۔ محمد عبدالمعبود، مولانا۔ عہد نبوی میں نظام تعلیم، ص/۶۱، بحوالہ حلیۃ الاولیاء، ج/۱، ص/۲۵۶،

۱۹۶۔ ایضاً

۱۹۷۔ مبارکپوری، قاضی اطہر، خیر القرون کی درسگاہیں، ص/۱۴۶ تا ۳۳۴

۱۹۸۔ اسلامی نظام تعلیم/ علی اوسط صدیقی/ کراچی/ طاہر سنز/ ص ۴۶

۱۹۹۔ رسول اللہ ﷺ بطور معلم/ الشیخ عبد الفتاح ابو غدہ مترجم مولانا حبیب حسن/ کراچی/ درخواستی کتب خانہ/ ص ۳۷

۲۰۰۔ مسلم ابن الحجاج القشیری، صحیح المسلم / حدیث نمبر ۲۸۶۵،

۲۰۱۔ حدیث کے الفاظ ہیں من سئل عن علم ثم کتمہ الجم یوم القیامۃ بلجام من النار جامع الصحیح سنن الترمذی، ج/۱، ص/۷۷، حدیث نمبر ۲۶۴۹،

۲۰۲۔ بن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج/۶، ص/۳۴۰۶، اور صحیح مسلم، حدیث نمبر ۲۳۸۰،

۲۰۳۔ سورہ یوسف/۷۶،

۲۰۴۔ الترمذی، ابی عیسیٰ محمد بن عیسی، الجامع الصحیح سنن الترمذی دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۰۸ھ حدیث نمبر ۳۵۹۹،

۲۰۵۔ الالبانی، محمد ناصر الدین، صحیح السنن النسائی، مکتبۃ التربیۃ العربی الدولی الخلیج ۱۴۰۹ھ، ج/ ۳، ص/۱۱۱۳، حدیث نمبر ۵۰۵۳،

۲۰۶۔ مسلم ابن الحجاج القشیری، صحیح المسلم، ج/۳، ص/۲۷۸، حدیث نمبر ۶۰۶۰،

۲۰۷۔ مبارکپوری، قاضی اطہر خیر القرون کی درسگاہیں اور ان کا نظام تعلیم و تربیت ادارہ اسلامیات لاہور ۲۰۰۰ء، ص/۱۳۱، بحوالہ شرف اصحاب الحدیث خطیب بغدادی، مطبوعہ ترکی، ص/۲۱ اور ۶۵،

۲۰۸۔ ایضاً ص/۱۳۱، بحوالہ جامع بیان العلم ابن عبدالبر اندلسی/ مطبوعہ مصر، ج/۱، ص/۴۸،

۲۰۹۔ ایضاً ص/۱۳۲، بحوالہ شرف اصحاب الحدیث خطیب بغدادی، ص/۳۱،

۲۱۰۔ ایضاً ص/۱۳۳، بحوالہ جامع بیان العلم ابن عبدالبر اندلسی، ج/۲، ص/۵۳،

فکری تربیت کی اہمیت

سیرت طیبہ ﷺ واُسوہ اَنبیاء کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی
پرنسپل قائد ملت گورنمنٹ ڈگری کالج لیاقت آباد کراچی
چیف ایڈیٹر: علوم اسلامیہ انٹرنیشنل

ABSTRACT

Prof. Dr. Salahudden Sani

The Significance Of Intellectual grooming in the light of Prophet Muhammad ﷺ conduct and that of the way of life of Prophets.

Training is a comprehensive word in Arabic which includes all kinds of training such as worship training , education training, missionary training, physical training, moral and ethical training, training for collective affairs, parents training regarding children and children training regarding parents and intellectual training and so on. Amongst the above mentioned various aspects of training the most significant one is Intellectual grooming because human salvation is not based upon what a person is practicing but upon what is his belief. In this regard foundation of faith is directly related to what an individual (He or she believes in.)

In the beginning of the thesis significance of training and its maturity along with four objectives of the advent is mentioned.

This thesis also discusses the method of intellectual and practical training with the examples as Role Models of prophets are set an example. The thesis is concluded by stressing upon the importance of intelltual grooming and mention of the qualities of trainers.

اللہ نے انسان کی تخلیق کے ساتھ اسے بہترین انسان بنانے کے لئے تعلیم وتربیت کا انتظام بھی فرمایا تا کہ انسان حقیقی معنوں میں ''خلیفہ'' اور احسن تقویم کا مظہر ہو۔ سونا کتنی ہی اعلیٰ کوالٹی کا کیوں نہ ہو ہیرا کتنا ہی قیمتی کیوں نہ ہو جب تک سنار اور جوہری اسے تراشتا وسنوارتا نہیں اس کا حسن نکھرتا نہیں ہے، یہی حال انسانی تربیت کا ہے۔

قرآن سے چار مقاصد بعثت نبوی ﷺ معلوم ہوتے ہیں، جو دعاء ابراہیمی کا مظہر اور امت مسلمہ پر احسان (مَنّ) کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں۔ ۱۔تلاوت کلام اللہ، ۲۔تزکیہ یعنی فکری تربیت، ۳۔احکامات الٰہیہ کی تعلیم، ۴۔حکمت وبصیرت کی تعلیم۔

یہ مقاصد انسان کی فطرت کے مطابق ہیں اور ''فطرت اللہ'' کے قریب لانے کا ذریعہ ہیں، انبیاء کرام علیہم السلام کے قصص سے معلوم ہوتا ہے ہر نبی نے فکری تربیت کا فریضہ انجام دیا۔

قرآن نے فکری تربیت کی اہمیت وضرورت پر مہر ثبت کرتے ہوئے اعلان کر دیا:

ان اللّٰه لا یغفر ان یشرك بہٖ ویغفر مادون ذلك لمن یشاء(۱)

یعنی انسان کی نجات کا مدار عقیدہ اور فکر پر ہے، عمل پر نہیں، لہٰذا عمل کے مقابلہ میں عقیدہ یعنی فکری تربیت پر توجہ دینی چاہئے۔ اس مقالہ میں قرآن وسنت کے دلائل سے ثابت کیا گیا کہ **''فکری تربیت فرض ہے''** یہ فریضہ سب سے پہلے انبیاء پر عائد کیا گیا ہے، پھر علماء اور والدین پر اس کے بعد معاشرہ کے کرتا دھرتا ارباب حل وعقد پر، اگر لوگ اس سے روگردانی کریں گے تو اجتماعی عذاب مسلط ہوگا۔ کسی شاعر نے اسی نکتہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے:

خشت اول چوں نہد معمار کج تاثریا می رود دیوار کج

انسانی زندگی کے لئے تربیت کی اہمیت:

آج کا انسان منظم معاشرتی زندگی بسر کر رہا ہے، اسے اس امر کا شائد احساس نہیں کہ اس تنظیم کے حصول تک اسے کتنے کٹھن مراحل سے گزرنا پڑا ہے۔ منظم معاشرتی زندگی نے

انسان کو بلاشبہ بے پناہ نعمتیں عطا کی ہیں۔ انسانی کاوشوں نے جو اجتماعی ادارے تخلیق کئے اور پروان چڑھائے ہیں، وہ اس کی فطری وسعتوں اور عملی عظمتوں کا احساس دلاتے ہیں۔ اجتماعی شعور رکھنے والا انسان جب گرد وپیش میں معاشرتی، معاشی، سیاسی، تعلیمی اور تفریحی ادارات (Institutions) دیکھتا ہے، تو اسے اطمینان ہوتا ہے۔ اسے اپنی ذات اور علائق کے بارے میں ایک گونہ تحفظ کا احساس ہوتا ہے۔ منظّم معاشرے نے انسان کو تحفظ دیا ہے لیکن اس کی بعض انفرادی خوبیاں اور شخصی حسن کی رعنائیاں اس سے سلب کرلی ہیں۔ معاشرہ ایک غیر مرئی وجود ہے اور اس کے تمام اجتماعی مظاہر افراد ہی کے ذریعے اور افراد ہی کے حق میں یا اس کے خلاف استعمال ہوتے ہیں فرد اور اجتماع کی یہ کشمکش تخریب وتعمیر کا قابل توجہ منظر پیش کرتی ہے۔ شکست وریخت اور بناؤ بگاڑ کی پوری انسانی تاریخ اس کے عزم وعظمت کی داستان ہے بظاہر تو فرد اجتماعی حالات اور معاشرتی ماحول میں جکڑا نظر آتا ہے لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ فرد کی باغیانہ حرکت پرسکون سمندر میں طوفانی لہروں کی شکل اختیار کرتی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے پورا اجتماعی ڈھانچہ ڈولتی کشتی کا نظارہ پیش کرنے لگتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر خالد علوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: نوروحی سے محروم علماء عمرانیات ابھی تک فرد واجتماع کے رشتے کو سنوارنے میں مصروف ہیں اور تاہنوز آخری وقطعی فیصلہ صادر کرنے کے قابل نہیں ہیں، انفرادیت پسند فلاسفہ جن میں کانٹ، اور برگساں شامل ہیں اس بات کے مدعی ہیں کہ اصل زندگی صرف انفرادی ہے۔ حیات عمرانی کی بنا اس سے[10] پتہ نہیں کہ شعور ذات اپنے تیئں مکان بسیط میں پھیلاتا ہے اس کے برعکس اجتماعیت پسندوں کا کہنا ہے کہ چونکہ فرد کی شخصیت عمرانی ماحول میں نشو ونما پاتی ہے اور اس کا اظہار جماعت میں اور جماعت ہی سے ممکن ہے، نیز اس کے جملہ قوائے ذہنی وروحانی اس مخصوص جماعت کی ضروریات وحوائج کے سانچے میں ڈھلتے ہیں، جس میں بخت واتفاق نے اسے جنم دیا ہے، اس لئے اصل چیز اجتماعیت ہی ہے عہد حاضر کی اشتمالیت وفسطائیت اس تخیل کی مظہر ہیں۔

غیر مومنانہ شک کے بجائے علم حقیقی کی صداقتوں کو بنیاد بنانے والوں کے ہاں فرد اور

اجتماع کے مابین تعلق کا ایک حیرت انگیز توازن پایا جاتا ہے، اسلام انسان کے اجتماعی شعور کو ملحوظ رکھتا ہے، باہمی میل جول سے پیدا ہونے والی اجتماعیت کو تسلیم کرتا ہے اور اس کی نشو ونما میں معاونت کرتا ہے، وہ ایسے فطری اصول مہیا کرتا ہے جن سے اجتماعیت کو تقویت پہنچتی ہے۔ اس کے لئے صالح بنیادیں فراہم کرتا ہے اور ایسے عوامل کا قلع قمع کرتا ہے جو اس کے اندر بگاڑ کا باعث بنتے ہیں۔ وہ تمام اجتماعی اداروں کے لئے اصول وقوانین فراہم کرتا ہے جن سے مفید اور غیر مفید جمعیتوں کی تمیز پیدا ہوئی ہے، اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا:

الا کُلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیته (۲)

سنو! تم سب نگران و ذمہ دار ہو اور تم سب سے ماتحت افراد کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ ''اسلام فرد کی انفرادیت کو بنیاد قرار دیتا ہے اور اجتماعیت کو فرد ہی کی اصلاح و فلاح کا وسیلہ قرار دیتا ہے۔(۳) تمام انبیاء کے مشن میں بالعموم اور خاتم النبیین کے پروگرام میں آئیڈیل معاشرے کی تشکیل انہی تربیت یافتہ افراد ہی کی بدولت ہوسکی۔ حضور ﷺ کی تعلیمات میں فرد کو اس امر کا احساس دلایا گیا ہے کہ وہ اپنے اعمال کا تنہا ذمہ دار ہے جو سزا اسے ملتی ہے اسے کوئی دوسرا نہیں بھگتے گا، معاشرتی جرائم کی ایک سزا تو اجتماعی ہے جسے معاشرہ ہی نافذ کرتا ہے، لیکن اس کا انفرادی معاملہ اس کے رب کے ساتھ ہے جسے اس کو ہی نمٹانا ہے، کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں ہوگا، لہٰذا اسے اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا چاہئے اور اپنا فرض پورا کرنے میں دوسرے کا منہ نہیں دیکھنا چاہئے، اس سے یہ نہیں دیکھنا کہ فلاں شخص نیکی نہیں کر رہا تو میں کیوں کروں؟ اسے صرف اپنا دامن گناہوں سے محفوظ رکھنا چاہئے، اس کا معاشرتی فائدہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنا احتساب کرتا ہے اپنی اصلاح کرتا ہے اور اپنی برائیوں کے لئے دوسرے کو نمونہ نہیں بناتا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر اکا دکا کہیں کوئی کسی نازیبا حرکت کا ارتکاب کر بیٹھے تو وہ اپنے آپ کو اجنبی محسوس کرتا ہے، عریاں سمجھتا ہے اور اپنی اصلاح کی طرف مائل ہو جاتا ہے، قرآن کریم میں ہے:

عَلَيْكُمْ اَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ (۴)

اپنی فکر کرو جب تم سیدھی راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں۔

ردکی اس ذمہ دارانہ حیثیت کو مختلف پیرایوں میں اس طرح بیان کیا گیا:

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرَىٰ (۵)

اور جو کوئی برا فعل کرتا ہے تو اس کا نقصان اسی کو ہوتا ہے اور کوئی شخص کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

اِنْ اَحْسَنتُمْ اَحْسَنتُمْ لِاَنفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا -(۶)

اگر اچھے کام کرتے رہو گے تو اپنے ہی نفع کے لئے اچھے کام کرو گے اور اگر برے کام کرو گے تو (ان کا) وبال بھی تمہاری جان پر ہوگا۔

یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے فرد کی شخصیت کا ارتقاء اور اس کی ذات کی تکمیل مطلوب ہے، دین کا مخاطب فرد ہے، اللہ کی عبدیت اور اطاعت کی فرد کو دعوت دی گئی ہے حقوق و فرائض فرد پر عائد کئے گئے ہیں۔ امر و نہی کے احکام فرد کو دیئے گئے ہیں۔ طاعت و جزا کی امید فرد کو دلائی گئی ہے، اسی نظام فکر و عمل میں فرد ہی وہ اصل اکائی ہے جس کو ابتداء میں عامل کی حیثیت سے بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اسی کی عقل اور جذبات سے یہ اپیل کرتا ہے اسی کو اپنی ہدایت اور رہنمائی کا مخاطب بناتا ہے اسی کی فلاح کا طالب ہے اور اسی کو خسران سے بچانا چاہتا ہے اگر فرد اپنی جگہ ناقص رہ جائے اور اپنی شخصیت کو پستی میں گرادے تو آخری فیصلے میں اس کی جماعت اور اجتماعی جماعت کی خوبی اس کے لئے کچھ بھی نافع نہیں ہوسکتی، جس سے وہ دنیا میں تعلق رکھتا تھا۔

- پھر اس بات کو قرآن مجید نے آخرت کی فکر میں بڑی کثرت سے بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ہر شخص اپنی انفرادی حیثیت سے پیش ہوگا اور اسی حیثیت سے اپنے اعمال کا نتیجہ دیکھے گا، یعنی جس طرح فرد کی شخصیت انفرادی ہے اس کی ذمہ داری بھی انفرادی

ہے۔

غیر الہامی معاشروں نے اپنے افراد کی تربیت کا مقصد اچھا شہری بنانا قرار دیا ہے، لیکن اچھا شہری ایک ایسی اصطلاح ہے جسے ہر معاشرہ اپنے معیار پر جانچے گا اور اس کے لئے کوئی ہمہ گیر اصولی ضابطہ نہیں دیا جا سکتا۔ وطن پرستی، نسل پرستی، قوم پرستی، ترک دنیا و علاقائی مسائل، دنیا سے بے رغبتی یا اپنے قومی مفاد کی خاطر دوسروں پر ظلم و تشدد تک سب کچھ اچھے شہری کے اوصاف میں آ سکتا ہے، اسلام کا مقصد فرد کو ایک اچھا انسان بنانا ہے، وہ اس کے جوہر انسانیت کی نشو و ارتقاء کا اہتمام کرتا ہے اور اسے رحمت کا پیغامبر بنا کر معاشرے میں بھیجتا ہے اس نے اعلان کیا ہے:

وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِندَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ -(۷)

تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو درحقیقت اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔

پیغمبرانہ نقطہ نظر سے فرد کی تربیت کا مقصد اس کی شخصیت کی ایسی متوازن تعمیر ہے جس سے نہ صرف یہ کہ وہ خود صالح ہو بلکہ معاشرے میں صالحیت کی نشو و نما کا باعث و داعی بنے۔ یہ صالح اور متقی انسان وہ ہے جو اللہ کی بندگی کرتا ہے اور زندگی کے ہر معاملہ میں صرف اللہ کی ہی رہنمائی حاصل کرتا ہے۔ وہ پوری زندگی اس ارشادِ ربانی کا مصداق بن کر رہتا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُونِ -(۸)

میں نے جنوں اور انسانوں کو اس کے سوا کسی اور کام کے لئے نہیں بنایا کہ وہ عبادت کریں۔

ہر کی بلندی فکری وحدت و محبت سے حاصل ہوتی ہے:

یہ بات کسی دلیل کی محتاج نہیں ہے کہ انسانی اعمال کے انضباط کا انحصار فکری یکجہتی و

پاکیزگی پر ہے فکری یکجہتی و پاکیزگی کے لئے کسی ایسی ہستی کے ساتھ تعلق ضروری ہے جو انسان کے مادی اور حسی ماحول سے بالاتر ہو، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے تربیت کے لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کے شعوری تعلق کو بنیاد بنایا ہے۔ قرآن وسنت کی نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ جہاں توحید معبودیت اور توحید ربوبیت کے ادراک سے عبودیت کا شعور پختہ ہوتا ہے وہاں محبت الٰہی بندہ کی حیات دینی کا مقصود قرار پاتی ہے۔ اس امر کا اہتمام کیا گیا ہے کہ تعلق باللہ ذات کے شعور ولاشعور کا حصہ بن جائے۔ حضور ﷺ نے بچے کے کام میں اذان کہنے کا طریقہ اختیار فرمایا۔(۹) تاکہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا وہ احساس تازہ ہو جائے جو عہد الست میں ہوا تھا، تعلق باللہ ہی وہ واحد اساس ہے جو انسان کو راست روی کی طرف متوجہ کرتی ہے، اور پیغمبرانہ طریق تربیت کی بنیاد ہے۔ حضور اکرم ﷺ انسان کو ایسی تربیت مہیا کرتے ہیں جس سے انسان ہر لمحہ اپنے رب سے خاص تعلق رکھتا ہے اس میں خشیت الٰہی اور محبت رب کی صفات پیدا ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دیئے گئے منہاج زندگی کی جانب رجوع کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔ اس کی خلوتیں ہوں یا جلوتیں عبادت ہو یا عملی جدوجہد، صنعت وتجارت کی مصروفیت ہو یا کاروبار سیاست، صلح وآشتی کے لمحات ہوں یا نزاع وجنگ کے اوقات، اس تعلق کی معراج یہ ہے کہ حب الٰہی ہر حال میں غالب ہو۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کا تمام محبتوں پر غالب آنا اس تعلق کا فطری نتیجہ ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ط وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ط (۱۰)

اور لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کے ہمسر ٹھہراتے ہیں، جس طرح اللہ تعالیٰ سے محبت کرنی چاہئے اسی طرح دوسروں سے کرتے ہیں لیکن جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، وہ سب سے زیادہ اللہ سے محبت رکھنے والے ہیں۔

اس اجمال کی تفصیل ایک اور آیت میں بیان فرمادی تاکہ کسی قسم کا ابہام باقی نہ

رہے۔

قُلْ اِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَاَمْوَالٌ ن اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُم مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ○(۱۱)

اے رسول ﷺ! مسلمانوں سے کہہ دیجئے اگر تمہیں اپنے باپ دادا، بیٹے بھائیوں، بیویاں اور رشتہ دار اور وہ اموال جو تم نے بڑی محنت سے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے تم بڑے ڈرتے ہو اور وہ مکانات جنہیں تم بہت عزیز رکھتے ہو اگر ان میں سے کوئی چیز بھی تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہو اور پھر انتظام کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ صادر ہو جائے اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا ہے۔

کتب حدیث میں الحب فی اللہ تعالیٰ کے ابواب میں آنحضور ﷺ کے مختلف ارشادات منقول ہیں، جس سے اندازہ ہوتا ہے حب الٰہی کمال ایمان و دین ہے۔

عن انس عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: ثلاث من کن فیہ وجد حلاوۃ الایمان: ان یکون اللّٰہ ورسولہ احب الیہ مما سوا ھما وان یحب المرءَ لاَ یُحِبہ الا للّٰہ وان یکرہ ان یعود فی الکفر کمایکرہ ان یقذف فی النار۔(۱۲)

حضرت انسؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں جس شخص میں پائی جائیں اسے ایمان کی لذت حاصل ہوگی وہ شخص جسے اللہ اور اس کا رسول ﷺ سب سے

زیادہ محبوب ہو وہ بندے سے صرف اللہ کی خوشنودی و رضامندی کے لئے محبت کرے اور وہ شخص جو ایمان لایا ہو اور پھر کفر کی طرف واپس جانا ایسا ہی برا جانتا ہو جیسا کہ اس امر کو برا سمجھتا ہے کہ اسے آگ کے اندر ڈالا جائے۔

بندہ جب اپنے رب کی محبت کو اپنے قلب و دماغ میں نشوونما دیتا ہے اور اس کی فکر و عمل کے دائرے اس مرکز سے شروع ہوتے ہیں اور اسی پر ختم ہوتے ہیں تو پھر اسے محبوبیت و معیت کا مقام حاصل ہوتا ہے جو فی الواقعہ فرد کی زندگی میں معراج کی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن کریم میں اس معیت کی جانب یوں اشارے ملتے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ ○ (۱۳)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ ہے جو متقی بھی ہیں اور محسن بھی۔

مصائب و مشکلات میں یہ معیت سکون و اطمینان اور اعتماد و شجاعت کا باعث بنتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے احساس معیت کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا:

إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ - (۱۴)

بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے یقیناً میری رہنمائی کرے گا۔

نبی اکرم ﷺ نے ہجرت کے موقع پر اس احساس معیت کا اظہار اس تبلیغی انداز سے فرمایا کہ قلب و جان سکون وطمانیت سے معمور ہو جاتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا - (۱۵)

غمگین نہ ہو بلاشبہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

رسول کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس رویہ کی وضاحت فرمائی ہے جو بندے کی محبت کے نتیجے میں ظاہر ہوتا ہے:

عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللّٰہ قال: ان اللّٰہ اذا احب عبداً دعا جبریل فقال اِنی احب فلاناً فاحبہ قال: فیحب جبریل ثم

ینادی جبریل فی السماءِ ان اللّٰہ یحب فلاناً فاحبوہ فیحبہ اھل السماءِ ثم یوضع لہ القبول فی اھل الارض— واذا ابغض اللّٰہ عبداً دعا جبریل فیقول: انی اُبغض فلاناً فابغضہ قال: فیبغضہ جبریل ثم ینادی فی اھل السماءِ ان اللّٰہ یبغض فلاناً فابغضوہ قال: فیبغضونہ ثم توضع لہ البغضاء فی الارض—(۱۶)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو بلا کر کہتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ، پھر جبریل بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، اور آسمان میں اعلان کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندہ سے محبت رکھتا ہے، پھر اس بندہ کے لئے زمین میں بھی قبولیت رکھ دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو ناپسند کرتا ہے تو جبریل کو بلا کر کہتا ہے کہ میں فلاں بندے کو ناپسند کرتا ہوں تو بھی اسے ناپسند کر، جبریل بھی اسے ناپسند کرنے لگتے ہیں اور آسمان میں اعلان کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو ناپسند کرتا ہے تم بھی اسے ناپسند کرو، اور پھر اس کے لئے زمین میں بھی ناپسندیدگی رکھ دی جاتی ہے۔

حقیقی محبت فکری پختگی کو جنم دیتی ہے:

جب مقصود قربِ الٰہی ہے تو اس کے حصول کا طریقہ بھی آنا چاہئے، قرآن وسنت نے محبت خداوندی اور معیت الٰہیہ کے حصول کا طریقہ بھی بیان کیا تاکہ مسلمان کو کسی طرح کی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے، فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ— (۱۷)

آپ ﷺ کہہ دیں اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو،

اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

آنحضور ﷺ کا اتباع محبوبیت الٰہی کا باعث ہے، یہی وہ معیار ہے جس سے راستے اور منزل کا صحیح تعین ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس طریقے کو مزید وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا، حدیث قدسی ہے:

مایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه فاذا احببتهُ فکنت سمعه الذی یسمعُ به وبصره الذی یبصرُبه ویده الّذی یبطشُ بها ورجلهُ- التی یمشی بها وان سألنی لا عطینه ولئن استعاذنی لاعیذنه-(۱۸)

بندہ برابر طاعات و عبادات کے ذریعے میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ اسے محبوب بناتا ہوں اور جب میں اس سے پیار کرتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں، جس کے ذریعے وہ سنتا ہے، میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے، میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہے، جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں ہی اس کا پاؤں بن جاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے کچھ طلب کرتا ہے تو میں دیتا ہوں اور وہ میری پناہ چاہتا ہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں۔

سورۃ المزمل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ابتدائی آیات دستور العمل کی حیثیت رکھتی ہیں: حضور اکرم ﷺ کو جن اعمال کا حکم ہو رہا ہے وہ فی الحقیقت قربِ الٰہی کا ذریعہ ہیں:

یَا اَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ٥ قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلاً ٥ نِصْفَهٗ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلاً ٥ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِیْلاً ٥ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلاً ثَقِیْلاً ٥ اِنَّ نَاشِئَةَ اللَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْءًا وَاَقْوَمُ قِیْلاً ٥ اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ سَبْحاً طَوِیْلاً ٥ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ

وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلاً ○ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
فَاتَّخِذْهُ وَكِیْلاً ○ وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْراً
جَمِیْلاً ○ وَذَرْنِیْ وَالْمُكَذِّبِیْنَ اُولِی النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ
قَلِیْلاً ○ (۱۹)

اے کمبل اوڑھنے والے! کھڑے رہا کریں رات کو مگر تھوڑی دیر کے لئے، آدھی رات یا اس سے بھی کم کرلیا کریں، یا بڑھا دیا کریں اور قرآن کو آہستہ آہستہ پڑھا کریں، بلاشبہ ہم آپ ﷺ پر بھاری حکم کا بوجھ ڈالنے والے ہیں۔ تحقیق رات کا اٹھنا نفس کو کچلنے میں سخت (مؤثر) ہے، اور بہت سیدھا کرنے والا ہے بات کو۔ بلاشک آپ ﷺ کے لئے دن میں سلسلہ تبلیغ بڑا مشغلہ رہا کرے گا اور اپنے پروردگار کا ذکر کرو اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو جاؤ وہ پروردگار ہے مشرق و مغرب کا اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کو اپنا سازگار بنالو اور جو کچھ آپ ﷺ کی نسبت (یہ کافر) کہتے ہیں ان پر صبر کریں، مجھ کو اور ان خوشحال و دولت مند جھٹلانے والوں کو چھوڑ دیں (میں ان سے بھگت لوں گا) اور انہیں تھوڑی سی مہلت دیجئے۔

مسلمان صوفیاء نے ان ہی آیات سے تربیت کے دس اصول مستنبط کئے ہیں مثلاً:

☆ آخر شب کو اٹھنا۔ نماز تہجد پڑھنا۔
☆ نماز تہجد میں ترتیل کے ساتھ قرآن کریم پڑھنا۔
☆ ایسا مجاہدہ جس سے نفس امارہ مغلوب ہو۔
☆ ذکر اسم ذات
☆ علائق مادی سے قطع تعلق کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف یکسو ہونا۔
☆ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل توکل

☆ اغیار کے اعتراضات پر صبر۔
☆ خوش اسلوبی کے ساتھ مخالفین سے کنارہ کشی۔
☆ تکذیب خلق کے جواب میں بحث ومباحثہ سے گریز۔
☆ تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا۔

گویا تعلق باللہ کو مستحکم کرنے کے لئے عبادت، ذکر الٰہیؔ، مجاہدہ نفس اللہ تعالیٰ کے احسانات کا احساس اور دعاء وہ عناصر ہیں، جنہیں پیش نظر رکھنا ضروری ہے، دین کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ قرآن وسنت اور دینی ادب میں ان موضوعات پر بہت کچھ لکھا گیا ہے، اس مقالہ میں صرف اشارات سے کام لیا گیا ہے۔

آپ ﷺ نے انسانیت آموزی اور انسان سازی کے مشن کی تکمیل کے لئے معلم و مربی کا فریضہ منتخب فرمایا۔ وہ لوگ بے حد خوش نصیب ہیں جنہیں یہ عہدہ ملا۔

اسلامی نقطۂ نظر سے بنی نوع آدم نے اپنے سفر کا آغاز تاریکی اور جہالت سے نہیں بلکہ علم اور روشنی سے کیا ہے۔ چنانچہ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ تخلیق آدمؑ کے بعد خالق کائنات نے انسانِ اوّل (حضرت آدمؑ) کو سب سے پہلے جس عظیم نعمت سے سرفراز فرمایا وہ علم تھا "علم" ہی کی بدولت اللہ نے حضرت آدمؑ اور بنی نوع آدم کو جملہ مخلوقات پر عزت وعظمت اور فضیلت بخشی۔ اسے لائق عزت وتکریم ٹھہرایا گیا۔ علم وحکمت کے مثالی اور ابدی خزینے، صحیفہ ہدایت قرآن کریم نے ایک بڑا معنی خیز اور فکر انگیز مکالمہ نقل کیا ہے، جو تخلیق آدم کے وقت اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے درمیان ہوا تھا، اس مکالمے کا آغاز اس طرح ہوا:

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (۲۰)

"اور جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں"

پھر فرمایا:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ۝ (۲۱)

''اور اللہ نے آدمؑ کو تمام اسماء کی تعلیم دی''

اشیاء کا علم ہی ہے جو بنی نوع انسان کو باقی مخلوق حتیٰ کہ ملائکہ پر بھی عزت وعظمت اور فضیلت عطا کرتی ہے اسے جملہ مخلوق سے ممیز اور مسجودِ ملائک کا تاجِ زریں عطا کرتی ہے۔ ''سورۃ بنی اسرائیل'' میں اس حقیقت کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا۝ (۲۲)

''تحقیق ہم نے اولادِ آدم کو عزت بخشی ہم نے انہیں خشکی اور دریا میں سواری دی، اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور ہم نے انہیں اپنی بہت سی مخلوق پر بڑائی دے کر فضیلت دی۔''

''علم'' قیادت کا خاصہ (۲۳) اور ان اہم ترین عوامل میں سے ہے جو کسی تہذیب کے صحت مند ارتقاء اور نشو ونما کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ (۲۴) یہی وجہ ہے کہ جہاں دنیا کے دیگر نظاموں نے ''تعلیم'' کو زیادہ سے زیادہ بنیادی ضروریات میں سے ایک ضرورت سمجھا، وہاں باعث تخلیق کائنات، ہادی اعظم، معلم بنی نوع آدم، حضرت محمد ﷺ نے اسے اوّلین ضرورت قرار دیا۔ ابلاغِ علم اور تعلیم وتربیت کو امت کا بنیادی فریضہ قرار دیا گیا۔ تعلیم اور علم کی بنیاد پر بنی نوعِ آدم کی جملہ مخلوق پر عظمت وفضیلت اور خلافت ارضی کے حوالے سے قرآنِ کریم میں ارشاد ہوا کہا گیا:

وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ (۲۵)

''اور خرچ کرو اس میں سے جس میں اس نے تمہیں خلیفہ بنایا ہے''۔

تربیت ہی فطرت کو جلا بخشتی ہے

قرآن حکیم میں ارشادِ مبارک ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (۲۶)

''ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا ہے''۔

ابن العربی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے انسان سے بڑھ کر کوئی خوبصورت چیز پیدا نہیں کی، اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے عظیم صفات سے متصف فرمایا، اسے حی، عالم، قادر، صاحب ارادہ، معلم، سننے والا، صاحب بصیرت مدبر اور حکیم بنایا'' (۲۷) انسان سونا ہے بلکہ ہیرا ہے لیکن جب تک سنار اور جوہری اسے تراشتا وسنوارتا نہیں، اسے صیقل نہیں کرتا وہ نکھرتا نہیں، یہی حال انسانی تربیت کا ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں انسان کے اندر بیرونی جہاں کی تمام خصوصیات ودیعت رکھی گئی ہیں، اس کے اندر عالم روح کے نازک حقائق بھی موجود ہیں اور عالم خلق کے اہم عناصر بھی اسی طرح نفس ناطقہ بھی موجود ہے، جو خود عالم عناصر کی پیداوار ہے۔ انسان کی اسی جامعیت کے سبب کائنات کی تمام خصوصیات اس میں موجود ہیں۔ اس کے اندر مَلَکِیْ (فرشتوں کی) صفات بھی موجود ہیں، اور درندوں کی خصوصیات بھی۔ چوپاؤں کی کیفیتیں بھی پائی جاتی اور شیطانی خبائث بھی۔ یہ ان صفات الٰہیہ سے متصف ہے، جو حیات، علم قدرت، ارادہ سمع بصر، کلام اور محبت سمیت صفات الٰہیہ کا پرتو ہیں۔ یہ نور عقل سے مزین ہے۔ یہ انوارِ ظلی اور انوار حقانیہ وذاتیہ کا مورد ہے۔ انہیں خصوصیات کے سبب اسے خلعت خلافت عطا کی گئی اور اسی سبب سے اسے انی جاعل فی الارض خلیفہ (۲۸) (میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں) فرمایا گیا۔ جو صفات اوپر بیان ہوئی ہیں۔ تمام صفات انسانوں میں پیدائشی طور پر موجود ہیں۔ مگر بالقوہ، بالفعل نہیں۔ ان میں مفید اور مثبت صفات کو روبہ عمل لانا اور انہیں متحرک کرنا نیز منفی صفات اور ان کے مقتضائے عمل کو دبانا ہی منشائے خداوندی ہے۔ یہی حکم خداوندی بھی ہے اور یہی غرض وغایت اولیں بھی۔ (۲۹)

دعاء خلیل وبعثت نبوی ﷺ

دین حنیف کے داعی اکبر ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ جب مرکز ملت اور مرکز توحید کعبۃ اللہ کی بنیادیں اٹھا چکے تھے، اس وقت انہوں نے اللہ عزوجل سے اہل عرب میں ایک

نبی مبعوث کئے جانے کی دعا فرمائی،

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۝ (۳۰)

''اے ہمارے پروردگار، ان کے اندر انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے، جو انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے، اور ان کے نفس کا تزکیہ کرے۔''

گویا یہ تعمیر کعبہ کے بعد مزدور کی مزدوری و معاوضہ کا مطالبہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعمیر کے بعد اپنی آئندہ نسل کی فلاحِ دنیا و آخرت کے واسطے حق تعالیٰ سے دعاء کی کہ میری اولاد میں ایک رسول بھیج دیجئے، جو ان کو آپ کی آیات تلاوت کر کے سنائے، کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کو ظاہری و باطنی آلائشوں سے پاک وصاف کر دے۔ حدیث میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا قبول ہوئی اور حق تعالیٰ کی طرف سے آپ کو یہ جواب ملا کہ یہ رسولِ اعظم رسالت عظمٰی کے منصب جلیلہ پر فائز ہو کر آخری زمانے میں مبعوث ہوں گے۔ اسی بنا پر جب آپ ﷺ خاتم النبیین بن کر تشریف لائے تو روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ میں تمہیں بتاؤں کہ میں کون ہوں؟

أنا دعوةُ أبي إبراهيمؑ، وبشارة عيسىؑ و رؤيا امّي

''میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ ماجدہ کے خواب کا مظہر ہوں۔''

مقاصد بعثت نبوی ﷺ قرآن کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید فرقان حمید میں چار جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و رسالت کے مقاصد و مناصب بیان فرمائے ہیں۔ سورۂ بقرہ کی ایک آیت اوپر گزری ہے جس میں فرمایا:

''اے ہمارے پروردگار ان لوگوں میں خود انہی میں سے ایک رسول بھیج،

جوانہیں تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اوران کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے
اوران کا تزکیہ (پاک) کرے۔'' (۳۱)

سورۂ بقرہ ہی میں آگے چل کر دوسری جگہ ارشاد ہے:

كَمَآ أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولاً مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ○ (۳۲)

''جس طرح ہم نے تمہارے اندر تمہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو تمہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں ان باتوں کی تعلیم دیتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔''

تیسری آیت ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ○ (۳۳)

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا ان کے اندر انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان لوگوں کو اس اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے (پاک کرتا ہے) اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بیشک وہ لوگ اس سے پہلے صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔''

چوتھی آیت میں فرمایا:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ

وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ
لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ O وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا
بِهِمْ O(۳۴)

''وہ خدا ہی تو ہے جس نے ان لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور یہ لوگ پیغمبر کی بعثت سے پہلے کھلی گمراہی میں (پڑے ہوئے) تھے اور (اس زمانے کے موجودہ لوگوں کے علاوہ) ان لوگوں کے لئے بھی اس رسول کو بھیجا جو آئندہ اس امت میں ہونے والے ہیں، مگر ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے۔

ان آیات میں بعض الفاظ کی تقدیم و تاخیر کے ساتھ آپ ﷺ کی بعثت کے چار مقاصد بیان کئے گئے ہیں۔ لیکن تیسری آیت کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت کو بطور احسان ذکر فرمایا ہے اور مؤخر الذکر دونوں آیات میں تزکیہ یعنی فکری تربیت کو تلاوت کتاب کے بعد فوراً بیان کیا گیا ہے جس سے فکری تربیت کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

آیات کی تلاوت میں الفاظ اور معانی دونوں شامل ہیں، دونوں کا نام قرآن ہے۔ مذکورہ آیات میں تلاوت اور تعلیم کتاب کو الگ الگ بیان کر کے یہ بتا دیا گیا کہ جس طرح قرآن کریم کے معانی سمجھنا اور اس کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کرنا فرض اور اعلیٰ عبادت ہے اسی طرح اس کے الفاظ بھی مستقل مقصود اور عبادت ہیں۔ ان کی تلاوت و حفاظت فرض اور باعث ثواب عظیم ہے اور مسلمانوں کے نظامِ تعلیم کا حصہ ہے۔ اگر قرآن کریم کے معانی و مطالب کو قرآنی الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ یا کسی دوسری زبان میں لکھا جائے تو وہ قرآن کہلانے کا مستحق نہیں اگرچہ مضامین بالکل صحیح اور درست ہی ہوں۔ اگر کوئی شخص قرآن کریم کے معانی و مضامین کو دوسرے الفاظ کے ساتھ بدل کر نماز میں پڑھے تو اس کی نماز ادا نہیں ہوگی۔ اسی طرح قرآن کریم کی تلاوت کا وہ ثواب جو احادیث میں وارد ہوا ہے، وہ ترجمہ کی ہوئی زبان یا بدلے

ہوئے الفاظ پر مرتب نہیں ہوگا۔ اسی لئے علماء کرام نے متن کے بغیر قرآن کریم کا صرف ترجمہ لکھنے اور چھاپنے کو ممنوع فرمایا۔ جس طرح قرآن کریم کے معانی و مطالب کی تعلیم رسول کے فرائض منصبی میں داخل ہے اسی طرح الفاظ کی تلاوت اور حفاظت بھی ایک مستقل فرض ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ جو قرآن کریم کے معانی کو سب سے زیادہ جانتے اور سمجھتے تھے، انہوں نے محض سمجھ لینے اور عمل کر لینے کو کافی نہیں جانا، کیونکہ سمجھنے اور عمل کرنے کے لئے تو ایک دفعہ پڑھ لینا کافی ہوتا، بلکہ انہوں نے تمام عمر قرآن کریم کی تلاوت کو جاری رکھا۔ بعض صحابہؓ تو روزانہ ایک قرآن مجید ختم کرتے تھے، بعض دو دن میں اور بعض تین دن میں ختم کرتے تھے۔ (۳۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تعلیمی نظام رائج فرمایا، مقصد کے اعتبار سے وہ مندرجہ ذیل اجزاء پر مشتمل تھا:

۱۔ تلاوت یعنی قرآنی متن (ٹیکسٹ) کی تلاوت و تبلیغ

۲۔ فکری تربیت و تعمیر کردار یعنی تزکیہ نفس (طہارت قلبی)

۳۔ تعلیم کتاب یعنی قرآنی اصول و کلیات پر مبنی علوم و فنون کی تشکیل اور منتقلی،

۴۔ حکمت یعنی بصیرت، دانائی، فراست اور اصول و کلیات کا اطلاق،

یہ چار اجزاء آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بنیادی مقاصد میں شامل تھے۔ قرآن مجید میں چار مقامات پر ان اجزاء کو تھوڑے سے تغیر کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ان آیات کی روشنی میں ہمیں مقاصد تعلیم متعین کرنا ہونگے۔ ہمارا طالب علم جب فارغ التحصیل ہو تو اسے قرآن کریم سے مکمل آگاہی حاصل ہونی چاہئے، اس کا دماغ فاسد افکار و نظریات (ڈارون ازم، فرائڈ ازم، سوشلزم، لادینی جمہوریت، مارکسزم وغیرہ) سے پاک ہونا چاہئے، یعنی فکری تربیت کامل درجہ کی ہو۔ اس کے اندر صالح اور درست افکار و نظریات کے بیج کاشت کرنے چاہئیں۔ یہی تزکیہ کا مقصود و مدعا ہے۔ تزکیہ زکی، یزکی، زکوٰۃ سے مشتق ہے، جس کے معنی **المعجم الوسیط** کے مطابق: نم و زاد کے ہیں یعنی نشو و نما اور زیادہ ہونا، اسی طرح صلح یعنی درست ہونے

کے ہیں۔(۳۶)

مولانا امین احسن اصلاحی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''تلاوت کے بعد مذکورہ بالا آیت میں تزکیہ کا ذکر آیا ہے یہ درحقیقت نتیجہ ہے تلاوت آیات کا۔ اللہ کی تلاوت سے انسان کے دل سے باطل خیالات وعقائد کی جڑیں جب کٹ جاتی ہیں تو اس کے دل کی زمین صحیح خیالات وعقائد کی تخم ریزی کے لئے بلکل پاک وصاف ہوجاتی ہے۔ کیونکہ اگر فطرت فاسد خیالات اور باطل عقائد کی آمادگیوں سے نجس ہوگئی ہے تو اس کو صاف کرنا پڑے گا۔ جب تک یہ اچھی طرح صاف نہ ہوجائے کسی عمدہ تعلیم کو قبول نہیں کرسکتی۔''(۳۷)

مولانا مودودی رحمہ اللہ علیہ کے بقول:

''تزکیہ میں خیالات، اخلاقی عادات، معاشرت، تمدن، سیاست، غرض ہر چیز کو سنوارنا شامل ہے۔''(۳۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر یہ فریضہ سرانجام دیا۔ مکی زندگی میں آپ ﷺ نے دار ارقم کو مرکز تعلیم بنایا جس میں آپ ﷺ صحابہؓ کو جمع کر کے انہیں تلاوت آیات سے مزین کرتے تھے، انہیں قرآن کریم کی تعلیمات سے آگاہ فرماتے تھے اور حکمت سکھاتے تھے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر آپ ﷺ نے باقاعدہ صفہ کے نام سے ایک درسگاہ قائم فرمائی، جس میں آپ ﷺ یہ فریضہ سرانجام دیتے تھے۔

انسانوں کی تربیت نبی کے فرائض میں سے ہے، آپ ﷺ نے فرمایا

إنما أنا لكم بمنزلة الوالد أُعَلِّمُكُمْ (۳۹)

میں تمہارے والد کی طرح ہوں، یعنی والد کی طرح لوگوں کی تربیت آپ ﷺ کے فرائض میں شامل ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

إنما بعثت لاتمم مكارم الاخلاق (۴۰)

میں اس لئے مبعوث کیا گیا ہوں تا کہ اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کروں، دوسری حدیث ہے:
انما بعثت معلماً میں معلم کی حیثیت سے مبعوث کیا گیا ہوں۔

فطرت کا مفہوم:

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِی فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ (۴۱)

''اللہ کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کرو، جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز کو بدلنا نہیں چاہئے۔

﴿الف﴾......''فطرت'' کی دو تفسیریں ہیں: بعض کہتے ہیں کہ ''فطرت'' سے مراد دین حق کو قبول کرنے کی صلاحیت وقابلیت ہے۔

﴿ب﴾......اور بعض کہتے ہیں ''فطرت'' سے مراد دین اسلام ہے۔ (۴۲)

﴿ج﴾......امام خازن رحمہ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''فطرۃ اللہ'' سے مراد وہ میلان و وجدان ہے جو پیدائش کے وقت ہر انسان کے دل میں پیوست کر دیا گیا ہے، اگر چہ غیر اللہ کی عبادت کی جائے۔ (۴۳)

﴿د﴾......امام قرطبی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علماء کا کتاب وسنت میں وارد لفظ ''فطرت'' کے معنی کے بارے میں اختلاف ہے، اور اس بارے میں چند اقوال ہیں:

۱۔ فطرت سے مراد دین اسلام ہے، یہ قول حضرت ابوھریرۃ اور ابن شہاب رحمہ اللہ علیہ وغیرہ کا ہے، یہ حضرات فرماتے ہیں یہ معنی عام مفسرین کے ہاں معروف ہے، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ بچہ کفر سے محفوظ اور اس عہد یثاق (وعدہ) کے مطابق پیدا ہوتا ہے، جو اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم سے اس وقت لیا تھا، جب ان کو صلب آدم سے نکالا تھا، اس لئے اگر بلوغ سے قبل ہی وہ وفات پا جائیں تو جنت میں جائیں گے، خواہ وہ مسلمانوں کی اولاد ہوں یا کفار کی اولاد ہوں۔

۲۔ فطرت سے مراد وہ ابتدائی حالت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا۔

۳۔ بعض کہتے ہیں کہ کلامِ عرب میں فطرت کا معنیٰ ہے، ابتداء، اور فاطر کا معنی ہوگا ابتداء کرنے والا۔

۴۔ فقہاء کی ایک جماعت کہتی ہے کہ فطرت سے مراد وہ تخلیقی استعداد و صلاحیت ہے جس پر بچہ کی پیدائش ہوتی ہے، یعنی ہر مولود کی خلقت میں معرفت ربّ ودیعت کردی جاتی ہے۔(۴۴)

۵۔ ابن عطیہ رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لفظ فطرت کی مختلف تفسیروں میں قابل اعتماد تفسیر یہ ہے کہ فطرت درحقیقت وہ فطرتی وصف اور جبلی صلاحیت ہے جو بچہ کے اندر رکھی گئی ہے، جس کے ذریعہ وہ مصنوعاتِ الٰہی میں امتیاز کرسکتا ہے، اپنے رب کی معرفت پر استدلال کرسکتا ہے۔ احکامِ خداوندی پہچان کرسکتا ہے، اللہ تعالیٰ پر ایمان لاسکتا ہے۔

۶۔ بعض کہتے ہیں کہ فطرت سے مراد دین اسلام ہے، بعض کی رائے ہے فطرت سے مراد اللہ تعالیٰ کی معرفت کا اقرار ہے۔ اور بعض کا خیال یہ ہے کہ فطرت سے مراد ایمان ہے۔(۴۵) قرآن حکیم میں ان تمام معانی کے مطابق فطرت کا لفظ آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفاً ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ...... (۴۶)

اس آیت مبارکہ میں ''فطرت'' سے مراد دین اسلام ہے۔ فکری تربیت والدین کی بھی ذمہ داری ہے: بچہ کے پہلے مربی و معلم خود والدین ہوتے ہیں، اس لئے بچہ کی فکری تربیت والدین کی بھی ذمہ داری ہے: بچہ کی فکری گمراہی کی ذمہ داری بھی والدین پر عائد ہوتی ہے۔ جیسا کہ سورہ اعراف کی آیات سے معلوم ہوتا ہے:

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلاً خَفِيْفاً فَمَرَّتْ بِهٖ فَلَمَّا

أَثْقَلَت دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحاً لَّنَكُونَنَّ مِنَ
الشَّاكِرِيْنَ ٥ فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحاً جَعَلاَ لَهُ شُرَكَاءَ فِيْمَا آتَاهُمَا
فَتَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ٥ (٤٧)

یہ لوگ اللہ سے اولاد صالح کے طالب ہوتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ فطرت صالح پر انہیں اولاد عطا کرتا ہے تو اس کا شکر کرنے کے بجائے اس کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں جن لوگوں کا اس آیت میں ذکر ہے ان سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں: (۴۸)

اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے:

كل مولود يولد على فطرته ثم ابواه يهود انه أوينصر انه أويمجسانه (٤٩)

آپ ﷺ نے فرمایا ہر بچہ فطرت صالحہ یعنی اسلام پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے یہودی مجوسی یا نصرانی بنا دیتے ہیں۔

تربیت کی اصطلاحی تعریف:

احمد خلیل جمعہ تربیت کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عام طور پر تربیت سے یہ مراد لیا جاتا ہے کہ تربیت انسانی زندگی کے مختلف ادوار کے ان اثرات کا نام ہے، جو انسانی جسم، عقل اور تخلیق پر مرتب ہوں خواہ قصداً ہوں یا از خود۔ انسانی زندگی کے مختلف ادوار میں وہ دور بھی شامل ہے جو دور انسان کو ولادت سے قبل ماں کے پیٹ میں حاصل ہوتا ہے۔ اس وقت کے اثرات کو بھی تربیت کے عام معنی میں شامل سمجھا جائے گا۔ اسی طرح ولادت سے لے کر موت تک کے تمام اثرات تربیت انسانی کا حصہ ہیں۔ (۵۰) تربیت ایک اجتماعی نظام ہے۔

ڈاکٹر محمد امین صاحب نے تربیت کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے سنتِ نبوی ﷺ سے تزکیہ وتربیت کا جو مفہوم ہماری سمجھ میں آتا ہے وہ نفس انسانی کی ایسی تربیت ہے جو اس کی ساری صلاحیتوں اور قوتوں کو اطاعتِ رب کا خوگر بنادے اور اسے رضائے الٰہی کی منزل تک لے جائے۔یعنی انسانی صلاحیتوں کی بہترین نشوونما، زندگی کے ہر معاملے اور ہر جزیئے میں (خواہ وہ زندگی کا انفرادی پہلو ہو یا اجتماعی اور خواہ داخلی پہلو ہو یا خارجی) نفس انسانی کی ایسی تربیت کہ اللہ کے احکام کی اطاعت، (خواہ ان کا تعلق عقائد سے ہو یا عبادات سے اور خواہ اخلاق وآداب سے ہو یا معاملات سے) اس کے لیے مرغوب بن جائیں اور اللہ کی خوشنودی ورضا اس کی غایت الغایات بن جائے۔(۵۱)

تربیة ربایربو سے نموو زیادتی کے معنی میں مستعمل ہے،یعنی کسی شئی کا تدریجا کمال تک پہنچنا قدیم عرب اس کے لئے التادیب کالفظ استعمال کرتے تھے،اور معلم کوالموٴدب کہتے تھے۔(۵۲)

قرآن کریم میں تربیت کا مفہوم دوجگہ آیا ہے:

وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيراً (۵۳)

اورقال الم نربك فينا وليدًا اولبثت فينا من عمرك سنين (۵۴)

ایک محقق کی رائے کے مطابق قرآن کریم کی ۱۵۰۴ آیات اخلاقی تعلیمات پر مشتمل ہیں (۵۵)

مصری مفکر شیخ احمد فرید لکھتے ہیں اسلامی نقطہ نظر کے مطابق تربیت کا مفہوم ہے:

سلف صالحین کی طرح عقائد وپاکیزہ اخلاق اور اسلامی افکار کے مطابق تربیت کرنا۔(۵٦)

تربیت کے لغوی معنی پرورش کرنے اور نشوونما دینے کے ہیں۔جسمانی تربیت کا مطلب یہ ہے کہ بچہ صحت مند،توانا اور تندرست ہو،تربیت کے ذریعہ جسم کی قوتوں اور صلاحیتوں

کو حدِ کمال تک پہنچا دیا گیا ہے۔ اخلاقی تربیت کا مفہوم یہ ہے کہ انسان طرزِ عمل کے اعتبار سے باوقار و مہذب ہو شستہ اور شائستہ ہو۔ اچھے اخلاق اور اچھے آداب کا حامل ہو۔ اخلاقی تربیت میں منفی پہلو بھی شامل ہیں یعنی وہ شخص اخلاق مذمومہ، عادات سیئہ، فحش اور تندی زبان سے مجتنب ہو۔ تعلیم کے ساتھ جب تربیت کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اعمال حسنہ اور اخلاق حسنہ کی تعلیم دی جائے اور عملی مشق کرائی جائے۔

تکرار اعمال وافعال سے عادات اور ملکات کی تشکیل ہوتی ہے۔ عادات و ملکات سے انسان کا کردار بنتا ہے۔ اور کردار سے انسان کی شخصیت پروان چڑھتی ہے اس لیے تربیت وسیع تر مفہوم کے لحاظ سے کردار سازی، تعمیر سیرت اور ارتقائے شخصیت کے ہم معنی ہے۔ بہر حال تربیت کا اصل ہدف کردار سازی اور تعمیرِ سیرت ہے۔

قدیم زمانہ سے تربیت اخلاق نوجوانوں کی تعلیم کا لازمی جزو رہا ہے۔ کوئی ملک ہو، کوئی قوم ہو، علوم میں مہارت کے ساتھ تربیت اخلاقِ حسنہ اور پختگی کردار کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی رہی ہے۔ یورپ میں جب لادینی تصورِ حیات کا غلبہ ہوا تو تعلیم سے تربیت اخلاق اور تعمیر سیرت کا حصہ خارج کر دیا گیا۔ (۵۷)

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنے خصوصی انعام واحسان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْبَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (۵۸)

ہم نے تمہارے لیے خود تمہی انسانوں میں سے ایک رسول کو مبعوث فرمایا جو کتاب اللہ کی تعلیم کے ساتھ تزکیہ نفوس کے ذریعہ تمہاری تربیت کرتے ہیں اور احکام الٰہی کے ساتھ حکمت و دانش کی تعلیم دیتے ہیں۔

اس میں نبی کریمؐ کی سیرت کا ایک پہلو ''بحیثیت استاذ و مربی'' کے سامنے آتا ہے اور اس حوالہ سے ہم سب کا اس شعبہ میں شامل ہونا قابل فخر بات ہے۔ علم اللہ کی طرف سے ہے،

اس کا سرچشمہ خدا کی ذات ہے، تربیت کا ذریعہ کتاب اللہ اور سیرت رسول اللہ ﷺ ہے۔

"تربیۃ" ربا یربُو سے اضافہ کرنے ربّیٰ یربّی سے پیدا کرنے ربّ یربّ سے اصلاح کرنے اور اہل بنانے کے معنیٰ میں آتا ہے۔(۵۹)علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ الرّب اصل تربیت کے معنیٰ میں ہے اور تربیت کہتے ہیں رفتہ رفتہ کسی صفت کو کمال تک پہنچا دینا۔(۶۰) امام راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ الرب کے اصل معنیٰ تربیت ہیں کسی کیفیت کو رفتہ رفتہ بڑھاتے ہوئے حد کمال تک پہنچا دینا۔(۶۱) جن معنوں میں ہم آج کل تربیت کا لفظ بولتے ہیں اس کے لیے قرآن و سنّت نے تزکیہ نفس کا لفظ استعمال کیا ہے۔اسی چیز کو ہم تعمیر سیرت و کردار بھی کہتے ہیں۔انگریزی میں اس کے لیے Traning کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور تعلیمی حوالے سے تربیتی سرگرمیوں کو غیر نصابی (Extra-Curricular) یا ہم نصابی سرگرمیاں (Co-Curricular Activities) کہتے ہیں۔مغرب کے ہاں تربیت کا تصور انتہائی ناقص ہے۔تعلیمی حوالے سے ان کی تربیت سے مراد یہ ہوتی ہے کہ طلبہ کی فطری صلاحیتیں نکھر جائیں مثلاً بولنے اور تقریر کرنے کی صلاحیت، لکھنے کی صلاحیت یا معاشرتی آداب جیسے صاف ستھرا رہنا، ڈھنگ کے کپڑے پہننا وغیرہ۔مغرب کے مذہبی حلقوں میں تربیت کے حوالے سے اخلاق کا تصور بھی تھوڑا بہت موجود ہے لیکن مذہب اہل مغرب کی زندگیوں سے بڑی حد تک نکل چکا ہے اور ان کی زندگیوں پر اس کے اثرات برائے نام ہیں۔

مغرب کو چھوڑیئے افسوس کی بات تو یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاں بھی تزکیہ و تربیت کا تصور مسخ ہو چکا ہے۔اب ہمارے ہاں مذہبی حلقوں میں تزکیہ و تربیت کا تصور محض اتنا ہے کہ آنکھیں بند کر کے سر جھکا کر اللہ ہو کی ضربیں لگائی جائیں۔دوسرے لفظوں میں ذکر اور عبادات کی کثرت ہے، جہاں تک عقائد، معاملات اور اسلامی اخلاق و آداب کا تعلق ہے انہیں عملاً تزکیہ و تربیت کا جزو نہیں سمجھا جاتا بلکہ مسلم عوام و خواص کا ذوق اتنا بگڑ چکا ہے کہ وہ اسے محض چند مظاہر تک محدود سمجھتے ہیں، خواہ دیگر اسلامی احکام کی صریح خلاف ورزی ہو رہی ہو جیسے نماز نہ پڑھنا یا صاف ستھرا نہ رہنا۔

بچوں کی فکری تربیت کا منہج:

حدیث نبوی ﷺ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا
نصرانی بنا دیتے ہیں یا مجوسی بنا ڈالتے ہیں'' (۶۲)

فطرت کے مفہوم میں صرف اقرار باللہ اور ایمان باللہ داخل نہیں ہیں بلکہ فطرت طبعاً خیر کو پسند کرتی ہے اور شر سے نفرت کرتی ہے، ایسی صورت حال میں بچوں کی ذہن سازی اور اس کے دل میں یہ حسین مفہوم بڑی آسانی سے مرکوز ہوسکتا ہے، بچوں کو تاکید کے ساتھ بتایا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے ہم سب کو پیدا کیا، ہمیں رزق عطا فرمایا اور ہمیں بے حد نعمتیں اور فضیلتیں بخشیں۔

بچہ بلاشبہ اپنی فطرت کے سبب انھ تمام صفاتِ محمودہ کو قبول کرے گا، جو باپ اس کے دل میں مرکوز اور اس کی زندگی سے مربوط کر سکے گا۔ باشعور مربی اور ہوشمند باپ کو چاہئے کہ مناسب اوقات اور خوشگوار مواقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بچوں کو ایسے امور کی تعلیم دیں جو ان کے لئے مفید ہوں اور رب کریم کے ساتھ ربط و تعلق کو مضبوط کرتے ہوں، اخلاق جمیلہ کا ایسا منظر رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات میں دیکھا جا سکتا ہے، ایک دن ابن عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ردیف تھے، حضور ﷺ نے ان کو کچھ آداب سکھائے، جس کا تعلق اللہ تعالیٰ پر حسن توکل، مراقبہ اور اس کے حقوق و اخلاق سے تھا، حضورِ اکرم ﷺ نے ابن عباسؓ سے فرمایا اے لڑکے! کیا میں تمہیں چند ایسے کلمات نہ سکھاؤں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تجھے نفع دیں؟ ابن عباسؓ نے عرض کیا کیوں نہیں ضرور بتایئے۔

عقیدہ توحید پختہ کر کے تربیت کرنا:

حضور ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے حقوق کی حفاظت کر، اللہ تیری حفاظت کریں گے، اللہ کے حقوق کا خیال رکھ تو اس کو اپنے سامنے پائے گا، آسودہ حالی میں اسے یاد رکھ، وہ تمہیں سخت حالی میں یاد رکھے گا، اور جب تو سوال کرنا چاہے تو (صرف) اللہ سے سوال کر، اور جب مدد

چاہے تو صرف اللہ سے مدد مانگ، جو کچھ بھی ہونا ہے (وہ ہوکر رہے گا)۔ اگر ساری مخلوق جمع ہو کر تجھے نفع پہنچانا چاہے اور اللہ نے تیرے مقدر میں اسے نہیں لکھا ہے تو وہ تجھے نفع نہیں پہنچا سکے گی اور اگر تجھے نقصان پہنچانا چاہے اور اللہ نے وہ نقصان تیری تقدیر میں نہیں لکھا ہے تو وہ ایسا نہیں کر سکے گی۔'' (٦٣) یہ ہے وہ اخلاق کا تربیتی اسلوب جس کے ذریعہ بچہ کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ استوار ہوتا ہے اور اللہ کے سوا باقی تمام تعلقات منقطع ہو جاتے ہیں، پھر وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی سے امیدیں وابستہ رکھتا ہے اور اسی ذات سے ڈرتا ہے، اور اسی کے سامنے دست سوال دراز کرتا ہے، اور جلوتوں کے علاوہ خلوتوں میں بھی اس کے حقوق کا پاس رکھتا ہے، اور اسی کی راہ پر کامل استقامت وقوت کے ساتھ چلتا ہے، اور ہر حال میں خواہ حالت شدت کی ہو یا رخوت کی اسی ذاتِ کبریائی کا خوف دل میں لئے رکھتا ہے۔

باپ اور مربی کو چاہئے کہ بچوں کو اللہ تعالیٰ کی مخلوقات ومصنوعات کی جانب متوجہ کرے، بچوں کو برجوں والے آسمان، روشن جگمگاتے ستاروں، خوبصورت زمین و پانی، سورج، چاند اور پہاڑوں کی طرف متوجہ کر کے پوچھے یہ سب کچھ کس نے پیدا کیا؟ اور اس خوبصورت کائنات کا نظم ونسق کرنے والا کون ہے؟ پھر ان کے دلوں میں اس کے درست جوابات ڈالے۔

بسا اوقات بعض ذہین بچے اپنے والدین یا معلمین سے سوال بھی کرتے ہیں، وہ کبھی پوچھتے ہیں کہ کائنات کا خالق وموجد کون ہے؟ اور کبھی ان کا سوال اشیاء کی طبیعت وحقیقت کے متعلق ہوتا ہے، یہ چیز اس ہیئت وشکل میں کیوں بنائی گئی ہے؟ تو والدین وغیرہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ان سب کا خالق اللہ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے ہی ان مخلوقات کو پیدا کیا اور انہیں یہ صفات اور شکلیں عطا فرمائی ہیں۔

باپ کے لئے یہ بات نامناسب ہے کہ وہ اس کو نا سمجھ سمجھتے ہوئے یا یہ سمجھتے ہوئے کہ ابھی یہ اونچی باتیں نہیں سمجھ سکتا، اس کے سوالات کو مہمل جانے اور ان سے غفلت برتے۔ اس لئے کہ بچہ کی عمر کا ابتدائی مرحلہ ایسا ہوتا ہے، جس میں اس کی فطرت اپنے خالق کی شناخت

کے لئے بیدار ہوتی ہے۔

خوف الٰہی پیدا کر کے تربیت کرنا:

احمد خلیل جمعہ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے حق میں بچوں کی اخلاقی تربیت کے متعلق خوف الٰہی ایک اہم نکتہ ہے، اور یہ اسلامی تربیت کا ایک اہم پہلو ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کی معیت کا ہر لحہ احساس اور اس کا انسان کے تمام اعمال کے احاطہ پر قادر ہونے کا اعتقاد ہی دراصل حقیقی اخلاقی تربیت کے ثمرات میں سے ایک ثمرہ ہے۔

قرآن کریم اور اسلامی تعلیمات تربیت اولاد کے معاملہ میں بادہ اہمیت دیتی ہیں، اور اس پر بہت زور دیتے ہیں، تاکہ وہ بچہ اپنی دنیا وآخرت اور خاندان ومعاشرہ کا نفع بخش فرد بن سکے۔(۶۴)

قرآن حکیم کی بہت سی آیاتِ کریمہ میں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝(۶۵)

ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں جو خیالات آتے ہیں ہم ان کو جانتے ہیں، اور ہم شہ رگ گردن سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

لہٰذ بچوں کو اس کی تعلیم دی جائے کہ دل میں جو خطرات وخیالات گزرتے ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے، اللہ کا علم انہیں بھی اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔ پروردگارِ عالم فرماتے ہیں:

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (۶۶)

جہاں کہیں بھی تم ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وسیع علم کی وجہ سے انسان کے ساتھ ہے وہ چاہے کہیں پر بھی ہو، ہر شے اس کے احاطہ علم میں ہے۔

احادیث نبوی ﷺ سے بھی بچوں کی تربیت کے لئے ایسے بہت سے خوبصورت طریقوں کا علم ہوتا ہے جس سے تعلق مع اللہ کی بہترین صورتیں سامنے آتی ہیں اور جس سے وہ بچہ صغرسنی ہی کی حالت میں بہترین اور پسندیدہ فرد بن جاتا ہے۔اس کی مثالیں بہت زیادہ ہیں حضرت علیؓ بن ابی طالب صرف دس سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور مسلمان ہوئے، اور اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت حاصل کی اور باطل کو پھینک دیا دنیا کے بلند ترین انسان بنے۔

ذیل میں کم عمر مجاہد صحابہؓ کے اسماءِ گرامی دیئے جاتے ہیں جنہوں نے دورِ نبوت میں چھوٹی عمر میں ہی اعلیٰ فضیلتیں حاصل کیں۔ اسامہ بن زیدؓ، اسید بن ظہیرؓ، براء بن عازبؓ اور زید بن ارقمؓ اور بہت سے صحابہؓ جنہوں نے غزوہ احد کے موقع پر کفار کے خلاف جہاد میں شرکت کی اجازت کے لئے اپنی جانیں حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے پیش کی تھیں، اگرچہ وہ اس موقع پر بہت پر امید تھے کہ انہیں اجازت مرحمت ہو جائے گی، مگر حضور ﷺ نے ان کی کم عمری اور سن طفولیت کے قریب ہونے کی بناء پر انہیں اجازت عطا نہیں فرمائی تھی اور ان کو واپس بھیج دیا تھا۔

ایک روز رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَاراً وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ O(٦٧)

اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

جب آپ ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی تو ایک جوان جس کے دل پر تلاوت

بنویﷺ نے اپنا اثر دکھا دیا تھا آتا ہے، رسول اللہﷺ اپنا دست اقدس اس کے سینہ پر رکھتے ہوئے فرماتے ہیں: اے جوان! ''کہو لا الہ الا اللہ'' پس وہ یہ کلمہ کہتا ہے، حضورﷺ اسے جنت کی خوشخبری سناتے ہیں، پھر تقریباً سات سال کی عمر کے بچے رسول اللہﷺ کے پاس آتے ہیں اور وہ بھی بڑوں کے ساتھ حضورﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرتے ہیں، حضورﷺ اپنا دست اقدس بڑھاتے ہیں اور ان سب کو بیعت فرماتے ہیں۔(۶۸)

احمد خلیل جمعہ لکھتے ہیں: چھوٹے بچوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف کس طرح ڈالا جائے جو آگے چل کر اللہ عزوجل کے راستہ میں اپنی جانیں قربان کرنے کا سبب بن جائے۔ پاکیزہ جذبات کے یہ مبارک انواع ایسے ہیں کہ ان میں والدین کے لئے تربیت کے مطالب موجود ہیں، جنہیں وہ اپنے بچوں کے دلوں میں ڈال سکتے ہیں اور ان کے مطابق ان کی تربیت کر سکتے ہیں تاکہ ان بچوں کے دلوں کا اور ان کی روحوں کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ربط و تعلق پیدا ہو جائے۔

بچوں میں ایسے پاکیزہ جذبات ابھارنے کے دیگر عوامل میں سے ایک اہم عامل یہ ہے کہ ان میں اللہ و رسول اللہﷺ کی طرف رجوع کا احساس بیدار کیا جائے، بچے ان جذبات کی طرف فطرۃً مائل ہوتے ہیں، یقینی چیزوں میں رغبت رکھتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں، تاکہ انہیں زندگی کی حقیقت اور اس کی قدر و قیمت معلوم ہو، کامیاب والد اور مربی وہی ہے جو ہر وقت اور ہر حال میں بچوں کی تربیت میں مسلسل لگا رہتا ہے، اور ان میں اللہ تعالیٰ کے خوف کا احساس پیدا کرتا رہتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے سامنے (ایک دن) جوابدہی کا احساس بیدار کرتا رہتا ہے، اور یہ کام کچھ مشکل نہیں ہے، سن تمیز کی ابتداء ہی میں اس کا حصول ممکن ہے۔

باپ بچوں کے ساتھ تذکیر و تفہیم کا اسلوب اختیار کرے، بچوں کو ہمیشہ یاد دلاتا رہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی نگرانی کر رہے ہیں .ور اس کے تمام اقوال و افعال سے واقف ہیں۔ اس کے لئے متنوع صورتیں اختیار کی جا سکتی ہیں، مثلاً بچہ سچ بولے تو اس کی حوصلہ افزائی کرے اور

اس پر جو اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے اس کی ترغیب دے، جب بچہ کو کمرہ وغیرہ میں اکیلا چھوڑے یا افرادِ خانہ سے دور کسی جگہ میں تنہا چھوڑے تو اسے یاد دلائے کہ اللہ تعالیٰ اس کی نگرانی کر رہے ہیں، مثلاً یوں کہے کہ مجھے پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں تمام حالات میں دیکھتا ہے؟ وہ یقیناً بالطبع جواب دے گا کہ ہاں ضرور وہ دیکھتا ہے، اس موقع پر باپ اسے نصیحت کرے کہ جب وہ ہر وقت اور ہر حال میں دیکھتا ہے تو تجھے کوئی ایسا کام جس سے وہ (اللہ تعالیٰ) ناراض ہوتے ہوں نہیں کرنا چاہئے۔

باپ بچہ کی تربیت کے سلسلہ میں ترغیب و ترہیب کا انداز بھی اختیار کر سکتا ہے تاکہ بچوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور خوف دونوں پروان چڑھیں اور اس طرح اس کی زندگی خوف اور امید کے درمیان گزرے۔

ترغیب و ترہیب کے سلسلہ میں مربی کو چاہئے وہ آیاتِ قرآنیہ جن میں جنت کا وصف یا جہنم کا ذکر ہے بیان کرے، کیونکہ قرآنی آیات میں ان کے لئے عبرتوں اور نصیحتوں کا وافر سامانِ موجود ہے اور پھر آیات کے سادہ اور مختصر طور پر معانی و مطالب بھی واضح کر دے، اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ اس کے ساتھ کوئی بافائدہ اور مناسب واقعات اور مفید مواعظ جوڑ دے اور ملا دے، خصوصاً اس وقت جب بچہ ہر قسم کے لہو و لعب وغیرہ سے فارغ الذھن ہو، بچوں کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی یاد دلانا اور انہیں نفع بخش ترغیب و ترہیب دینا ایسے امور ہیں کہ ان سے بچوں کے اندر زبردست حساسیت پیدا ہوتی ہے، جب بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر اور قرآنی آیات کا سماع کرتا ہے تو اس کے ذہن میں خشیت خداوندی کا استحضار پیدا ہو جاتا ہے،(٦٩) اللہ تعالیٰ نے اس صنف کے لوگوں کا ذکر قرآنِ کریم میں فرمایا ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ
عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ٥(٧٠)

بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں، اور جب اللہ کی آیتیں ان

کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور توکل کرتے ہیں اللہ پر۔

اس اخلاقی اور تربیتی میدان میں باپ کو اپنے بچہ کے لئے اسوہ اور نمونہ بنناچاہیے، لہٰذا اسے چاہیئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''قرآن کریم'' پرسوز لہجہ میں پڑھے، اور دورانِ تلاوت اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا اپنے دل میں احساس لائے، اس کا بچہ پر بہت اثر ہوگا، اگر باپ قرآنِ کریم کی تلاوت خوش الحانی آہ و بکاء اور خشوع کے ساتھ کرے تو بھی بہت بہتر ہے۔

رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہ قرآن درد وغم کے ساتھ نازل ہوا ہے، لہٰذا جب اس کی تلاوت کرو تو رویا کرو، اگر رونا نہ آئے تو رونے والی صورت ہی بنالیا کرو۔''(۱۷)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے (جو کہ حبر الامت اور بحرالعلم ہیں) آپ فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھو اور اس کے ذریعے اپنے دلوں کو حرکت دو۔ (یعنی تلاوت قرآن کریم کے وقت حزن و بکاء اور خشوع کا اظہار کیا کرو۔

واضح بات ہے کہ جب بچہ اپنے مربی کو قرآن سے متاثر ہوتے دیکھے گا تو وہ خود بھی اس سے متاثر ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے مربی سے خشیت کا سبب پوچھے نیز وہ بچہ اس مشاہدہ سے جان لے گا کہ میرا مربی جس امر کی وجہ سے آہ و بکاء میں مبتلا ہے وہ یقیناً کوئی عظیم وجلیل امر ہوگا، اس کا اثر یہ ہوگا کہ اس بچہ کے صاف اور معصوم دل میں بھی خشوع کے آثار ظاہر ہونا شروع ہوجائیں گے، اوران کی نقشہ سازی ہوجائے گی، اور پھر خوف وخشوع کے یہ آثار اس کے جوان ہونے تک اس کی قوت متخیلہ میں موجود رہیں گے، جب وہ کامل جوان ہوگا تو ایمان کی حقیقی حلاوت و شیرینی اور خشوع وخضوع کی لذت سے متلذذ ہوگا، اور مراقبہ الٰہی کے ثمرات سے مکمل طور پر آشنا ہوگا، بالآخر وہ راہِ مستقیم پر گامزن رکھنے والی تربیت سلیمہ کے فوائد سے بھرپور مستفید ہوگا۔

انعامات الٰہیہ کی طرف متوجہ کر کے تربیت کرنا:

اللہ تعالیٰ کی ظاہری و باطنی نعمتوں سے بچوں کو روشناس کرانا بھی اللہ تعالیٰ کے متعلق ان کی اخلاقی تربیت کا حصہ ہے، انسان کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں، فضیلتوں اور متنوع پاکیزہ چیزوں سے بھی روشناس کرانا چاہئے تاکہ بچہ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ان گنت نعمتوں پر شکر گزاری کا احساس پیدا ہو اور اس کے ساتھ اس کے دل میں اللہ عزوجل کی عظمت و بڑائی بھی بیٹھ جائے۔

اللہ تعالیٰ کے، بچہ پر جو انعامات و احسانات ہوئے ہیں انہیں بیان کرے، اسی طرح اللہ جل شانہ نے بچہ کی خاطر کھانے، پینے، سواری، لباس اور رہائش کے انتظامات فرما دیئے ہیں، اور دیکھنے سننے کی قوتیں اور دیگر حواس عطا کر دیئے ہیں، ان کا اس کے سامنے ذکر کرے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ جب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور انعامات کا اس کے سامنے ذکر کیا جائے گا تو وہ یقیناً ان نعمتوں کے فوائد سوچے گا، وہ ضرور سوچے گا کہ واقعی اگر مجھے ان نعمتوں میں سے کوئی نعمت حاصل نہ ہوتی تو مجھے بڑی صعوبت و دشواری کا سامنا کرنا پڑتا اور بدنصیبی کی زندگی بسر کرتا، یہ بھی ممکن ہے کہ ہم بچہ کی توجہ کھانے پینے کی عدم دستیابی اور اس سے برآمد شدہ نتائج یعنی بھوک و ہلاکت وغیرہ کی جانب بھی مبذول کرائیں، بچہ کی تربیت کے لئے بہت سے شاندار مواقع پا سکتا ہے، مثلاً اس کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائے اور اس کا اللہ تعالیٰ سے ربط و تعلق قائم کرے، اور اس کے اندر اللہ تعالیٰ کے عظیم احسانات و انعامات پر شکر کے جذبہ کو فروغ دے، اور اسے ایک عالم کا یہ قول یاد دلائے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی چیزیں پیدا کی ہیں، وہ دراصل اس کا اپنے بندوں پر فضل و احسان ہے، جس کا شکر ادا کرنے کے لئے بندے اس کی حمد کرتے ہیں اور اس میں جو حکمت و مصلحت ہے وہ بھی اسی کی طرف لوٹتی ہے جس کی وجہ سے وہ ذات لائق حمد و شکر ہے۔

چونکہ بچہ کا ذہن اپنے اردگرد کے ماحول سے مربوط و متعلق ہوتا ہے جس میں وہ زندگی بسر کرتا ہے۔ اس لئے وہ دین سے متعلقہ امور کا صحیح ادراک محض ان کے معانی سے نہیں

کر پاتا، اس کے لئے مربی کو چاہئے کہ بچہ کی توجہ اردگرد کے وسیع ماحول کی طرف مبذول کرائے، جب وہ آسمان وزمین، درختوں، پہاڑوں اور پھولوں جیسے قدرتی مناظر دیکھے گا تو اسے ان قدرتی امور کے حسن و جمال کا ادراک ہوگا اور اسے خوشگوار آثار کا احساس ہوگا جس کا اس پر اثر یہ ہوگا کہ پھر وہ اللہ رب العالمین کا مزید شکر ادا کرے گا جس نے ہر چیز کو خوبصورت پیدا کیا ہے۔

اس کے بعد اسے قرآن کریم کی چند آیات سنائی جائیں، مثلاً فرمانِ خداوندی ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ○ (۷۲)

اے لوگو! اللہ کے تم پر جو احسانات ہیں ان کو یاد کرو، کیا اللہ کے سوا کوئی خالق ہے جو تم کو آسمان وزمین سے رزق پہنچاتا ہو۔

نیز ارشادِ الٰہی ہے:

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ ○ (۷۳)

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اس نے اپنی نعمتیں ظاہری اور باطنی پوری کر رکھی ہیں۔

نیز فرمانِ ربّ العالمین ہے:

وَمِن رَّحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ○ (۷۴)

اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے دن اور رات کو بنایا تا کہ تم رات میں آرام کرو، اور دن میں اس کی روزی تلاش کرو، اور تا کہ تم شکر کرو۔

اس طرح کی دیگر کثیر آیاتِ قرآنیہ جس میں اللہ تعالیٰ کے انعامات واحسانات اور عطیات کا ذکر ہو ان کا بچوں کے سامنے ذکر کیا جائے اور ساتھ ساتھ ان آیات کی تشریح بھی کی جائے مگر اس تشریح میں بچوں کی عمر کا بھی لحاظ رکھا جائے وہ تشریح مختصر مگر پر مغز قسم کی ہو، قرآنی آیات میں بچوں کے لئے جو زیادہ اہم نعمتیں مذکور ہوں انہیں اختیار کیا جاسکتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان کی وضاحت کی جائے، بچوں کے سامنے ماں باپ کی شفقت واضح کی جاسکتی ہے اسی طرح مثلاً بصارت کی نعمت بتائی جاسکتی ہے، اس سے یہ ہوگا کہ بچہ کو بصارت کی فضیلت واہمیت معلوم ہوگی، اور اس کے نتائج سے واقفیت ہوگی، اسی طرح بچوں کو ایسے دوسرے پہلوؤں پر توجہ دلائی جاسکتی ہے، جو ان کی عمر اور ذہنی سطح کے مناسب ہوں، اور ان پہلوؤں کے ساتھ اخلاقی پہلوؤں پر بھی توجہ ضروری ہوگی۔

عبادت کی تربیت:

یہ امر مسلم ہے کہ بچوں کو اسلام کے پانچوں ارکان کی تعلیم دی جائے گی اور تمام ارکانِ اسلام کی اہمیت وفضیلت کی طرف اشارہ کیا جائے گا۔ اور اس کے اخلاقی پہلوؤں پر زور دیا جائے گا، نماز اسلام کا اہم ترین رکن ہے۔ نماز اسلام کا ستون ہے، بلکہ ایک یہ ایسا دینی شعبہ ہے، جو انسان پر اس وقت تک لازم رہتا ہے جب تک وہ باحیات اور مکلّف ہے، نماز سے انسان کا تعلق اپنے خالق ومالک سے مضبوط اور مستحکم ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی اہمیت کے پیشِ نظر لوگوں کو اس کی پابندی کا حکم دیا ہے، قرآن کریم میں بصیغۂ امر اس کی محافظت کا حکم ربانی آیا ہے، ارشاد ہے:

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلٰوتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○ (۷۵)

حفاظت کرو سب نمازوں کی (عموماً) اور درمیان والی نماز کی (خصوصاً)
اور کھڑے ہوا کرو اللہ کے سامنے عاجز بنے ہوئے۔

نماز کی اہمیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی ادائیگی میں تھاوں اور غفلت برتنے پر تنبیہ فرمائی ہے۔ ارشاد فرمایا:

فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ○ (۷٦)

ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھے ہیں (یعنی ترک کر دیتے ہیں)۔

احادیث مبارکہ میں بھی ترکِ صلوٰۃ یا اس کی ادائیگی میں سستی کرنے پر وعید آئی ہے، چنانچہ رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ (۷۷)

ہمیں چاہئے کہ بچوں کی اخلاقی اصلاح، ان کے نفوس کی تہذیب اور طبیعتوں کو صیقل کرنے کے لئے انہیں نماز کے عظیم فوائد و ثمرات بھی بتائیں، یہ امر اللہ تعالیٰ کے ساتھ براہِ راست تعلق اور مناجات کا ذریعہ ہے، اس تعلق سے ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی خشیت واقع ہوگی، اور اللہ تعالیٰ کا دلوں میں مکمل دھیان و خیال پیدا ہوگا۔

نماز سے ایک مسلمان کو جو ثمرات و فوائد اور اخلاق و آداب حاصل ہوتے ہیں اور اس سے نفوس کی جو اصلاح و تربیت ہوتی ہے اس کی بھی مربی اور باپ بچوں کے سامنے وضاحت کرے، مربی یہ آیت قرآنی انتہائی عاجزانہ آواز میں تلاوت کرے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ○ (۷۸)

نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے
اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو جانتے ہیں۔

آیت کی اگر وضاحت کر دے تو کوئی حرج نہیں یا اس آیت کی تشریح کے لئے کوئی

معتمد تفسیر لے کر اس کے سامنے پڑھ دی جائے تو بھی ٹھیک ہے، اور ایسا طریقہ اختیار کرے کہ وہ معانی آسانی سے اس کی سمجھ میں آسکیں اور اس کے دل و دماغ میں بیٹھ جائیں، مثلاً تفسیر قرطبی سے اس آیت مبارکہ کی تشریح پڑھے، نماز، نمازی کے سارے بدن کو مشغول رکھتی ہے، جب وہ عبادت گاہ میں آتا ہے اور اپنے رب کے سامنے اظہار عجز و انکساری کرتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ وہ اس کے سامنے کھڑا ہے، اور اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہے ہیں اور اس کے حال پر مطلع ہیں تو اس سے اس کا نفس صالح ہو جاتا ہے، اور اس پر اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا خیال چھائے رہتا ہے اور اس کے جوارح و اعضاء پر اس کی ہیبت کے آثار نمایاں رہتے ہیں۔(۷۹)

مربی جب بچہ کو نماز کے ثمرات اور اس کے فوائد بتائے تو اس کے ساتھ اسے یہ بھی بتلائے کہ جن معاصی اور گناہوں کا انسان ارتکاب کرتا ہے نماز سے وہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اور اس کی تشریح میں اسے رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی سنائے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پانچوں نمازیں اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اپنے مابین کے گناہوں کا کفارہ ہوتے ہیں جب تک کہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے۔(۸۰)

مربی دلچسپ تربیتی انداز میں بچوں کو بتائے کہ نماز سے انسان کو نظم و ضبط کی اہمیت اور اس کا حسن و جمال معلوم ہوتا ہے اور وقت کی قدر، اس کا احترام اور اس سے بھرپور استفادہ کی ترغیب حاصل ہوتی ہے۔

مربی بچہ کا ہاتھ پکڑے اور اسے نماز کی تعلیم دے، پہلے اسے وضو اور طہارت سکھائے اور اس کے روحانی پہلو پر بھی اس کی رہنمائی کرے۔ مثلاً وضو کے محاسن کے سلسلے میں میں رسولِ اکرم ﷺ کا ارشادِ عالی اسے سنائے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان جب وضو کرتا ہے تو اس کے گناہ اس کی آنکھ، کان اور ہاتھ پاؤں سے خارج ہو جاتے ہیں پھر وہ ایسا ہو جاتا ہے جیسے کہ اس کی مغفرت کر دی گئی ہوتی ہے۔(۸۱)

جس طرح مربی بچہ کو وضو اور طہارت کی تعلیم عملی اور نظری طور پر دے گا اسی طرح

اسے نماز کی بھی تعلیم دے گا اور اس کی تربیت وتدریب کرے گا کہ وہ اس نماز کو مکمل طور پر اچھے طریقہ سے ادا کرے، اس کے لئے اسے متعدد اسالیب اختیار کرنے پڑیں گے، ایک اسلوب یہ ہے کہ اسے بطریق مشاہدہ وتقلید تعلیم دے اور یہ طریقہ بچپن کی عمر میں ہوتا ہے، کیونکہ بچے جب اپنے والدین اور گھر کے بڑے افراد کو نماز پڑھتے دیکھتے ہیں تو ان کی تقلید و اتباع کرتے ہیں، پھر انہیں یہ عادت پڑ جاتی ہے وہ نماز کے اعمال مثلاً تکبیر، رکوع اور قیام و سجدہ سے روشناس ہو جاتے ہیں۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بچے اپنے ماں باپ یا بھائی وغیرہ کی اتباع اور نقالی میں بہت زیادہ دلچسپی لیتے ہیں، پس وہ ان کے پہلو میں کھڑے ہو جائیں گے اور قیام، رکوع، سجدہ وغیرہ اعمال میں ان کی تقلید کریں گے، خواہ اس کی حقیقت کا انہیں ادراک نہ بھی ہو، ان شعائر کو ادا کرتے وقت بچہ عموماً بہت خوش ہوتا ہے اور شیخی بگھار رہا ہوتا ہے، کیونکہ بڑوں کے حرکات وسکنات کی نقالی اس کے لئے ممکن ہوتی ہے، یقیناً جب بچہ ایک دن میں کئی بار اس کا مشاہدہ کرے گا تو اس سے نماز کا عمل اس کے لئے سہل ہو جائے گا اور پھر وہ آئندہ زندگی میں پوری رغبت، محبت اور خشوع کے ساتھ نماز ادا کرے گا۔ یہی وجہ ہے نوافل وغیرہ کی ادائیگی کے لئے مسجد کے بجائے گھر میں ادا کرنے کا حکم ہے۔

جب بچہ عمر کے ساتویں سال کو پہنچتا ہے تو نماز کے فعلی اوامر اور پانچوں فرائض کی ادائیگی کی ابتداء ہو جاتی ہے اور باپ یا مربی بچہ کی نماز کی ترغیب اور اس کی ادائیگی پر دوام کی ہدایت دینا شروع کر دیتا ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمانِ عالی کی بجا آوری کرتا ہے۔

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۝ (۸۲)

اور اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہئے اور خود بھی اس کے پابند رہئے۔

نماز ایسی چیز ہے کہ مربی اور باپ کو اس کے لئے صبر وضبط کی ضرورت پڑتی ہے، جب تک کہ بچہ اپنی رغبت وشوق سے نماز ادا نہ کرنے لگ جائے، رسولِ کریم ﷺ نے ہمیں اس بات کی بھی تعلیم دی ہے کہ ہم بچوں کو نماز کا حکم کیسے اور کب دیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

''بچوں کو سات برس کی عمر میں نماز سکھاؤ اور دس برس کی عمر ہونے پر مارو۔'' (۸۳) بچوں کو نماز کی تعلیم دینا باپ اور ولی الامر کی ذمہ داری ہے، اور واجبات میں سے ہے، صرف مستحب امر نہیں ہے، ''المغنی'' میں ابن قدامہ المقدسی نے بعض علماء سے یہ بات نقل کی ہے بچہ کے سرپرست پر یہ بات واجب ہے کہ جب بچہ سات برس کا ہو جائے تو اسے طہارت اور نماز کی تعلیم دے اور اس کا حکم دے۔ (۸۴)

احمد خلیل جمعہ لکھتے ہیں: نماز کے امور کی تعلیم دینے کے سلسلہ میں باپ پر لازم ہے کہ وہ بچہ کو طہارت، ستر عورت اور اللہ تعالیٰ کے سامنے خشوع وخضوع اختیار کرنے کی تعلیم دے، نیز یہ کہ وہ ان امور کی متابعت کرے غفلت نہ برتے، اور ہر بات کئی کئی بار بتائے، ترغیب کے مختلف ذرائع استعمال کرے، مثلاً اسے نماز کی ادائیگی پر کوئی ہدیہ وتحفہ دینا یا حوصلہ افزائی اور ہمت افزائی کرنا وغیرہ، تاکہ بچہ جب جوان ہو جائے اور بچپن سے سن بلوغ اور عمر تمیز کو پہنچے تو خصوصاً نماز کے معاملہ میں غفلت نہ برتے اور اس کو معمولی امر خیال نہ کرے، کیونکہ سن تمیز کے بعد بچوں کی اصلاح وتہذیب اور ان کی تربیت کافی دشوار ہو جاتی ہے۔

اس سلسلہ میں صحابہ کرامؓ کے بہت سے وصایا اور نصائح موجود ہیں، مثلاً سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ جو عالم کبیر تھے انہوں نے والدین اور مربیین کو بڑی مفید نصیحت کی ہے، فرماتے ہیں: ''اپنے بیٹوں کو نماز کی پابندی کراؤ اور ان کو خیر کے کاموں کا عادی بناؤ، کیونکہ خیر عادت ہے۔''

کبھی لہو ولعب یا کسل مندی کی وجہ سے بچہ فرض نمازوں کی ادائیگی میں کوتاہی کر جاتا ہے اس موقع پر باپ کی ذمہ ہے کہ وہ اسے اچھے انداز میں وعظ ونصیحت کرے اور اسے سمجھائے، مکمل طور پر فرائض کی ادائیگی کی ترغیب دیتا رہے، جب تک کہ وہ بچہ رشد وہدایت کی طرف واپس نہ آجائے اور پھر سے فرائض وسنن کو مسلسل کرنے نہ لگ جائے، اگر فہمائش کے باوجود وہ بچہ بات نہ مانے تو اسے بعض ایسی سزائیں دے جو اسے راہِ غلط سے ہٹا کر راہِ صواب پر لے آئے، لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ سزا اسے نماز سے متنفر نہ کرے اور اس

کو سرکشی سے روک دے، یہ اسی صورت ممکن ہے کہ جب ضربِ شدید سے اجتناب کیا جائے۔

بچوں کو نماز کی ترغیب دینے کے ساتھ ان کو اس بات کا عادی بنایا جائے کہ وہ مسجد میں اکر جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں، اس لئے کہ جب وہ نماز باجماعت ادا کرے گا تو اس کا دوسرے نمازیوں سے بھی میل جول ہوگا، نیز اس سے باپ کے لئے ممکن ہو سکے گا، کہ وہ اس کے سامنے نماز باجماعت ادا کرنے کے محاسن وفوائد بیان کر سکے، نیز احادیث میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا جو اجر وثواب ستائیس درجہ کی صورت میں بیان ہوا ہے اس کا بھی اس کے سامنے ذکر ہو سکے۔ (۸۵)

اللہ تعالیٰ نے مسجدوں کو آباد کرنے والوں کا ایمانی وصف کے ساتھ ذکر کیا ہے، فرمایا:

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ ءَامَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ (۸۶)

اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کرنا صرف ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں۔

نماز کی تعلیم کے دوران مربی بیان کرے کہ مسجدیں ایمان اور فرض نمازوں کی ادائیگی سے آباد ہوا کرتی ہیں، اور اس کی فضیلت بیان کرے۔

فکری تربیت کے لئے صالح دوستوں کا انتخاب:

انسان معاشرہ کا ایک لازمی جزو ہے، جس سے کبھی بھی جدا نہیں ہوا جا سکتا؛ اور فرد معاشرہ کی عمارت کا ایک اینٹ ہے، چنانچہ دوستوں، ساتھیوں، ہم عصروں اور ہم جولیوں سے بچے کا متاثر ہونا لازمی امر ہے، چاہے مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا، اور واضح بات ہے کہ بچوں کا رہنا سہنا اپنے دوستوں ساتھیوں اور ہمنشینوں کے ساتھ ہی ہوگا۔ جن کا اثر بھی اس پر ضرور ہوگا۔ چنانچہ اگر دوست اچھے ہوئے تو بچے پر بھی اچھا اثر پڑے گا اور اگر برے دوست ہوں گے تو بچہ بھی انہی کی طرح عادات واخلاق اپنائے گا۔ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ ''احیاء علوم'' میں اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: بچے کی اعلیٰ اخلاقی تربیت اور

عظیم کردار و سیرت کا اکتساب نیک اور صالح لوگوں کی صحبت اختیار کرنے سے ہی ممکن ہے، اور اخلاق کی خرابی، غلط اور خراب لوگوں کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے، اور امام غزالی رحمہ اللہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ انسانی طبیعت پوشیدہ طور پر دوسروں کی طبیعت سے خیالات و عادات اور اخلاق اپنے اندر جذب کرتی ہے۔

اس سے امام غزالی رحمہ اللہ کی نفس سے واقفیت اور بچوں کی نفسیات میں مہارت کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ وہ بچوں کو عیاش لڑکوں کے ساتھ مخالطت سے منع کرتے ہوئے فرماتے ہیں: بچوں کو تعیش پسند اور تفریح کے دلدادہ بچوں کی صحبت سے بچایا جائے۔

امام غزالی کے اس قول کی تائید دوسرے علماء و فقہاء کے اقوال سے بھی ہوتی ہے کہ بچے دوسروں سے مثبت اور منفی دونوں طرح متاثر ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم حربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابتداء بچوں میں اخلاقی خرابی بچوں ہی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ حضرت علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ بھی دوسروں سے بچوں کے متاثر ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں:

بچوں کو شریف، صالح لوگوں اور علماء کی صحبت میں بٹھایا جائے۔ بے وقوف اور جاہل لوگوں کی صحبت سے بچایا جائے۔ اس لئے کہ انسانی طبیعت میں دوسروں کے اندرونی خیالات چرانے کا مادہ موجود ہوتا ہے۔ برے رفقاء و صدقاء سے بچوں کو بچانے کا مقصد ان کے اخلاق کی حفاظت ہے۔ بچے کے لئے اچھے دوستوں اور پاکیزہ ساتھیوں کو چنا جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ انہی دوستوں کے اخلاق سے متاثر ہوتا ہے، اور ان کے اخلاق و عادات کو اپنانے کی کوشش کرتا ہے اور اچھے ساتھیوں کی ضرورت اس لئے بھی ہے کہ بچہ ان کے اچھے اخلاق و عادات کو اپنا کر معاشرے میں کامیاب زندگی گزار سکے۔ (۸۷)

تربیت کے اہم پہلو

ڈاکٹر حافظ محمد سلیم لکھتے ہیں: سیرت طیبہ ؐ کے حوالے سے تربیت کے تین مقاصد ہیں۔

﴿۱﴾ تربیت باطنی، ﴿۲﴾ تربیت ظاہری، ﴿۳﴾ تربیت بذریعہ اصلاح عادات و اطوار (۸۸)

پروفیسر سید محمد سلیم لکھتے ہیں: واضح رہے اسلام کے نزدیک تعلیم و تربیت کا مفہوم بہت

وسیع ہے۔اس کے کئی اجزاء ہیں۔

۱۔تدریسی کتابوں کے ذریعہ علم سکھانا۔

۲۔تربیت گفتار، کردار اور اطوار کو علم کے مطابق استوار کرنا۔افکار و تصورات کو اسلامی مزاج کے سانچے میں ڈھالنا۔

۳۔تادیب: آداب زندگی اور اقدارِ حیات کی پابندی کرانا۔نافرمانی پر سرزنش کرنا۔

۴۔تدریب: علوم و فنون میں مشق و مہارت حاصل کرنا۔ نیک کرداری اور خوش گفتاری کی عادت ڈالنا۔

۵۔تلقین: وعظ و نصیحت سے عوام الناس کو دین و اخلاق کی تعلیم دینا۔

۶۔امر بالمعروف: معاشرہ میں کوشش کرنا کہ نیکیوں کو فروغ ہو اور برائیاں ختم ہوں۔

ایک مسلمان ساری زندگی سیکھتا بھی رہتا ہے اور دوسروں کو سکھاتا بھی رہتا ہے۔معلم بھی بنا رہتا ہے اور متعلم بھی۔ساری زندگی ایک درسگاہ ہے۔(۸۹)

تعلیم جسم ہے تربیت روح:

اسلامی تعلیمات میں تعلیم اگر جسم ہے تو تربیت اس کی روح ہے، اس لحاظ سے تربیت کے بغیر مثالی تعلیم کا تصور اور حصول مقصد ناممکن ہے۔اللہ تعالیٰ نے مقاصد بعثت نبوی ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے: یتلوا علیھم آیاتہٖ ویزکیھم (۹۰) کہہ کر نبوت کا فریضہ قرار دیا کہ تعلیم کے ساتھ طلبہ کی تربیت بھی کریں، آپ ﷺ معلم کے ساتھ مربی بھی تھے، تربیت کا لفظ اضافہ، اصلاح اور اہل بنانے کے معنی میں آتا ہے۔(۹۱) بقول بیضاوی کے معنی ہیں رفتہ رفتہ کمال تک پہنچانا۔(۹۲) یہی امام راغب کی رائے ہے۔(۹۳) لہٰذا تربیت کی جامع تعریف یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر جو فطرت سلیمہ اور متنوع استعداد و دیعت کی ہے اس کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق حفاظت کرنا اور اس میں رفتہ رفتہ اضافہ کرنا یہاں تک کہ وہ درجہ کمال تک پہنچ جائے۔تربیت کا موضوع انسان ہے، اس سے غرض یہ ہے کہ انسان کائنات کی ذمہ داریوں کو (تعلیمات نبویہ ﷺ) کی روشنی میں ادا کرے۔(۹۴) مغرب میں

تربیت ثانوی درجہ کی چیز ہے اس لئے وہ اسے ہم نصابی سرگرمیاں Extra Curricular یا Co-Curricular Activities کہتے ہیں۔ تعلیم میں تربیت کی اہمیت کا اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کے مقاصد بعثت میں سب سے اہم مقصد تربیت کو قرار دیا گیا ہے۔(۹۵) قرآن کریم کی متعدد آیات میں تربیت کے ماخذ تعلیمات نبویہ ﷺ ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت۔ یہ تربیت شریعت پر عمل کر کے اللہ کی عبادت کر کے تعلیمات نبوی ﷺ کا مطالعہ کر کے حاصل ہوسکتی ہے۔(۹۶)

تربیت کی خصوصیات:

تربیت کی مندرجہ بالا تعریفات سے اسلامی تصور تربیت کے مندرجہ ذیل خصائص سامنے آتے ہیں:

﴿ا﴾...... تربیت کا ایک جامع تصور اسلام کا نظام تربیت ہے، جو تربیت کے سارے پہلوؤں اور سارے اصول وجزئیات پر حاوی ہے۔

﴿ب﴾......انسان کی داخلی اور روحانی زندگی کی تسکین کا سامان بھی اس میں ہے۔

﴿ج﴾......اس میں بہترین اجتماعی زندگی کا تصور بھی شامل ہے جس میں ایک فلاحی ریاست ہی نہیں بلکہ بہترین فلاحی معاشرہ کا تصور بھی ابھر کر سامنے آتا ہے۔

﴿د﴾......اس میں موجودہ دنیوی زندگی ہی کی فلاح شامل نہیں بلکہ اخروی فلاح اور فکر آخرت بھی شامل ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ اس کا اصل زور آخرت ہی پر ہے، دنیوی زندگی تو محض ایک وسیلہ اور ذریعہ ہے۔

﴿ہ﴾......یہاں اصل چیز ہر معاملے میں اللہ کی اطاعت ومحبت اور اس کی رضا کا حصول ہے اور اس طرح کے ایک عظیم نصب العین سے بندھ کر فرد اور معاشرے کی ساری صلاحیتیں ایک ہی ہدف کے لیے ایک جہت اور یکسو ہو جاتی ہیں۔

اسلامی تصور تربیت کے ان خصائص سے بآسانی یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ اسلام کا تصور تربیت ایک جامع اور منفرد خصائص کا حامل تصور ہے۔ اس کے مقابلے میں مغرب کا تصور تربیت

انتہائی ناقص ہے نیز آج کل مسلمانوں میں مروج تربیت کا تصور بھی ادھورا اور نامکمل ہے لہٰذا تربیت کے نبوی منہاج کی طرف رجوع ضروری ہے۔

تربیت کا موضوع انسان کی فکراور اخلاق ہیں، تربیت کا مقصداور غرض وغایت:

تربیت کا مقصد یہ ہے کہ انسان کائنات کی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی (۹۷) اس کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق خوش دلی سے ادا کر سکے۔

مسلم مفکرین کے نزدیک تربیت کی اہمیت:

تربیت کے مآخذ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہیں۔(۹۸) اس کی اہمیت کا اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قرن اول سے آج تک بے شمار کتابیں مستقلاً اس موضوع پر لکھی جا چکی ہیں۔(۹۹) صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث میں ''کتاب الادب'' کے نام سے مستقلاً اس موضوع پر احادیث جمع کی گئی ہیں۔ تمام بڑے مسلم مفکرین ابن خلدون، بوعلی سینا امام غزالی، قاضی ابن جماعۃ وغیرہ نے اپنی معرکۃ الارآء کتب میں طلبہ کی نفسیات اوران کی تعلیم وتربیت کے حوالے سے قلم اٹھایا ہے۔(۱۰۰) لیکن مغرب نے صرف تعلیم کو پیش نظر رکھا ہے۔ اور تربیت کو لوگوں کا ذاتی معاملہ قرار دے کر آزاد چھوڑ دیا ہے جس کے نتائج ہمارے سامنے ہیں۔(۱۰۱) سعودی عرب میں وزارت تعلیم کا نام ''وزارۃ التعلیم والتربیۃ'' ہے اور اسی کا ذیلی ادارہ ''التوعیۃ الاسلامیۃ'' ہے جس کا کام طلبہ کی تربیت کرنا اور تربیت کے مختلف پروگرام کا انعقاد کرنا ہے۔(۱۰۲)

تربیت کا ماحول ومربّی سے تعلق:

اسلام ماحول ومربی دونوں کو ذمہ دار قرار دیتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كلّ مولود يولد علىٰ فطرته ثم ابواه يهوّدانه اوينصّرانه (۱۰۳)

ہر شخص اسلام کی فطرت لے کر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اس کا ماحول اس کی تربیت کر کے اس کو یہودی، نصرانی یا کچھ اور بنا دیتے ہیں۔ ماحول سے ہی تربیت ہوتی ہے اور

ماحول بنانے کے ذمہ دار معاشرہ کے تمام طبقے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا۔

کلکم راعٍ و کلکم مسئول عن رعیتہ۔(۱۰۴)

تم میں سے ہر شخص اپنے ماتحتوں کا ذمہ دار ہے اور قیامت کے دن اس سے باز پرس ہوگی، میں سمجھتا ہوں عہد حاضر میں سب سے زیادہ ذمہ دار اساتذہ ہیں۔

ڈاکٹر احمد شلبی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں ہر انسان کے تین باپ ہوتے ہیں ایک وہ جس نے اسے پیدا کیا دوسرا وہ جس نے پرورش کی تیسرا وہ جس نے تعلیم دی اور تیسرے کا درجہ سب سے افضل ہے۔(۱۰۵) اسلام میں اس فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ سب سے زیادہ ذمہ داری انہی اساتذہ کے کاندھوں پر ڈالی گئی ہے لیکن انگریز سامراج کے قائم کردہ نظام تعلیم کی بدولت اساتذہ کو ایک معمولی درجہ کی چیز بنا دیا گیا ہے۔(۱۰۶) انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجز کے مطابق اساتذہ کی تذلیل کا سلسلہ یونان کے المیہ ڈراموں سے شروع ہوتا ہے کیونکہ ان میں اساتذہ کا کردار ہمیشہ مضحکہ خیز ہوا کرتا تھا۔(۱۰۷) مغربی اقدار کی آمد کے نتیجے میں ہمارے معاشرے میں بھی اساتذہ کے ساتھ بہتر سلوک نہیں رہا۔ لہٰذا ہمیں تربیت کا دائرہ وسیع کرنا ہوگا۔

تین طبقوں کو تربیت کی ضرورت ہے، ہم کہیں گے تربیت کے تین اہم طبقے محتاج ہیں سب سے پہلے معاشرہ کی تربیت کی ضرورت ہے تاکہ وہ استاذ کے مقام اور اس کی اہمیت کو سمجھ سکے اس کے بعد اساتذہ کی تربیت کی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنی ذمہ داریاں مکمل طور پر ادا کریں پھر طلبہ کی تربیت کی ضرورت ہے تاکہ وہ مستقبل کی ذمہ داریاں بحسن وخوبی سنبھال سکیں۔

انبیاء علیہم السلام کی فکری تربیت کا منہج

انبیاء کرام علیہم السلام کے قصص سے معلوم ہوتا ہے ہر نبی نے فکری تربیت کا فریضہ انجام دیا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

قل اٰمنا باللّٰہ وما انزل علینا (۱۰۸) یعنی تمام انبیاء اور کتب آسمانی پر ایمان لانے کا اعلان: قل أندعوا من دون اللّٰہ ما لا ینفعنا ولا یضرنا (۱۰۹) عقیدہ توحید کا

اعلان:قل ان صلاتی و نسکی (۱۱۰) کے ذریعہ اس بات کا اعلان کے ہر قسم کی عبادت کا مستحق صرف اللہ ہے۔قل لا املك لنفسی نفعا ولاضراً (۱۱۱) اللہ کے مختار کل ہونے اور انسان کے بے اختیار ہونے کا عقیدہ بیان کیا گیا،حضرت ابراہیم اور یعقوب علیہم السلام نے اپنی اولادوں کو فکری صحت و پختگی کی وصیت فرمائی اور موت تک اسلام پر زندگی گزارنے کی نصیحت کی ووصی بهاابراهيم بنيه و يعقوب (۱۱۲) حضرت ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام نے اپنے پیروکاروں کو دین اسلام پر موت تک قائم رہنے اور فرقہ واریت سے بچنے کی وصیت فرمائی:وما وصینابه ابراهیم و موسیٰ و عیسیٰ ان أقیموا الدین (۱۱۳) حضرت لقمن علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی فکری تربیت فرمائی:لاتشرك بالله (۱۱۴) قرآن نے فکری تربیت کی اہمیت و ضرورت پر مہر ثبت کرتے ہوئے اعلان کردیا:ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر مادون ذلك لمن يشاء(۱۱۵)

یعنی انسان کی نجات کا مدار عقیدہ اور فکر پر ہے،عمل پر نہیں،لہٰذا عمل کے مقابلہ میں عقیدہ یعنی فکری تربیت پر توجہ دینی چاہئے۔

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو جو حکمت بھری باتیں اور تادیبی صورتیں تلقین کی ہیں، وہ فکری تربیت کے معاملہ میں اصل و بنیاد کا درجہ رکھتی ہیں،حضرت لقمان علیہ السلام انسان کو بڑے لطیف پیرایہ میں مخاطب کرتے ہیں،جیسے ایک ماہر طبیب جو مرض کو بھی جانتا ہو اور اس کے علاج سے بھی واقف ہو۔ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت لقمانِ علیہ السلام اپنے بیٹے کے لئے ایک شاندار فکری ومعاشرتی اصول وضع کرتے ہیں،اپنی زندگی کے تجربات اسے عطا کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے دین اور تمام افعال میں ایک بہترین انسان بن سکے اور اپنی زندگی کو سنوار سکے،قرآنِ کریم نے تربیت کی ان صورتوں کو گیارہ نصیحتوں کی شکل میں بیان کیا ہے اور لقمانِ حکیم کی قیمتی نصیحتوں کو زندہ جاوید بنادیا ہے۔جو عقیدہ کے اصول،عبادات اور اخلاقِ کریمانہ پر مشتمل ہیں:

- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّ

الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ O وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ
أُمُّهُ وَهْناً عَلَى وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي
وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ O وَإِن جَاهَدَاكَ عَلى أَنْ تُشْرِكَ
بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا
مَعْرُوفاً وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ
فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ O يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِن تَكُ مِثْقَالَ
حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُن فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي
الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ O يَا بُنَيَّ أَقِمِ
الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنكَرِ وَاصْبِرْ عَلَى مَا
أَصَابَكَ إِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ O وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ
لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحاً إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ
مُخْتَالٍ فَخُورٍ O (۱۱۶)

اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، بے شک شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق تاکید کی ہے، خاص کر اس کی ماں کے بارے میں اس لئے کہ اس نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا اور دو برس تک دودھ پلایا تا کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکرگزاری کر، میری طرف لوٹ کر آنا ہے، اور اگر تجھ پر وہ دونوں اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرا جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو تو ان کا کچھ کہنا نہ ماننا، اور دنیا میں ان کے ساتھ

خوبی سے بسر کرنا اور اسی کی راہ پر چلنا جو میری طرف رجوع کرے، پھر تم سب کو میرے پاس آنا ہے، پھر میں تم کو جتلا دوں گا جو کچھ تم کرتے تھے، بیٹا اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو پھر وہ کسی پتھر کے اندر ہو یا آسمان کے اندر ہو یا زمین کے اندر ہو تب بھی اللہ تعالیٰ اس کو حاضر کردے گا، بے شک اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین باخبر ہے، بیٹا نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور برے کاموں سے منع کیا کر، اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے اور لوگوں سے اپنا رخ مت پھیر اور زمین میں اترا کر مت چل بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔

آیات مذکورہ فکری و معاشرتی احکامات پر مشتمل ہیں، حضرتِ لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے کو وعظ و نصیحت کرتے ہوئے اسے توحید باری تعالیٰ کا حکم دیتے ہیں اور شرک سے بچنے کا کہتے ہیں، اس لئے کہ شرک جرم عظیم اور ظلم عظیم ہے، بلکہ شرک اللہ عزجل کے نزدیک عظیم ترین جرم اور قبیح ترین گناہ ہے اور یہ شدید ظلم و ناانصافی ہے، کیونکہ ظلم کہتے ہیں کسی چیز کو بے محل اور بے موقع رکھنا، پس جو شخص خالق و مخلوق کے درمیان اللہ اور بت کے مابین برابری قائم کرے وہ یقیناً بہت بڑا احمق اور بے وقوف ہے، اور وہ اس لائق ہے کہ اسے ظالم کہا جائے اور جانوروں میں شمار کیا جائے، یہی فکری تربیت ہے۔

اور والدین کے ساتھ قول اور عمل کے ذریعہ اچھا سلوک کرے، اور عزت و احترام سے پیش آئے، نرم کلامی اور محبت کی نظر سے دیکھے، دنیا میں ان کے ساتھ اچھی مصاحبت رکھے، ان کے کھانے، کپڑے وغیرہ کا خیال رکھے، غرضیکہ مادی اور معنوی ہر طرح سے اُن کی فرماں برداری کرے، البتہ ایک چیز ایسی ہے اگر والدین اس سے اس کا مطالبہ کریں تو ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی، وہ ہے شرک یا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف دعوت۔

قرآن حکیم نے خاص طور پر ماں کی تکلیفوں اور مشقتوں کو پرزور انداز میں بیان کیا

ہے اور انہیں یاد دلاتا ہے کہ ماں کیسی کیسی تکلیفیں جھیلتی ہے، حمل سے ولادت تک، پھر رضاعت (دودھ پلانا) وفطام (دودھ چھڑانا) کا مرحلہ آتا ہے۔اس سارے عرصہ میں ماں بچہ کی پرورش کے سلسلہ میں تکلیفیں اٹھاتی ہے، ان تمام تر تکلیفوں کے باوجود ماں بچہ سے خوش اور اس کی وجہ سے خود کو سعادت مند سمجھتی ہے، بیٹا اپنی ماں کے حقوق کبھی ادا نہیں کرسکتا، چاہے جس قدر اس کے ساتھ حسن سلوک کرے۔

ماں جو انسان کے وجود میں آنے کا ظاہری سبب ہے جب اس کا شکر ادا نہیں کرسکتا تو ربّ کائنات جو وجود میں لانے کا حقیقی سبب ہے اس کا شکریہ کیسے ادا کیا جاسکتا ہے؟

مسند بزاز میں حضرت بریدہ سے روایت ہے وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں ایک آدمی طواف کے دوران اپنی والدہ کو اٹھائے ہوئے طواف کررہا تھا، اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا میں نے اپنی والدہ کا حق ادا کردیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں بلکہ اس کی ایک تکلیف کے بدلہ میں بھی نہیں'' مروی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! (ﷺ) میری ماں بوڑھی ہوگئی ہے اس لئے میں اسے اپنے ہاتھ سے کھلاتا پلاتا ہوں اور اسے وضو کراتا ہوں اور اپنے مونڈھوں پر اسے اٹھاتا ہوں تو کیا میں نے اس کا حق ادا کردیا؟

حضور ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ ایک فیصد بھی نہیں'' اس نے پوچھا یا رسول اللہ ایسا کیوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس لئے کہ اس نے تیری ناتوانی (بچپن) کے وقت تیری زندگی کی خواہشمند ہوتے ہوئے تیری خدمت کی تھی، جبکہ تو اس کی خدمت اس کی وفات کی خواہش وارادہ پر کررہا ہے، لیکن پھر بھی تو نے اچھا کام کیا، اللہ تعالیٰ تھوڑے عمل پر بھی زیادہ ثواب عنایت فرماتے ہیں۔(۱۱۷)

حضرت لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے کو اطاعت خداوندی کا حکم دیتے ہیں، اور اسے ہر طرح کی عملی کوتاہی سے بچنے کی تربیت دیتے ہیں، وہ برائی خواہ معمولی ہو اور کسی بھی جگہ ہو، آسمان کی بلندیوں میں ہو یا زمین کے اندر ہو، ہرصورت اللہ تعالیٰ اسے حاضر کرکے چھوڑیں گے، اللہ تعالیٰ پر بندے کا کوئی عمل، خواہ وہ کسی جگہ کرے، مخفی نہیں ہے۔

اپنے بیٹے کو تمام ارکان وشرائط اور ظاہری و باطنی آداب سمیت نماز قائم کرنے کا حکم دیتے ہیں، اس لئے کہ نماز گناہ سے دوری اور استقامت پر مدد کا سبب بنتی ہے۔

اس کے بعد حضرت لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے کو امر بالمعروف، نہی عن المنکر کے ذریعہ دوسروں کو فکری تربیت دینے کا حکم دیتے ہیں، مصیبت پر صبر اور تواضع و عاجزی اختیار کرنے اور گفتگو کے دوران لوگوں سے متکبرانہ بے رخی سے اجتناب اور مغرورانہ چال سے پرہیز کرنے کی نصیحت کرتے ہیں تاکہ وہ بیٹا ان جابروں اور متکبروں کے مشابہ نہ ہو جائے جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ متکبروں اور خود پسندوں سے محبت نہیں رکھتے۔

بعدازاں حضرتِ لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے کو معتدل رفتار اختیار کرنے کی نصیحت کرتے ہیں، رفتار نہ بہت تیز ہو، نہ بہت سست، نیز آواز میں بھی اعتدال پیدا کرنے کی نصیحت کرتے ہیں، بلند آواز سے اجتناب کرنے کی تربیت دیتے ہیں، اس لئے کہ یہ خصوصیتیں متکلم کے وقار میں اضافہ کا سبب اور دوسروں کے لئے احترام، راحت اور فہم کا ذریعہ ہیں۔(۱۱۸)

خاتم النبیین ﷺ کی فکری تربیت کا منہج:

تربیت ایک جامع لفظ ہے جس میں تربیت کی تمام اقسام شامل ہیں۔ عبادت کی تربیت، اخلاقی تربیت، اجتماعی امور کی تربیت، جسمانی تربیت جنسی تربیت، تعلیمی تربیت، تبلیغ و دعوت کی تربیت اولاد کے حوالہ سے والدین کی تربیت والدین کے حوالہ سے اولاد کی تربیت اور عقائد کی تربیت وغیرہ۔ لیکن ان تربیتوں میں سب سے اہم تربیت فکری تربیت یعنی عقائد کی تربیت ہے۔ یہی میرے مقالہ کا مرکزی نکتہ ہے۔

بچہ کا پہلا حق یہ ہے کہ ایمان کی اصولی تعلیمات مثلاً اللہ اور اس کے رسول پر ایمان قرآن پر ایمان ملائکہ پر ایمان جملہ انبیاء و کتب سماویہ پر ایمان عذاب قبر قیامت اور جنت دوزخ پر ایمان لانے کی تعلیم دی جائے، اور یقین کامل کی تربیت کی جائے۔(۱۱۹)

فکری تربیت دراصل اللہ تعالیٰ کی اس فطرت کو جلا بخشنے کا نام ہے، جس پر اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کی ہے جب بچہ پیدا ہوتا ہے، تو اسی فکری تربیت کا آغاز ایک کان میں

اذان دے کر دوسرے کان میں اقامت کہہ کر ہوتا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی کی رسالت کا اعلان ہے۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

افتحوا علی صبیانکم اول کلمة لا اله الا اللّٰہ

جب بچے بولنے کے قابل ہو جائیں تو انہیں پہلا کلمہ توحید کا سکھاؤ۔

جب بچوں میں سمجھ پیدا ہو جائے تو انہیں قرآن کی تعلیم دی جائے۔ اللہ کے انعامات اس کی قدرت کی جانب توجہ دلائی جائے، جیسا کہ سورہ فاطر (۱۲۰) اور سورہ لقمان (۱۲۱) میں توجہ دلائی گئی کہ اللہ تعالیٰ ہی ساری کائنات کا خالق ہے، وہ رزق فراہم کرتا ہے، اللہ نے ہی کائنات کو انسانوں کے لئے مسخر کیا ہے اور ظاہری و باطنی نعمتیں فراہم کی ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

یا ایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم ناراً (۱۲۲)

اے ایمان والو! اپنی اور اپنے اہل و عیال کی جان آگ سے بچاؤ۔

اس آیت سے تربیت کا وجوب ثابت ہوتا ہے، بالخصوص فکری تربیت کا اس کی تائید بخاری کی روایت سے ہوتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیتہ (۱۲۳)

امام ابن قیم رحمہ اللہ علیہ اور امام نووی رحمہ اللہ علیہ نے مجاہد و قتادہ کے حوالہ سے مندرجہ بالا آیت سے استدلال کرتے ہوئے تمیز کی عمر کو پہنچنے والی اولادوں کی تربیت کو لازمی قرار دیا ہے۔ (۱۲۴)

اور مزید ثبوت میں یہ آیت پیش کی ہے:

وأمر هلك بالصلوٰة واصطبر عليها (۱۲۵)

یعنی اپنے اہل و عیال کو نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے:

مروا ابناء کم بالصلاة لسبع واضربوھم علیھا لعشر (۱۲۶)

بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز پڑھنے کی عادت ڈالو اور
جب دس سال کے ہو جائیں اور نماز نہ پڑھیں تو پٹائی کر کے پڑھاؤ۔

آپ ﷺ نے فرمایا والد کا اپنی اولاد کو بہترین تحفہ اچھی تربیت ہے۔(۱۲۷)

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا ہر روز نصف صاع صدقہ کرنے سے زیادہ بہتر اپنے بچہ کی بہترین تربیت کرنا ہے۔(۱۲۸) آپ ﷺ نے فرمایا: **من ولد لہٗ ولد فلیحسن اسمہ وأدبہ** جس کے گھر کوئی بچہ پیدا ہو تو چاہیئے اس کا اچھا نام رکھے، اور اس کو آداب سکھائے۔یعنی اچھی تربیت کرے ابن عمرؓ کا اثر ہے، آپ نے فرمایا اپنے بچے کی اچھی تربیت کرو، تم سے اس کی تربیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا،(۱۲۹)

اس میں کوئی شک نہیں تربیت ایک مشکل کام ہے، بالخصوص فکری تربیت لیکن ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے اولاد کی تربیت اسی طرح فرض ہے جس طرح نماز روزہ کی ادائیگی فرض ہے۔

عہد حاضر میں فکری تربیت کی اہمیت:

پچھلی نصف صدی میں ہماری سماجی ہیئت میں رونما ہونے والی اہم تبدیلیاں، مثلاً خاندان کی شکست و ریخت، بڑے کنبوں کے بجائے چھوٹی عائلی اکائیوں کا ظہور، آبادی کے بڑے حصے کی دیہی علاقوں اور قصبوں سے بڑے شہروں کی طرف ہجرت، معاشی سرگرمیوں کی کشاکش اور مصروفیات، گھر کے سربراہ کو اتنی فرصت ہی نہیں دیتیں کہ وہ بچوں کے لیے وقت نکال سکے۔پھر جو وقت نکل سکتا ہے، اس کا خاصہ بڑا حصہ ٹیلی ویژن، مطالعۂ اخبار اور دوسری تفریحات و مصروفیات کی نذر ہو جاتا ہے، جس سے نئی نسل اور اس کے بڑوں کے درمیان رابطہ بہت کمزور پڑ گیا ہے۔باپ اور بچوں کے درمیان تبادلہ خیال اور سیر حاصل گفتگو کی نوبت کم ہی آتی ہے۔نتیجہ یہ ہے کہ وہ نظامِ اقدار جو ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہونا چاہیے تھا، نہیں ہو رہا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے بچوں کو بھی ارادی اور شعوری تربیت حاصل کرنے کا وقت نہیں مل رہا ہے۔بڑے صنعتی اور تجارتی شہروں کے بچے عام طور پر منہ اندھیرے تیار ہو کر بھاگم

بھاگ مدرسہ پہنچتے ہیں، پیدل، پبلک ٹرانسپورٹ یا اسکول بس کے ذریعے، ان کے پاس صبح کے معمولات اور نماز تلاوت وغیرہ کے لیے معقول وقت ہی نہیں ہوتا۔ دوپہر کو مدرسہ سے آ کر کھانا وغیرہ کھانے کے بعد تھوڑی دیر آرام، پھر مدرسے کا کام یا ٹیوشن / کوچنگ سینٹر اور ٹی وی کے پروگرام وغیرہ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ زندگی کا جو بھی ڈھنگ ہو، اس میں ایک مخصوص تربیت کا رنگ ضرور جھلکتا ہے۔ یعنی ہر طرز زندگی انسان (خصوصاً ہر عمر کے بچوں) کو ایک خاص سانچے میں ڈھالتا چلا جاتا ہے۔ اب ہمارے بچوں کا جو بھی طرز زندگی ہے، اور ان کے جو بھی معمولات بنتے چلے جا رہے ہیں، وہ ان کو ایک مخصوص انداز میں کسی نہ کسی طرح کی تربیت دے رہے ہیں۔ لیکن میرا معروضہ محض یہ ہے کہ یہ اندازِ تربیت نہ بہت زیادہ شعوری ہے اور نہ ارادی۔ اور نہ اس میں کوئی منصوبہ بندی و پلاننگ ہے، یہی وجہ ہے فکری تربیت کا پہلو ہماری زندگی سے غائب ہو چکا ہے۔

اس مسئلے کے پیش نظر کچھ لوگوں نے یہ سوچا ہے کہ طلبہ کے لیے رسمی تعلیم کے ساتھ ساتھ ایک نظام تربیت بھی دیا جائے، تا کہ ایک طرف تو وہ، آگہی، قابلیت اور ایسے ہنر سے بہرہ مند ہوں، جو انہیں معاشرے کا ایک مفید اور باصلاحیت شہری بنا سکے۔ دوسری طرف ان کی اخلاقی تربیت اس انداز سے ہو کہ معاشرے سے شر اور فساد کا خاتمہ ہو سکے، یا کم از کم اس میں معتدبہ کمی واقع ہو جائے۔ اور امن، یکجہتی، ہم آہنگی، پیش رفت اور ترقی کی عمومی فضا پیدا ہو سکے۔

ارسطو کا خیال تھا کہ "اچھے، اخلاق، اچھی عادات ہی کا دوسرا نام ہیں۔ ایک انسان وہ ہے، جس سے اچھے افعال عادتاً سرزد ہوں، اور برا انسان وہ ہے، جس سے شر کا ظہور بلا تکلف اور عادتاً ہو۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ اچھی عادات کیا ہیں جنہیں اپنے بچوں اور نوجوانوں میں راسخ کرنا ہمیں مطلوب ہے، اور ان کی کاشت پرداخت کے لیے ہم کیا کریں؟

لیکن میرے خیال میں تربیت کے لیے زائد از نصاب کوئی نصاب مرتب کرنا خاصا دشوار کام ہوگا۔ اس کے لیے کچھ عمومی حکمت عملی ضرور مرتب کی جا سکتی ہے لیکن ایک متعین اور قابل

جانچ یا قابل آزمائش نصاب متعارف کرانا وقت طلب ہوگا۔ تاہم چوں کہ اس سلسلے میں کچھ کرنے کی ضرورت سے کسی کو انکار نہیں، اس لیے اس کی ابتداء اوائلِ عمر ہی میں ہونی چاہیے۔(۱۳۰)

مسلمان مؤدبین کا اسلوب تربیت

عہد نبویؐ میں معلّم ہی مؤدب و مربّی تھا، بعد کے ادوار میں نئے طریقہ تعلیم کا رواج ہوا۔ عام طور پر امراء اپنے بچوں کو گھر پر تعلیم دلانے کا اہتمام کرتے تھے۔ وہ تعلیم سے زیادہ تربیتِ اخلاق اور آداب سکھانے پر توجہ دیتے تھے۔ ایسے لوگوں کو مؤدب کہتے تھے۔ ''عقبہ بن ابی سفیان نے اپنے بیٹوں کے مؤدب کو اس طرح نصیحت کی۔ ''میرے بیٹوں کی اصلاح کا مدار آپ کی اپنی ذاتی اصلاح پر ہے۔ اس لیے کہ ان بچوں کی نگاہیں آپ پر مرکوز رہیں گی۔ جسے آپ اچھا سمجھیں گے اسے یہ بھی اچھا سمجھیں گے اور جسے آپ برا سمجھیں گے اسے یہ بھی برا سمجھیں گے۔'' آپ انہیں حکماء کی سیرت اور ادباء کے اخلاق سکھائیں۔ اور آپ ان کو مجھ سے ڈرایا کریں اور میری غیر موجودگی میں انہیں سزا دیا کریں۔ آپ ان کے حق میں اس طبیب کی مانند بن جائیں جو بیماری بڑھنے سے قبل دوا تجویز کردیتا ہے۔ آپ میری جانب سے کسی بات کا خوف نہ کریں میں نے آپ کی اہلیت پر بھروسہ کرلیا ہے۔

خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اپنے بیٹوں کے معلم و مؤدب کو نصیحت کرتے ہوئے کہا۔

> ''ان بچوں کو سچائی کی اسی طرح تعلیم دو جس طرح تم ان کو قرآن کی تعلیم دیتے ہو۔ ان کو اچھے اخلاق پر آمادہ کرو ان کو بہادری اور شجاعت کے اشعار سکھانا تاکہ یہ بہادر بنیں۔ ان کو شریف لوگوں کے ساتھ بٹھایا کریں اور بازاری لوگوں سے انہیں دور رکھیں اس لیے کہ ان کے اندر بری عادتیں ہوتی ہیں۔ دوسروں کے سامنے تو ان کا ادب کریں، تنہائی میں ان کو خوب تنبیہ کریں۔''

خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے اپنے لڑکوں کے مؤدب سلیمان کلبی کو فکری تربیت کے بارے میں جو ہدایات دیں وہ یہ ہیں۔

''تم ان کوحلال وحرام، خطابت و مغازی کے کچھ حصہ میں صاحب نظر بنادو۔''

عام طور پر خلفاء صالح متقی اور فاضل شخص کو موؤدب بنانے پر راضی ہوتے تھے، دلچسپ بات یہ ہے۔

حجاج بن یوسف نے طائف میں مؤدب کی حیثیت سے زندگی کا آغاز کیا تھا۔ بعد میں کوفہ کا مشہور گورنر بنا۔

امام شعبی خلیفہ عبدالملک کے بچوں کے مؤدب تھے۔

ابومعبد الجھنی بھی خلیفہ عبدالملک کے بچوں کے مؤدب تھے۔

عبداللہ بن حبیب۔ حسنؓ وحسینؓ کے مؤدب تھے۔

صالح بن کیسان حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بچوں کے مؤدب تھے۔

جعد بن درہم آخری خلیفہ محمد بن مروان کے بچوں کے مؤدب تھے۔ (۱۳۱)

ابوعبیدہ بن محمد بھی عمر بن عبدالعزیز بن مروان کے مؤدب مقرر ہوئے۔

عون بن عبداللہ عتبہ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے بیٹے ایوب کے مؤدب تھے۔

امام شہاب زہری اموی خلفاء کے بچوں کے مؤدب و معلم تھے۔

محدث ابومعاویہ داؤد بن علی کے لڑکوں کے مؤدب تھے۔

امام کسائی امین بن ھارون رشید کے معلم ومؤدب تھے۔ (۱۳۲)

فکری تربیت کے لئے مربی کی صفات:

فکری تربیت منصب نبوی ہے جس کی ذمہ داری علماء، والدین اور معاشرتی ذمہ داروں کی ہے اسی لئے مربی کے کچھ اصول بیان کئے گئے ہیں، مربی یعنی تربیت دینے والے کو قرآن نے حکیم (۱۳۳)، مصلح، ربانی (۱۳۴) اور واعظ (۱۳۵) کا نام دیا ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں ربانی وہ ہے جو لوگوں کی تربیت کرے۔ (۱۳۶) اور اُبو عائش نے مربی کی درج ذیل صفات بیان کی ہیں، پہلی حکمت کو اختیار کرنا، دوسری اصلاح مقصود ہو، تیسری لوگوں کے طریقوں سے آگاہی،

چوتھی لوگوں کی مصلحت سے آگاہی، پانچویں معلم ہونے کے ساتھ خود بھی عالم باعمل ہو، چھٹی تدریج اور مرحلہ وار تربیت کرے، ساتویں اس کی نیت وہی ہو جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔(۱۳۷)

احمد خلیل جمعہ لکھتے ہیں: تربیت کرنے والے پر یہ بھی لازم ہے کہ زیادہ دیر تک ان کو ایک جگہ اکھٹے نہ رکھے، بلکہ مفید مشغلوں میں مصروف کرکے ایک دوسرے سے جدا رکھے اور بعض کو رشتے داروں کی ملاقات کے لئے بھی بھیج دے، دوسروں کو ضرورت کی چیزیں خریدنے کے لئے بازار کی طرف بھیج دے۔ اس سے ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کرنے کا شوق پیدا ہوگا، اور آپس کے اختلافات بھی ختم ہوں گے۔ حضرت عمرؓ اپنی اولاد کی تربیت کے لئے آسان اور مفید طریقوں سے کام لیتے تھے، اور ان سے فرماتے: ''جب صبح ہو جائے تو متفرق ہو جاؤ۔ ایک گھر میں جمع نہ ہو، مجھے تمہارے آپس میں اختلاف کا اندیشہ ہے۔'' یہ ہے حضرت عمرؓ کی دانشمندی اور تفقہ اور بچوں کی نفسیات پہچاننے کی مہارت۔ اسی بنا پر ہمیشہ ایک جگہ جمع ہونے سے منع فرمایا کرتے اور متفرق رہنے کا حکم دیتے۔ اس لئے کہ جدا جدا رہنا آپس کے جھگڑوں اور بغضوں کو مٹا دیتا ہے، اور اس جگہ کو آپس کی محبت آ گھیر لیتی ہے، کیا ہی اچھا ہو کہ ہم آج کل اپنے بچوں کی تربیت کے سلسلے میں حضرت عمرؓ کی اس مفید و نافع وصیت پر عمل پیرا ہوں، تاکہ ہم اپنے بچوں کو اختلاف و مشاجرت سے دور ایک پاکیزہ زندگی دے سکیں۔(۱۳۸)

ماہر تعلیم مولانا فضل اللہ رحمہ اللہ حکومت کو مشورہ دیتے ہوئے مثالی معلم و مربی کی صفات بیان کرتے ہیں: شیخ الاسلام کو چاہئے کہ وہ اپنے عہدے پر متمکن ہوتے ہی سب سے پہلے علماء کے بارے میں استفسارات کرے ان کے علمی مرتبے، ذہن رسا، طریق تعلیم، قوت اجتہاد، افتاء اور تدریس کا اندازہ لگائے۔ وہ اس پر بھی غور کرے کہ کس عالم کا رجحان کس صنف علم کی طرف ہے اور وہ کونسا مضمون دوسرے علماء کی نسبت احسن طریقے سے پڑھا سکتا ہے، یہ سب کچھ جاننے کے بعد شیخ الاسلام ان کا مختلف مدارس میں تقرر کرے۔''(۱۳۹)

معروف ماہر تعلیم کمبل وائیلز نے مثالی معلم و مربی کی درج ذیل تیرہ صفات بیان کی ہیں: جن پر

عمل کر کے وہ مقبول استاذ بن سکتا ہے: ا۔طلباء کو اصل نام سے پکارے، ۲۔دوسروں کے خیالات پر توجہ دے، ۳۔طلباء کے سوالات سنجیدگی سے سنے، ۴۔طلباء سے طنز و تضحیک سے احتراز کرے، ۵۔طلباء کے لئے پریشانی پیدا کرنے سے پرہیز کرے، ۶۔دوستانہ روش کی حوصلہ افزائی کرے، ۷۔طلباء کا خیر مقدم کرے، ۸۔غیر حاضر طلباء کا معاملہ سنجیدگی سے لے، ۹۔طلباء کی نشستوں پر توجہ دے کے کہاں بیٹھنا چاہیئے، ۱۰۔جماعتی کام کے لئے کمیٹیاں قائم کرے، ۱۱۔طلباء میں مشترک اوصاف پر زور دے، ۱۲۔طلباء کو کلاس سے نکالنے سے پہلے سنجیدگی سے غور کرے، ۱۳۔طلباء سے خوش اخلاقی سے پیش آئے۔(۱۴۰) آپ ﷺ نے اپنے عمل و تعلیمات کے ذریعہ مثالی معلم کے کردار کو واضح کیا ہے، جس کا اپنوں کے ساتھ غیروں نے بھی اعتراف کیا ہے، رابرٹ ایل گالک لکھتے ہیں:

> بنی نوع انسان کو عظیم تر آزادی اور مسرت کی طرف راہ نمائی کرنے کے ضمن میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم درحقیقت معلم کا درجہ رکھتے تھے۔(۱۴۱)

خلاصہ بحث:

یہ ہے کہ انسانوں اور انسانی معاشرہ کو ہر قسم کی تربیت کی ضرورت ہے، جس کے اصول کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں امت کا تعامل و روایات ہماری رہنمائی کرتی ہے۔

لیکن موضوع کی مناسبت سے میں نے فقط فکری تربیت اور اس کے منہج سے بحث کی ہے، عصر حاضر میں جن حالات سے ہم گزر رہے ہیں، اس میں فکری تربیت کی شدید ضرورت ہے، صورت حال یہ ہے کہ اس پہلو پر عوام تو کیا اہل علم کی بھی توجہ نہیں ہے۔ متعدد مذہبی جماعتیں ہیں جن کا ہدف فقط مذہب ہے، مگر ان کے ہاں بھی عمل پر توجہ زیادہ ہے، فکر و عقیدہ پر نہیں، اللہ سے دعاء ہے ہمیں اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔﴿آمین﴾

حواشی وحوالہ جات

١۔ سورہ النساء، آیت ٤٨

٢۔ بخاری صحیح بخاری، کتاب الاحکام، ٨/١٠٤، اور کتاب الوصایا، باب تاویل قول اللّٰہ، ٣/١٨٩، ترمذی، کتاب الجهاد، باب ماجاء فی الامام، ٤/٢٠٨، مسلم، کتاب الامارة، باب فضیلة الامام العادل، ٦/٨

٣۔ خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، مکتبة علمیه لاهور، ١٩٦٨ء

٤۔ سورہ المائدہ، آیت ١٠٥

٥۔ سورہ الانعام، آیت ١٦٤

٦۔ سورہ الاسراء، آیت٧

٧۔ سورہ الحجرات، آیت١٣

٨۔ سورہ الذاریات، آیت٥٦

٩۔ الترمذی، محمد بن عسیٰ، سنن ترمذی، کتاب الاضاحی، باب الاذان فی اذن المولود، ٤/٩٧

١٠۔ سورہ البقرہ، آیت ١٦٥

١١۔ سورہ التوبہ، آیت ٢٤

١٢۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حلاوة الایمان، ١/١٠، مسلم، کتاب الایمان، باب جامع اوصاف الاسلام، ا/٤٧، ترمذی، کتاب الایمان، ٥/١٥

١٣۔ سورہ النحل، آیت١٢٨

١٤۔ سورہ الشعراء، آیت ٦٢

١٥۔ سورہ التوبہ، آیت ٤٠

١٦۔ القشیری، مسلم، بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب البر، باب اذا احب اللّٰہ عبدالحببہ لعبادہ، ٨/٤١، بخاری کتاب التوحید، باب کلام الرب، ٨/١٩٥، بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة، ٤/٧٩

۱۷۔ سورۃ آل عمران، آیت ۳۱

۱۸۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، ۷/ ۱۹۰۔

۱۹۔ سورۃ المزمل، آیت ۱تا ۱۱

۲۰۔ سورہ بقرہ، آیت ۳۰

۲۱۔ سورہ بقرہ، آیت ۳۱

۲۲۔ سورہ بنی اسرائیل، آیت ۷۰

۲۳۔ سورہ بقرہ، آیت ۲٤۷

۲٤۔ Will Durunt, The Story of civilization London Vol II, P.256

۲۵۔ سورہ الحدید، آیت۷

۲٦۔ سورہ التین، آیت٤

۲۷۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، دیکھئے ذیل تفسیر التین۔

۲۸۔ سورہ بقرہ، آیت ٦٦

۲۹۔ پانی پتی، قاضی ثناء اللہ، تفسیر مظہری، ج ۱۰، ص ۲۹۷

۳۰۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۲۹

۱۳۔ ایضاً

۳۲۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۵۱

۳۳۔ سورہ آل عمران، آیت ۱٦٤

۳٤۔ سورہ جمعہ، آیت ۲۔۳

۳۵۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، مطبوعہ ادارۃ المعارف، دارالعلوم کراچی، ج۱، ص۳۳۰

۳٦۔ المعجم الوسیط بذیل مادہ زکوٰۃ

۳۷۔ اصلاحی، مولانا امین احسن، تدبر قرآن، ص ۸۹

۳۸۔ مودودی، مولانا ابوالاعلیٰ تفہیم القرآن، ج۲، تفسیر سورہ توبہ حاشیہ ۲۸

۳۹۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستاتی سنن أبوداؤد دارالحدیث قاهرة، کتاب الطهارة حدیث نمبر ۳۱۳ اور مسند احمد ج۲، ص۲٤۷

٤۰۔ البخاری، محمد بن اسماعیل الأدب المفرد حدیث نمبر ۲۷٦

٤۱۔ سورہ روم، آیت ۳۰

٤۲۔ جمعة، احمد خلیل۔ الطفل فی ضوء القرآن والسنة، ترجمه بنام اولاد کی تربیت— بیت العلوم پرانی انارکلی لاهور ۲۰۰۳ء، ص ۱۱۸

٤۳۔ ایضاً، ص۱۱۸

٤٤۔ ایضاً، ص ۱۱۹

٤٥۔ ایضاً، ص ۱٤۹

٤٦۔ سورہ روم، آیت ۳۰

٤۷۔ سورہ اعراف، آیت ۱۸۹ ۔ ۱۹۰

٤۸۔ ابن کثیر، عماد الدین تفسیر ابن کثیر بذیل آیة، ۱۸۹

٤۹۔ البخاری، محمد بن اسماعیل صحیح البخاری، کتاب الجنائز باب اذا اسلم الصبی فمات هل یصلی علیه اور باب ماقیل فی اولاد المشرکین حدیث نمبر ۱۲۹۱٦، صحیح مسلم کتاب القدر باب معنی کل مولود یولد علی الفطرة، حدیث نمبر ۲٦٥۸

٥۰۔ جمعة، احمد خلیل، الطفل فی ضوء القرآن والسنة، ترجمه: اولاد کی تربیت، ص/۳٤۹

٥۱۔ السیره ششماهی کراچی ش/٤ رمضان ۱٤۲۱ھ ص/۲٥٥

٥۲۔ لسان العرب بذیل ماده "ربا" المعجم الوسیط بذیل ماده "ربو"

٥۳۔ سوره الاسراء، آیت ۲٤

٥٤۔ سوره الشعراء، آیت ۱۸

٥٥۔ سویلم، رأفت فرید، تربیة الطفل، ص/۱٦٥

٥٦۔ سویلم، رأفت فرید، تربیة الطفل حقوق الطفل فی الشریعة الاسلامیة دارالیسر ۲۰۰۸ء، قاهره، ص/۱۳۲

۵۷۔ محمد سلیم، پروفیسر سید۔ اسلامی تعلیم کے بنیادی تصورات و افکار، ادارہ تعلیمی تحقیق تنظیم اساتذہ لاهور، پاکستان مارچ ۱۹۸۹ء ص/ ۱۴۸۔۱۴۹

۵۸۔ سورۂ آل عمران۔ ۱٦٤

۵۹۔ الخلاوی، عبدالرحمن، اصول التربية الاسلامية و اساليبها فی البيت و المدرسة و المجتمع، دارالفکر دمشق سوريه الطبعة الثانية ۱۹۸۳ء،

٦۰۔ قاضی بیضاوی، (متوفی ۵۰۲ھ) انوار التنزيل و اسرار التاويل، المعروف بالتفسير البيضاوی، ج/۱ (دیکھیے ب کے ذیل میں)

٦۱۔ راغب، کتاب المفردات امام راغب اصفهانی (متوفی ٦۸۵ھ)

٦۲۔ بخاری صحیح بخاری، ۲/۱۲۵

٦۳۔ احمد بن حنبل، مسند امام احمد، ۱/۳۰۷

٦٤۔ جمعه، احمد خلیل، الطفل فی ضؤ القرآن والسنه، ترجمه: بنام اولاد کی تربیت، ص/۱۵۲

٦۵۔ سوره ق: آیت ۱٦

٦٦۔ سوره الحدیدث، آیت ٤

٦۷۔ سوره التحریم، آیت٦

٦۸۔ حاکم، المستدرك، ۲/۲۵۱

٦۹۔ جمعه، احمد خلیل، الطفل فی ضؤ القرآن والسنة، ص/۱۵٤۔۱۵۵

۷۰۔ سوره انفال، آیت۲

۷۱۔ ابن ماجه سنن، ابن ماجه، حدیث نمبر: ۱۳۳۷

۷۲۔ سوره فاطر، آیت۳

۷۳۔ سوره لقمان، آیت ۲۰

۷۔ سورة القصص، آیت ۷۳

۷۔ سوره بقره، آیت ۲۳۸

۷٦۔ سوره الماعون، آیت ٤، ۵

۷۷. مجمع الزوائد، ۱/۳۰۰

۷۸. سوره العنکبوت، آیت ٤٥

۷۹. قرطبی، تفسیر القرطبی، ۱۳/۲٤۸

۸۰. ترمذی، سنن ترمذی حدیث نمبر: ۲۱٤

۸۱. احمد بن حنبل، مسنداحمد، ٥/۲٥۳

۸۲. سوره طه، آیت ۱۳۲

۸۳. حاکم، المستدرك، ۱/۲٥۸

۸٤. ابن قدامه، المغنی، ۱/٦٤۷

۸٥. جمعه، احمد خلیل، الطفل فی ضوء القرآن والسنة، ص/۱٦٤-۱٦٥

۸٦. سوره توبه، آیت ۱۸

۸۷. جمعه، احمد خلیل، الطفل فی ضوء القرآن والسنة، ترجمه: بنام اولاد کی تربیت، ص/۱۸٦-۱۸۷

۸۸. محمد سلیم، ڈاکٹر حافظ۔ مقاله عهد نبوی کا نظام تعلیم و تربیت بذیل سیرت رسول اوز ملت اسلامیه کے موجوده مسائل لاهور، کاروان ادب اردو بازار ۱۹۸۹ء ص/۲۷۰

۸۹. محمد سلیم، پروفیسر سید، اسلامی تعلیم بنیادی تصورات و افکار ص/۸۰

۹۰. سورۂ آل عمران/ ۱٦٤،

۹۱. النخلاوی، عبدالرحمن اصول التربیة الاسلامیة وأسالیبها فی البیت والمدرسة والمجتمع، دارالفکر دمشق سوریه ۱۹۸۳ء

۹۲. قاضی بیضاوی، انوار التنزیل واسرار التاویل المعروف بالتفسیر البیضاوی، ج/ ۱، دیکھئے تفسیر ب کے ذیل میں۔

۹۳. اصفهانی، امام راغب، کتاب المفردات بذیل ماده،

۹٤. مجله معارف اسلامیه کراچی ۱۹۹۹ء، ص/ ٥۸،

۹٥. سوره الجمعة / ۲، سوره البقره/ ۱۲۹، سوره آل

عمران / ۱٦٤ ،سوره النازعات / ۱۷-۱۸ / سوره الشمس / ۹-۱۰،

۹٦۔ سوره آل عمران / ۱۳۲ / سوره الحشر / ۷ / سه، ه آا، عمران / ۳۲، سوره النجم / ۳،

۹۷۔ سورة الاحزاب ۷۲

۹۸۔ سورة النساء / ٦٥

۹۹۔ مثلاً کتاب الترغیب و الترهیب مصنف عبدالعظیم المنذری، کتاب المودود فی احکام المولود مصنف ابن قیم جوزی، الادب المفرد محمد بن اسماعیل البخاری وغیره۔

۱۰۰۔ محمد عبدالعزیز، ڈاکٹر، تعلیم اور معاشرتی تبدیلی، ص / ۳۱٦ مزید دیکھیے تعلیم میں نفسیات کی اهمیت مصنف هر برٹ سورینس مترجم ڈاکٹر سلامت الله نیشنل بك هائوس لاهور مطبوعه ۱۹۹۵ء

۱۰۱۔ الخلاوی، اصول التربیة الاسلامیه و اسالیبهافی البیت و المدرسة والمجتمع ص / ۵۵

۱۰۲۔ ماهنامه قومی گزٹ ، کراچی جون ۱۹۹۸، مقاله نگار، غلام مرتضی ملك، ص / ۵۵

۱۰۳۔ السخاوی، الاجوبة المرضیة فیماسئل السخاوی عنه من الاحادیث النبویة شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی (تحقیق محمد اسحٰق محمد ابراهیم) دارالرایة الریاض، الطبعة الاولیٰ ۱٤۱۸ھ جلد دوم ص۔ ٦۸۱ مزید دیکھیں مسند احمد جلد دوم ص / ۲۸۲، حلیة الاولیاء، جلد ۹ ص / ۲۲۸

۱۰٤۔ بخاری، صحیح البخاری جلد ۳، ص / ۲۷۸

۱۰۵۔ احمد شلبی، ڈاکٹر، مسلمانوں کا نظام تعلیم، ص / ۲۰۳

۱۰٦۔ محمد عبدالعزیز، ڈاکٹر، تعلیم اور معاشرتی تبدیلی، ص / ۲۲۷

۱۰۷۔ احمد شلبی، ڈاکٹر، مسلمانوں کا نظام تعلیم، ص / ۱۰

۱۰۸۔ سوره آل عمران، آیت ۸٤، سوره بقره، آیت ۱۲٦

۱۰۹۔ سوره الانعام، آیت ۷۱

۱۱۰۔ سوره الانعام، آیت ۱٦۲

۱۱۱۔ سوره الاعراف، آیت۱۸۸، سوره یونس ٤۹،

۱۱۲۔ سوره بقره، آیت ۱۳۲

۱۱۳۔ سوره شوریٰ، آیت ۱۳

۱۱٤۔ سوره لقمٰن، آیت ۱۳۔۱۸

۱۱٥۔ سوره النساء، آیت ٤۸

۱۱٦۔ سوره لقمان، آیت ۱۳۔۱۸

۱۱۷۔ روح البیان، ۳/٥۲

۱۱۸۔ جمعة، احمد خلیل، الطفل فی ضوء القرآن و السنة، ترجمه اولاد کی تربیت، ص/٦٤۔٦٥

۱۱۹۔ مفتی اعظم هند مفتی کفایت الله صاحب رحمه الله علیه نے اسی اهمیت کے پیش نظر بچوں کے لئے تعلیم الاسلام نامی کتاب تیار کی هے جو برصغیر کے مکاتب میں نصاب کا حصه هے۔

۱۲۰۔ سوره فاطر، آیت۳

۱۲۱۔ سوره لقمٰن، آیت ۲۰

۱۲۲۔ سوره التحریم، آیت٦

۱۲۳۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری کتاب النکاح باب المرأة راعیة فی بیت زوجها، صحیح مسلم کتاب الإمارة باب فضیلة الامام العادل و عقوبة الجائر اور فتح الباری، ج/۹، ص/۱۳٦، ۲۸۰، حدیث نمبر ٥۱۸۸

۱۲٤۔ النووی، محی الدین، أبو زکریا یحی بن شرف، ریاض الصالحین المکتب الاسلامی، ص/۱٥٥، حدیث نمبر۳۰٥

۱۲٥۔ سوره طه، آیت ۱۳۲

۱۲٦۔ احمد بن حنبل، مسند احمد، دارالفکر، ج/۳/۸۷، سنن أبو داؤد،

حدیث نمبر ٤٩٥

١٢٧۔ احمد بن حنبل، مسند احمد، ج/٤/٧٧۔٧٨ اور سنن ترمذی کتاب البروالصلة باب ماجاء فی ادب الولد، ج/٥٤/٣٣٨

١٢٨۔ احمد بن حنبل، مسند احمد، ج/٥/١٠٢

١٢٩۔ ابوعائش، عبدالمنعم ابراهیم تربیة البنات فی الاسلام مکتبة اولاد الشیخ للتراث، قاهره، ٢٠٠١ء، ص/١٥

١٣٠۔ انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز تعلیم نمبر ١١ مرتب مسلم سجاد۔ اسلام آباد ص/١٨۔١٩

١٣١۔ محمد سلیم، پروفیسر سید۔ اسلام کا نظام تعلیم ص/١٤٢۔١٤٤

١٣٢۔ مبارکپوری، قاضی اطهر، خیر القرون کی درسگاهیں، اور ان کا نظام تعلیم و تربیت، اداره اسلامیات لاهور، ٢٠٠٠ء ص/٣٥٧

١٣٣۔ سوره آل عمران، آیت ٧٩، سوره مائده، آیت ٦٣

١٣٤۔ سوره آل عمران، آیت ٧٩، سوره المائده، آیت ٤٤، سوره المائده، آیت ٦٣

١٣٥۔ سوره لقمٰن، آیت١٣

١٣٦۔ أبوعائش، عبدالمنعم ابراهیم تربیة البنات فی الاسلام، ص/٦٤

١٣٧۔ ابوعائش، عبدالمنعم ابراهیم تربیة البنات فی الاسلام، ص/٢٤

١٣٨۔ جمعه، احمد خلیل الطفل فی ضؤ القرآن والسنة، ص/١٨٣

١٣٩۔ فضل الله، سلوك الملوك مطبوعه حیدر آباد دکن ١٩٦٦ء/ ص٢٤،

١٤٠۔ کیمبل وائیلز (کالج آف ایجوکیشن فلوریڈا یونیورسٹی) بهتر تدریس بهتر مدارس، مترجم غلام رسول مهر، شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی ٢٠٠٧ء، ص/٨٠۔٨٢

١٤١۔ Gullick, Robert by Muhammad the educator. Translat Publication Lahor. 1975, P 09

تعلیم وتربیت کا اسلوب وفرضیت

سیرت طیبہ ﷺ کے تناظر میں

ڈاکٹر سعید احمد صدیقی

پی۔ایچ۔ڈی، ایم اے، ایم۔ایڈ، ایل۔ایل۔بی

فاضل علوم اسلامیہ، فاضل عربی، فاضل اردو

ABSTRACT

Dr. Sayed Ahmad Siddiqi

Coherence in between Education & Trainingin the light of the Teachings of the Holy Prophet (P.H.U.H)

Islam considers training as an essential outcome of education. The whole Holy Quran gives training alongwith the teachings to human beings. It guides towards these principles, purposes and the outlines, in regard on which the system of education of Islamic Society is established.

The Holy Prophet (P.B.U.H) practically implemented the coherent and classified system of education and training at the time of establishment of Islamic State in Madina. He outlined the basic structures of institutions for the mental and moral build up of the masses.

The factors which have their effects on education and training, like home, seminary, mosque, neighborhood environment, society and government bear tremendous responsibilities in this regard. Today, the Muslim Umma can overcome the present difficulties and

lead the whole world if it is fully abreast with the religious and modern education and equally fully equipped with the training.

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منجملہ اور امتیازات وکمالات کے معلم ومربی بھی بنا کر بھیجا اور فرمایا یہ عظیم المرتبت رسول لوگوں کو ہماری آیات پڑھ کر سنائے گا، انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے گا، ان کا تزکیۂ نفس کرے گا، انہیں علم کی دولت سے مالا مال کرے گا، انہیں زندگی کے اسرار ورموز سے آگاہ فرمائے گا، انہیں راہ زیست کے نشیب وفراز بتائے گا، انہیں رہن سہن کے آداب سکھائے گا، انہیں عبادت وریاضت کے ڈھنگ بتائے گا، انہیں سجدہ ریز ہونے کا طریقہ سکھائے گا، انہیں ناز ونیاز کا سلیقہ بتائے گا، انہیں حلال وحرام کی تمیز کرائے گا، انہیں جائز وناجائز کا فرق کرائے گا، انہیں حقوق وفرائض کی نشاندہی کا انداز سکھائے گا، انہیں خیر وشر سے مطلع فرمائے گا، انہیں شفقت ومحبت اور ادب واحترام کا درس پڑھائے گا، انہیں رضائے رب کا سبق سکھائے گا، انہیں گناہوں اور خطاؤں سے بچنے کے اطوار بتائے گا، انہیں لغزشوں سے رکنے کی تربیت دے گا، انہیں بندگی کے اسلوب بتائے گا، انہیں صلح وآشتی، امن و امان اور انسانیت وشرافت کی قدروں سے روشناس کرائے گا، انہیں اخلاق کا، کردار کا، عزت کا، عظمت کا، شرافت کا، امامت کا، عدالت کا، شجاعت کا، تربیت کا، تہذیب کا، تزکیہ کا، رفعت کا، رافت کا بھولا ہوا سبق یاد کرائے گا۔(۱)

تعلیم وتربیت کا مفہوم:

لغت کے اعتبار سے تعلیم کا مادّہ علم (ع ل م) ہے، اس کے معنی ہیں کسی چیز کا ادراک کرنا، اس سے باب تفصیل میں "تعلیم" آتا ہے، تعلیم کے معنی بار بار اور کثرت کے ساتھ خبر دینے کے ہیں، حتیٰ کہ متعلم کے ذہن اسکا اثر پیدا ہو جائے (۲)

انگریزی زبان کا لفظ Education لاطینی لفظ Edex بہ معنی نکالنا اور بمعنی رہنمائی سے ماخوذ ہے۔(۳)

تعلیم کے وسیع مفہوم میں وہ تمام معلومات وتجربات شامل وشمار ہوتے ہیں جو گود سے گور تک ہر فرد باضابطہ یا بے ضابطہ، رسمی یا غیر رسمی طور پر خود حاصل کرتا ہے یا اسے حاصل کرایا جاتا ہے۔(۴)

تربیت کے واضح معانی تہذیب، بلندی، ترقی، نفس، عقل، روح اور جسم کا تزکیہ ہے۔ تربیت اپنے معنی کے اطلاق اور شمول میں تعلیم کی عملیت سے زیادہ وسیع ہے، کیونکہ تربیت کا ہدف انسان کے تمام پہلوؤں کی نشوونما اور نکھار ہے۔ قرآن وسنت، تربیت نبوی ﷺ کا منہج ہیں، جس کے تحت صحابہ کرامؓ کی تربیت ہوئی اور ہر دور کے مسلمانوں کی تربیت کا یہی منہج ہونا چاہئے۔(۵)

تعلیم کے ساتھ تربیت کی اہمیت:

تعلیم وتربیت میں ہم آہنگی کا بنیادی مقصد ''اللہ تعالیٰ کا صالح بندہ بنانا ہے'' یعنی افراد کی فطری صلاحیتوں کو اجاگر کرنا، ان کے طبعی رجحانات کو صحیح رخ پر ڈالنا اور انہیں ذہنی، جسمانی، عملی اور اخلاقی اعتبار سے بتدریج اس لائق بنانا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شکرگزار بندے بن کر رہیں، کائنات میں اس کی مرضی کے مطابق تصرف کریں، نیز انفرادی، عائلی اور اجتماعی حیثیت سے ان پر جو ذمہ داریاں ان کے خالق ومالک کی طرف سے عائد ہوئی ہیں ان سے وہ کما حقہ، عہد برآ ہوسکیں۔(۶)

دنیا کے کسی مذہب نے یا نظام فکر نے تعلیم وتربیت کے حصول پر اتنا زور نہیں دیا جتنا اسلام نے۔ لہٰذا زمانہ قبل اسلام کو زمانہ کفر نہیں بلکہ زمانہ جاہلیت کے نام سے پکارا گیا۔ اسی طرح اسلام کے سب سے بڑے دشمن کو ابوالکفر کے بجائے ابوجہل کہا گیا، خدا نے جب آدمؑ کو پیدا کیا تو سب سے پہلے تو انہیں اسمائے اشیاء کا علم دیا گیا، حضور ﷺ پر جب وحی اتری تو اس کا پہلا لفظ ''اقرا'' تھا۔ قرآن مجید میں ایک قول کے مطابق لفظ ''علم'' یا اس کے مشتقات چار سو زیادہ مرتبہ آئے ہیں، اس کے علاوہ عقل، شعور اور تفکر بتکرار استعمال ہوئے ہیں۔(۷)

تعلیم وتربیت میں ہم آہنگی کا اہم مقصد یہ ہے کہ مسلمان صحیح معنوں میں مسلمان

بنیں، سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق "اسلامی دور کے مقاصد تعلیم کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان صحیح معنوں میں مسلمان بن کر اٹھیں اور دنیا میں تہذیب و تمدن کے نظام کو اس طرز پر چلانے کے قابل ہوں جو اسلام چاہتا ہے۔(۸)

"نظام تعلیم کا مقصد محض کتابیں پڑھانے اور علوم و فنون سکھا دینے سے حل نہیں ہوسکتا۔ نہ یہ کبھی مثالی نظام تعلیم کہلاسکتا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ تشکیل سیرت کو کتابی علم سے زیادہ اہمیت دی جائے، جس کے نتیجے میں انسانی اخلاقیات پیدا ہوں گی اور معاشرہ کی تعمیر صالح بنیاد پر رکھی جاسکے گی۔(۹)

ممتاز ماہر تعلیم پروفیسر سعید اختر رقم طراز ہیں تعلیم و تربیت کا اوّلین مقصد طلبہ میں اسلامی نظریۂ حیات سے آگہی پیدا کرے، یعنی زندگی کا مفہوم اور مقصد، دنیا میں انسان کی حیثیت، توحید، رسالت، آخرت، انفرادی اور اجتماعی زندگی پر ان کے اثرات، اخلاقیات کے اسلامی اصول، اسلامی ثقافت کی نوعیت، ایک مسلمان کے فرائض اور اس کا مشن انہیں سمجھایا جائے، انہیں بتایا جانا چاہئے کہ وہ کس طرح اعلیٰ مقاصد کے لئے دنیا کی تمام قوتوں کو استعمال کریں۔ تعلیم کو ایسے افراد پیدا کرنے چاہئیں جو انفرادی اور اجتماعی زندگی کے بارے میں اسلامی نظریات پر بھرپور یقین کے حامل ہوں اور اس طرح ان کے اندر ایک ایسا اسلامی نظریہ پیدا ہو کہ وہ زندگی کے ہر میدان کے لئے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنا راستہ خود بنا سکیں۔(۱۰)

ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی رائے: عالمِ اسلام کے مشہور اسکالر علامہ یوسف القرضاوی کی رائے کے مطابق تعلیم و تربیت کا اہم مقصد 'صالح انسان' پیدا کرنا ہے، ایسا صالح انسان جس کے اوصاف سورۂ العصر میں بیان کئے گئے ہیں۔(۱۱)

پروفیسر محمد سلیم کی رائے: تعلیم و تربیت کے مقاصد کے حوالے سے ممتاز ماہر تعلیم پروفیسر محمد سلیم صاحب رقم طراز ہیں: ﴿۱﴾ اسلامی نظریاتی حکمت پر ایمان راسخ پیدا کرنا، ﴿۲﴾ انسان اللہ تعالیٰ کی بندگی کے مقاصد پورے کرسکے، ﴿۳﴾ انسان خلافت کا نظام دنیا میں [illegible]، ﴿۴﴾ اطاعت رب، اتباع سنت، تقویٰ اور آخرت کی جوابدہی کا ہر دم تازہ

شعور پیدا کرنا، ﴿۵﴾علوم ہدایت (علوم دینی) کی تعلیم دینا، ﴿۶﴾علوم وصفی (عمرانی و سائنسی علوم) کی تعلیم دینا، ﴿۷﴾انسان کی فنی اور حرفتی صلاحیتوں کو نشو و نما دینا تا کہ رزقِ حلال کما سکے، ﴿۸﴾انسان کی تہذیبِ نفس، تطہیر اخلاق اور تعمیر سیرت کرنا، ﴿۹﴾انسان کو داعی حق اور اعمال خیر کا محرک بنانا، ﴿۱۰﴾انسان کو محنت و مشقت کا عادی بنانا، ﴿۱۱﴾انسان کے اندر صبر، مستقل مزاجی اور الوالعزمی کی صفات پیدا کرنا، ﴿۱۲﴾انسان کے اندر پابندیٔ، اوقات، نظم و ضبط اور پیش بینی کی عادت ڈالنا۔ (۱۲)

پروفیسر خورشید کے نزدیک تعلیم و تربیت کا اہم مقصد فرد کے کردار کی تعمیر ہے، اس حوالے سے وہ رقمطراز ہیں: "تعلیم میں سب سے زیادہ اہمیت طالب علم کے کردار کی تشکیل کو حاصل ہونا چاہیئے، تعلیم جب تک اچھے کردار تعمیر نہ کرے گی، اپنا حقیقی مقصد کبھی حاصل نہ کر پائے گی، اسلام میں نیک اعمال اولین اہمیت کے حامل ہیں، قرآن پاک میں ایمان اور عمل صالح کی بہ یک وقت تلقین کی گئی ہے، اور نبی اکرم ﷺ کے بنیادی مشن میں تزکیہ، یعنی انسانی زندگی اور روح کی تطہیر، شامل ہے اور اسے اولیت حاصل ہے۔ (۱۳) تعلیم و تربیت میں ہم آہنگی ہو تو فرد کے لئے اپنی رائے کو مؤخر کر کے ماہرین کی رائے کو مقدم اور تسلیم کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی رقمطراز ہیں: ہر فن اور تجربہ کے محققین و ماہرین اور اہل علم و معرفت کی آراء ماننا ضروری ہے اور یہ صحیح علمی و عقلی رویہ ہے۔ امور حربیہ میں عسکری ماہرین کی رائے ماننا ضروری ہے۔ معاشیات میں ماہرین معاشیات کی رائے سے استفادہ ضروری ہے۔ زرعیات میں ماہرین زراعت کی آراء کو وزن دینا ضروری ہے۔ علی ہذا القیاس دیگر مسائل و معاملات میں ان کے ماہرین و محققین سے استفادہ ضروری ہے۔ (۱۴)

تعلیم و تربیت میں ہم آہنگی کا ایک اہم مقصد تمدن کی دولت سے مالا مال کرنا ہے، ہمارے پیارے نبی ﷺ کی بعثت کا ایک اہم مقصد نہ صرف اہل عرب بلکہ پورے عالم کو تمدن کی دولت سے مالا مال کرنا تھا اسی لئے ہمارے پیارے نبی ﷺ کو تحدیث نعمت کے طور پر اپنے معلم

''کتاب وحکمت'' ہونے پر بڑا فخر تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے آپ ﷺ کا یہ خوبصورت اور حکیمانہ طرزِ عمل بیان فرمایا: ''آپ ﷺ ایک دن اپنے حجرے سے نکلے اور مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لائے تو صحابہ کرامؓ کے دو حلقے دیکھے ایک تلاوت اور دعاء میں مصروف تھا اور دوسرا علم سیکھنے اور سکھانے میں مصروف تھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا دونوں حلقے اچھے کام میں مشغول ہیں، یہ قرآن پڑھ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو پکار رہے ہیں اگر وہ چاہے تو انہیں عطا کرے اور چاہے روک دے اور یہ علم سیکھنے اور سکھانے میں مصروف ہیں، **وانما بُعثت معلماً** اور مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے، کہہ کر علمی حلقے میں بیٹھ گئے۔(۱۵)

تعلیم تربیت کے ایک جزء کی طرح ہے اور تربیت وہ محنت ہے جس کا مقصد تمام قوائے انسانی کو مختلف وسائل اور مشروع طریقوں سے مکمل اور مؤثر نشو ونما عطا کرے تاکہ انسان اپنے معاشرے کا ایک اچھا فرد بن سکے، یہ تربیت انسان کے تمام پہلوؤں روح، عقل اور بدن سب کو شامل ہے۔(۱۶)

اب اگر تعلیم کے ساتھ تربیت نہ ہو تو صرف معلومات میں اضافہ ہوگا اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔

تعلیم کچھ اور شئے ہے تربیت کچھ اور
لاکھ طوطے کو پڑھایا پھر بھی وہ حیواں رہا

اسلام نے علم کا جو تصور دیا ہے اس میں علم اور تربیت دونوں کو یکساں اہمیت دی گئی ہے اور ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ نفس دونوں کو ساتھ ساتھ انجام دینا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے مخصوص نظام تعلیم میں تعلیم اور سیرت سازی ایک ہی حقیقت کے دو پہلو رہے ہیں اور اس کا اظہار علم وفضل کی اصطلاح سے بھی ہوتا ہے جو علم اور نیکی اور اخلاق حسنہ میں بڑھے ہوئے ہونے کے مفہوم کو ادا کرتی ہے۔(۱۷)

تعلیم وتربیت دنیا میں سب سے مشکل کام ہے، انسانی تعلیم وتربیت کسی مکان کی تعمیر کا نام نہیں کہ معمار جس اینٹ کو جس طرح گھڑ کر جہاں لگانا چاہے وہیں فٹ کردے، بلکہ انسان

ایک جذبات رکھنے والی مخلوق ہے، جو کبھی نصیحت کی طرف مائل ہوتی ہے تو کبھی پند ونصائح سے بیزار دکھائی دیتی ہے، کبھی غم کی تصویر ہے تو کبھی مجسم خوشی، کبھی اندرونی کشمکش اس پر اثر انداز ہوتی ہے، تو کبھی وہ خارجی دباؤ کا شکار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیم وتربیت کا ایک ہی لگا بندھا طریق کار ہر انسان کے لئے کارگر نہیں ہوسکتا۔(۱۸)

انسانی فطرت ہے کہ انسان سہولت پسند ہے اس کے لئے تعلیم و تربیت میں اسے دین و دانش سے دہشت زدہ کرنے کے بجائے اس سے مانوس کیا جائے اور آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہماری یہی رہنمائی کرتا ہے، تعلیم وتربیت میں ترویج اور تیسیر ایک بنیادی حکمت ہے جس کو اپنا کر ہم معاشرے کے بہترین افراد تیار کر سکتے ہیں۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

بشروا وَلاتنفروا ویسروا وَلَا تعسّروا (۱۹)

بشارت دو نفرت پیدا نہ کرو، آسانی بہم پہنچاؤ، تنگی میں نہ ڈالو۔

اسلامی تعلیم وتربیت کا حصہ ہے کہ اساتذہ کی تعظیم واحترام کی طرح فرد کے دل میں آلاتِ علم کاغذ، قلم، روشنائی اور کتاب کی عظمت واحترام بھی اس کے دل میں ہو، ہمارے اکابرین اور اساطین علم نے ہمیشہ اس کی تعلیم دی اور اپنے علم سے اس کی ترغیب دی۔

حضرت مجدد الف ثانی ایک روز بیت الخلاء میں تشریف لے گئے، اندر جا کر نظر پڑی کہ انگوٹھے کے ناخن پر ایک نقطہ روشنائی کا لگا ہوا ہے، جو عموماً لکھتے وقت قلم کی روانی دیکھنے کے لئے لگا لیا جاتا ہے۔ فوراً گھبرا کر باہر آ گئے اور ایک درخت کی جڑ میں دھونے کے بعد تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ایک نقطہ کو علم کے ساتھ ایک تلبس ونسبت ہے۔ اس لئے بے ادبی معلوم ہوئی کہ اس کو بیت الخلاء میں پہنچاؤں (۲۰)

اس کے برخلاف ہم اپنے اردگرد نظر ڈالتے ہیں تو آج کل روشنائی کا بیت الخلاء لے جانے کا کیا کہنا، کسی بھی بیت الخلاء میں جا کر محسوس ہوتا ہے کہ کسی کتابت کے مشق کے کمرے میں آ گئے ہیں، ہر طرف دیواروں پر طرح طرح کے جملے اور عبارتیں لکھی ہوتی ہیں یہ نہایت مضموم فعل اور بڑی بے ادبی ہے۔ دوسری بے ادبی جو عام ہے وہ اخبار ورسائل میں درج قرآنی

آیات، احادیث، اسماء الٰہیہ ہیں جن کا ادب واحترام کیا جاتا ہے نہ انہیں محفوظ کیا جاتا ہے گلی، کوچوں غلاظتوں کی جگہوں میں بکھرے نظر آتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت دنیا جن عالمگیر پریشانیوں میں گھری ہوئی ہے اس میں اس بے ادبی کا بھی بڑا دخل ہے۔(۲۱)

انبیاء کرام علیہم السلام کا تربیتی اُسلوب:

ہر نبی مامور من اللہ ہوتا ہے اور وہ پوری قوم کی تعلیم وتربیت وحی الٰہی کی روشنی میں کرتا ہے، مختلف انبیاء علیہم السلام کی دعوت و تربیت کے بارے میں قرآن کریم ہماری رہنمائی فرماتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت صالحؑ، حضرت ھودؑ، حضرت لوطؑ، حضرت یونسؑ، حضرت داوٗدؑ وسلیمانؑ کا اندازِ تعلیم وتربیت ہمیں ملتا ہے۔

حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہا السلام کی کا تربیتی اسلوب

''جب کبھی بھی انہیں ان کے رب نے کہا'' ''فرمانبردار ہو جاؤ'' انہوں نے کہا'' میں نے رب العالمین کی فرمانبرداری کی'' اس کی وصیت ابراہیمؑ اور یعقوبؑ نے اپنی اولاد کو کی، کہ ہمارے بیٹو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اس دین کو پسند فرمالیا ہے۔ خبردار! تم مسلمان ہی مرنا، کیا (حضرت) یعقوبؑ کے انتقال کے وقت تم موجود تھے؟ جب انہوں نے اپنی اولاد کو کہا میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو سب نے جواب دیا کہ آپ کے معبود کی اور آپ کے آباؤ اجداد ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ کے معبود کی جو معبود ایک ہی ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے'' (۲۲)

حضرت لقمان علیہ السلام کا تربیتی اسلوب:

نیک والدین اپنی اولاد کی اچھی تعلیم وتربیت کرتے ہیں، حضرت لقمان کا واقعہ جو نزول قرآن سے صدیوں پہلے کا ہے ان کی نصیحت آموز باتیں جو وہ اپنے بیٹے کو تربیت دینے کے لئے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اتنی محبوب ہوئیں کہ اُمت محمد ﷺ کی تعلیم وتربیت ورہنمائی کے لئے اپنی مقدس کتاب میں بیان فرمائی۔(۲۳)

حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کی تعلیم وتربیت کرتے ہوئے شرک سے منع کیا، نیکی کی ترغیب دی، نماز قائم کرنے کا حکم دیا، اچھے کاموں کی تلقین کا حکم دیا، برے کاموں سے منع کرنے کا حکم دیا اور مصیبت پر صبر کرنے کا حکم دیا، اسی طرح انتہائی سبق اموز باتوں سے ان کی تربیت کرتے ہیں۔(۴۴)

عہد نبوی ﷺ کا تربیتی اسلوب:

ماقبل اسلام عربوں کے مرغوب مشغلے تھے لیکن سائنس اور ادب کے دلدادہ مفقود تھے، ہادیٔ اسلام کی تلقین نے عرب قوم کی سوئی ہوئی قوتوں کو جگا کر ان میں ایک نئی حرکت پیدا کردی۔ آپ ﷺ کی مدت حیات کے اندر ہی ایک تعلیمی ادارے کی داغ بیل پڑ گئی، جس کی بنیاد پر آئندہ سالوں میں بغداد، سالرنو، قاہرہ اور قرطبہ کی یونیورسٹیاں قائم ہوئیں۔ یہاں معلم اسلام بنفس نفیس صفائے قلب اور پاکیزگی روح پیدا کرنے کی تعلیم دیتے تھے۔(۴۵)

دنیا کی تاریخ میں کون سا ایسا استاذ ومربی گزرا ہے جس کے ہاتھوں اتنی بڑی اور راست باز تعداد میں لوگ تیار ہوئے ہوں، جتنی بڑی تعداد میں حضور ﷺ کی تعلیم وتربیت کے ذریعے تیار ہوئے، جن لوگوں کی تربیت آپ ﷺ کے ہاتھوں ہوئی وہ آپ ﷺ کی بعثت سے قبل کیا تھے اور پھر کیا ہوگئے؟

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا(۴۶)

نبی اکرم ﷺ ملت اسلامیہ کے سب سے پہلے معلم تھے۔ آپ ﷺ ہی نے پہلی منظم تعلیم گاہ مدینہ منورہ میں قائم فرمائی۔ صفہ نامی چبوترہ پہلا مدرسہ تھا اور اصحاب صفہ اس کے متعلم تھے۔ اس مدرسے میں ۷۰ اور ۸۰ تک طالب علم تھے۔ حضور ﷺ کے علاوہ دوسرے صحابہؓ کبار بھی یہاں معلم کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے تھے۔ اصحاب صفہؓ میں سے ایک یعنی حضرت معاذؓ بن جبل مالی امور کے نگراں تھے اور عطیات کی تقسیم کا کام ان ہی کے سپرد تھا۔ ان متعلمین میں

سے مختلف افراد اسلامی حکومت کی مختلف خدمات کے لئے مامور کردیئے جاتے تھے، اور تعلیم وتبلیغ کے لئے تو خصوصیت سے انہیں اصحابؓ کو بھیجا جاتا تھا اپنی مالی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے یہ طلبہ خود بھی محنت کرتے اور کماتے۔ دوسرے اہل ثروت مسلمان بھی ان طلبہ اور ان کے معلمین کی مقدور بھر مدد کرتے اور خود حضور اکرم ﷺ بھی براہ راست ان کی مدد فرماتے۔(۲۷)

سبق پھر شریعت کا ان کو پڑھایا حقیقت کا گر ان کو ایک اِک بتایا
زمانے کے بگڑے ہوؤں کو بنایا بہت دن کے سوتے ہوؤں کو جگایا
کھلے تھے نہ جو راز اب تک جہاں پر وہ دکھلا دیئے ایک پردہ اٹھا کر(۲۸)

اس مدرسے نے اسلامی قلمرو میں تعلیم کی نہج قائم کی اور جو روایت اس میں پڑی وہ ہی ہماری تعلیمی روایت بن گئی اور وہ روایت یہ تھی:

﴿ا﴾ اولین چیز دینی تعلیم ہے۔قرآن کریم اور سنت نبوی ﷺ کو نصاب تعلیم کا مرکز ومحور ہونا چاہیے۔﴿ب﴾ تعلیم کا مقصدا۔اچھا مسلمان اور داعی الی الحق بنانا،۲۔اور مسلم معاشرے کی ہمہ ضروریات کو پورا کرنا ہے۔﴿ج﴾ رسول کریم ﷺ نے تعلیم اور مسجد کا تعلق قائم کیا۔مسجد دینی محور، سیاسی مرکز اور تعلیم گاہ بنی اور اس کے ذریعے سے طالب علم ایک مخصوص ثقافتی ورثے کے امین بنے۔﴿د﴾ معلمین کے لئے اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے خود محنت مزدوری کرنا، اور مختلف حرفتوں کو سیکھنا اور ان سے وابستہ ہونا اچھا اور پسندیدہ قرار پایا۔ ﴿ہ﴾ تعلیم کی آخری ذمہ داری مسلمان معاشرے اور اسلامی ریاست پر عائد ہوتی ہے اور اسے اس مقصد کے لئے اپنے وسائل استعمال کرنے چاہئیں۔مسلمانوں کی قومی آمدنی اور بیت المال پر اولین حق زیر تعلیم طلبہ اور ان پر ہونے والے جملہ مصارف کا ہے۔(۲۹)

Sprit of Islam کے مصنف سید امیر علی آپ ﷺ کے حوالے سے رقمطراز ہیں: ''رسول عربی ﷺ کو علم اور سائنس سے جو محبت تھی اور جو آپ ﷺ کو تمام دوسرے معلمین دین سے امتیاز بخشتی اور جدید دنیائے فکر سے آپ ﷺ کو ایک نہایت قریبی رشتہ موانست میں منسلک کرتی ہے۔''(۳۰)

آپ ﷺ کی تعلیم وتربیت کے حوالے سے ڈاکٹر خالد علوی رحمۃ اللہ علیہ کامل میں رقمطراز ہیں: ''نبی ﷺ کی دعوت سرتاپا تعلیم تھی، ایسی تعلیم جو علام الغیوب کی طرف سے آرہی تھی، قرآن کریم کی صورت میں جو کچھ آپ ﷺ پر اترتا تھا آپ ﷺ اسے بلاکم وکاست اپنے شاگردوں تک پہنچادیتے تھے۔ جس طرح قرآن کریم کا نزول آپ ﷺ کی زندگی کے تیئس برسوں پر پھیلا ہوا ہے، اسی طرح آپ ﷺ کی تعلیم وتعلم کی مشغولیت بھی تیئس برسوں پر مشتمل ہے۔(۳۱)

خواتین کی تربیت کا اسلوب:

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ فرد کی تربیت میں سب سے اہم کردار عورت کا ہے اور ہر دور میں اس کا کردار بڑا اہم رہا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الدنیا متاعٌ وخیر متاع الدنیا المرأة الصالِحةُ (۳۲)

''دنیا متاع ہے اور اس کی سب سے بہتر متاع نیک عورت ہے''

خصوصیت کے ساتھ جب عورت ماں کے روپ میں ہو تو فرد کے لئے ماں کی گود سب سے پہلی تعلیم وتربیت کی درسگاہ ہوتی ہے اس لئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الجنّةُ تحت اَقدامِ الامهات--(۳۳)

''جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے''

آپ ﷺ نے اسی درسگاہ کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

اطلبوا العِلم من المهدِ اِلَی اللحد

''ماں کی گود سے لے کر قبر میں جانے تک علم حاصل کرو

سائنسی طور پر یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ عورتیں بچوں کی ضروریات، سہولت اور جذبات کے بارے میں بہتر سوجھ بوجھ رکھتی ہیں۔ اس لئے انسان سازی کا کام وہ بطریق احسن کرسکتی ہیں۔ ابتدائی زمانہ سے ہی ہر دور میں یہ ذمہ داری خواتین کے سپرد رہی ہے۔(۳۴)

عورت وہ ذمہ داریاں سنبھال لیتی ہے جو اس سے متعلق ہیں اور اس کی طبیعت و

مزاج اور جنس سے مطابقت رکھتی ہیں، مثلاً گھر کا نظم ونسق سنبھالنا، کام کاج کرنا، بچوں کی تربیت ودیکھ بھال اور واقعی کسی نے بالکل درست کہا ہے:

والأم مدرسة اذا أعددتها أعددت شعباً طيب الأعراق

ماں ایک ایسا مدرسہ ہے کہ اگر تم نے اسے تیار کرلیا تو ایک ایسی جماعت کو تیار کرلیا جو بہترین جڑوں اور بنیاد والی ہے(۳۵)

ابتدائی زمانہ سے ہر دور میں انسان سازی کی ذمہ داری خواتین کے سپرد رہی ہے، اسی حقیقت کے اظہار کے لئے نپولین بوناپارٹ کا قول ہے: ''تم مجھے اچھی مائیں دو میں تمہیں اچھی قوم دوں گا''۔(۳۶)

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال بھی عورت کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں
شرف میں بڑھ کر ثریا سے مشت خاک اس کی
کہ ہر شرف ہے اسی درج کا درِ مکنوں!
مکالمات افلاطوں نہ لکھ سکی لیکن!
اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطوں(۳۷)

ایک مسلمان ماں کو اپنے بچے کی پرورش وتربیت ان خطوط پر کرنی چاہئے کہ وہ نہ صرف جسمانی طور پر بہترین صلاحیتوں کا حامل ہو بلکہ ذہنی طور پر بھی سب سے فائق ہو، تاکہ اس جہاں میں اپنے رب کی نیابت کا فریضہ بخوبی ادا کرسکے۔(۳۸)

تعلیم وتربیت کی فرضیت واہمیت:

اسلام میں تعلیم وتربیت کے حق کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی پہلی وحی کا آغاز حرف اقراء سے ہوا جو تعلیم وتربیت حاصل کرنے کی اہمیت کو بیان کرتا ہے، قرآن کریم کے نازل ہونے والے اس پہلے حکم کے مطابق اسلام میں تعلیم وتربیت حاصل کرنا حق نہیں بلکہ فرض ہے۔ اسلامی ریاست اس امر کی پابند ہے کہ وہ شہریوں کو وہ تمام سہولتیں فراہم کرے جو ان کی تعلیم وتربیت کے لئے ضروری ہیں۔ اسی طرح:

۱۔ ہر شخص اپنی فطری صلاحیتوں اور قابلیتوں کے مطابق تعلیم حاصل کرنے کا حقدار ہے۔

۲۔ ہر شخص اپنے پیشے اور مستقبل کے مشاغل منتخب کرنے کا آزادانہ حق رکھتا ہے۔ اسے اپنی فطری صلاحیتوں کے جوہر کے بھرپور اظہار کا موقع دیا جائے۔

اسلام اور مغربی قانون کے تصورات کے تقابلی مطالعہ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مغربی قانون نے تعلیم وتربیت کے حق کا جو اعتراف دور حاضر میں کیا ہے، اسلام نے صدیوں قبل اپنی وحی کے آغاز سے ہی اس کی بنیاد رکھ دی تھی۔(۳۹)

حجۃ الاسلام امام غزالی ؒ فرماتے ہیں، بچے کی تعلیم وتربیت ایک نہایت اہم فریضہ ہے وہ والدین کے پاس امانت ہے اس کا دل گوہر نفیس کی طرح پاک ہے اور تمام نقوش سے خالی ہے اور موم کی طرح نقش پذیر ہے، جس طرف مائل کرو، اس طرف میلان کے لائق ہوتا ہے، اگر سعادت کا بیج بوؤ گے تو دین و دنیا میں سعادت حاصل کرے گا اور ماں، باپ اور استاد اس کے ثواب میں شریک ہوں گے، اور اگر اس کے خلاف ہوگا تو بدبخت ہوگا اور پھر جو کچھ بھی اس پر گزرے گا وہ اس میں شریک ہوں گے اس لئے فرزند کو مودّب بنائیں اور نیک اخلاق سے آراستہ کریں اور بری صحبت سے بچائیں(۴۰)

اولاد کو صحیح تعلیم وتربیت نہ دینا بھی قتل اولاد کے زمرے میں آتا ہے، مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ سورہ انعام کی آیت ۱۵۱ کی تشریح میں لکھتے ہیں: ''اولاد کو تعلیم وتربیت نہ دینا جس کے نتیجے میں خدا اور رسول ﷺ اور آخرت کی فکر سے غافل رہے، بداخلاقیوں اور بے حیائیوں میں گرفتار ہو یہ بھی قتل اولاد سے کم نہیں۔ جو لوگ اپنی اولاد کے اعمال واخلاق کے درست کرنے پر توجہ نہیں دیتے ان کو آزاد چھوڑتے ہیں یا ایسی غلط تعلیم دلاتے ہیں جس کے نتیجے میں اسلامی اخلاق تباہ ہوں وہ بھی ایک حیثیت سے قتل اولاد کے مجرم ہیں اور ظاہری قتل کا اثر تو صرف دنیا کی چند روزہ زندگی کو تباہ کرتا ہے، یہ قتل انسان کی آخروی اور دائمی زندگی کو تباہ کر دیتا ہے۔(۴۱)

اسلام میں تعلیم وتربیت کو اہمیت کیوں ہے؟

اس لئے کہ صحیح تعلیم وتربیت کے بغیر آدمی اللہ تعالیٰ کو پہچان سکتا ہے اور نہ اس کائنات

میں اپنی حیثیت کو،

وَالرّٰسِخُونَ فِی الْعِلْمِ یَقُولُونَ آمَنَّا بِهٖ کُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا
وَمَا یَذَّکَّرُ إِلَّآ أُولُوا الْأَلْبَابِ O (۴۲)

اور جو لوگ پختہ علم رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم (متشابہ آیات پر بھی) ایمان رکھتے ہیں کیونکہ سبھی طرح کی آیتیں اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہیں اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہوں۔

إِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (۴۳)

''بے شک اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہوں۔''

اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا کہ عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے، (۴۴) بلکہ اہل علم کا درجہ تو بہت بلند ہے۔ (۴۵)

اور اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اتنا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے جس سے وہ حق و باطل میں تمیز کر سکے، چنانچہ حدیث کے الفاظ ہیں:

طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم(۴۶)

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد اور عورت) پر فرض ہے۔''

لیکن اس سے یہ نہیں سمجھا جائے کہ اس حکم میں صرف دینی علم حاصل کرنا فرض قرار دیا گیا بلکہ بنیادی علم یعنی لکھنا پڑھنا جاننا بھی اس سے مراد ہے، جس کی مثال یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت عربوں میں لکھنے پڑھنے کا رواج کم تھا اور مدینے میں بھی ایسے لوگ کم تھے اور آنحضرت ﷺ کو اس کمی کو پورا کرنے کا اتنا خیال تھا کہ بدر میں جو پڑھے لکھے قیدی تھے ان کا فدیہ مقرر کیا گیا کہ وہ مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں، چنانچہ حضرت زیدؓ بن ثابت جیسے عالم نے اس موقع پر ہی لکھنا پڑھنا سیکھا تھا۔ (۴۷) اس میں سائنسی تعلیم بھی شامل ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَءَ الْخَلْقَ ۝ (۴۸)

''اے نبی (ﷺ) ان سے کہو کہ تم زمین میں گھومو پھرو اور دیکھو کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا۔''

اور مسلمانوں کو مظاہر فطرت کے مشاہدے پر ابھارتا ہے:

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۠ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ (۴۹)

''بے شک آسمانوں اور زمین کا پیدا ہونا، دن اور رات کا بدلنا، سمندر میں کشتیوں کا تیرنا اور ان سے لوگوں کا فائدہ اٹھانا، آسمان سے بارش کا برسنا اور اس کے ذریعے زمین کا زندہ ہو جانا، اس کے مرنے کے بعد روئے زمین پر طرح طرح کے جانوروں کا پایا جانا، ہواؤں کا چلنا اور زمین و آسمان کے درمیان بادلوں کا حکم کے تابع ہونا، یہ ان لوگوں کے لئے اللہ کی کھلی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔''

اور مسلمانوں کو کائنات کی تعلیم دیتے ہوئے کہتا ہے کہ میں نے یہ سب کچھ تمہارے لئے ہی تو بنایا ہے:

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (۵۰)

''کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے تمہارے لئے آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں کو مسخر کر دیا ہے۔''

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعاً-(۵۱)

''اور اسی (اللہ) نے تمہارے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے۔''

فرمان نبوی ﷺ ہے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے(۵۲) نیز آپ ﷺ ہمیشہ دعا فرماتے تھے کہ اے اللہ! میرے علم میں اضافہ فرما۔(۵۳)

وَسَخَّرَ لَکُم مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعاً مِّنْہُ

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ٥(۵۴)

اور اسی نے تمہارے لئے زمین وآسمان کی کی سب چیزوں کو مسخر کیا۔

بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو غور وفکر کرتے ہیں۔

تجربہ مشاہدہ کی حمایت کرتا ہے۔

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانظُرُوْا کَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ (۵۵)

اے نبی (ﷺ) ان سے کہو تم زمین میں گھومو پھرو اور دیکھو کہ کس طرح اللہ نے مخلوقات کو پیدا کیا۔

امور کو ان کی بہترین شکل میں انجام دینے کی تلقین کرتا ہے یعنی Excellence کا حکم دیتا ہے، چنانچہ حدیث جبرائیل میں ہے کہ حضرت جبرائیل نے پہلے آپ ﷺ سے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ (یعنی عقیدہ) پھر پوچھا کہ اسلام کیا ہے؟ یعنی اعمال اور اس کے بعد پھر پوچھا کہ احسان کیا ہے؟ یعنی ان اعمال کو بہترین طریقے سے انجام دینے کا طریقہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے وہ طریقہ بتادیا یعنی اللہ تعالیٰ کی حضوری کا تصور (۵۶) ایک دوسری جگہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

ان اللّٰہ کتب الاحسان علی کل شیء(۵۷)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر یہ فرض کیا ہے کہ ہر کام بہترین طریقے سے کرو اور یہاں مہمات امور کی بھی قید نہیں کہ نماز، روزہ اور جہاد جیسے امور بہترین طریقے سے انجام دو بلکہ فرمایا

کہ چھوٹا سے چھوٹا کام ہو تو بھی بہترین طریقے سے کرو، چنانچہ فرمایا: ''اگر جانور ذبح کرنا ہو تو بھی اچھی طرح کرو اور پہلے چھری اچھی طرح تیز کرلو''۔ (۵۸)

تعلیم وتربیت کا قرآنی اسلوب

پورا قرآن کریم انسان کی تعلیم وتربیت کے لئے ہے اور پورے قرآن کریم میں وہ اصول، مقاصد اور خطوط کار پھیلے ہوئے ہیں جن پر اسلامی معاشرے کا نظامِ تعلیم استوار ہونا چاہئے اور پھر نبی اکرم ﷺ نے مدینہ کی اسلامی ریاست میں قرآن کریم کے منشا کے مطابق بچوں، بالغوں، عورتوں اور قائدین عوام کی تعلیم وتربیت کا جو ہمہ گیر نظام عملاً نافذ کیا اور عوام کی ذہنی واخلاقی تعمیر کے لئے ادارات کے نقوش اولین قائم کیے (۵۹)

نبی آخرالزماں پر نزول وحی کا پہلا لفظ ''اقــــراء'' اس بات کا اعلان تھا کہ آنے والے دور کی امامت تحصیل علم وحکمت سے مشروط ہے۔ اقراء کے لفظ سے جہاں اہمیت علم کا اظہار ہوتا ہے وہیں بـــاســم ربـک کے الفاظ میں اسلام کا تصور تعلیم بھی بیان کردیا گیا ہے۔ تعلیم دراصل نظریہ اعتقاد کو اگلی نسل میں منتقل کرنے کا نام ہے۔ مجرد معلومات، تخریب سکھاتی ہیں اس لئے مجرد پڑھنے کا نہیں بلکہ رب کے نام کے ساتھ پڑھنے کا حکم ہوا ہے۔ گویا خواہ نصاب تعلیم ہو یا مربی ومعلم کی گفتگو، ہر چیز فروغ تعلیم کے ساتھ ساتھ طالب علم کا تعلق اس کے رب سے بھی جوڑ رہی ہے۔ (۶۰)

عبودیت و ربوبیت کی یہ روح پورے تعلیم وتربیتی مل میں رچی بسی ہوئی ہو۔ اس لئے دوسری آیت میں تخلیق انسان کی طرف اشارہ کرکے اس کا اصلی مقام یاد دلایا گیا۔ جبکہ تیسری آیت میں اقراء کی تاکید کے ساتھ پھر سے رب کی عزت وعظمت کا تصور اجاگر کیا گیا ہے۔ بعدازاں الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ کے الفاظ کے ذریعے سے اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ محض علم اسلام کی نظر میں کافی نہیں بلکہ علم کی حفاظت ضبط تحریر کا بھی تقاضہ کرتی ہے۔ کیونکہ قلم اور کتاب کے بغیر صلاحیت علم ٹھٹھر جاتی ہے۔ یہ بات اس دور میں فرمائی گئی جب عرب کے لوگ کسی چیز کے لکھنے کو اپنے حافظے کی توہین تصور کرتے تھے اور لکھنے کا عمومی مزاج نہ تھا۔ (۶۱)

قرآنی اسلوب جو ہمیں تعلیم وتربیت دیتا ہے وہ یہ کہ انسان کی تعلیم وتربیت قدرتی بھی ہوتی ہے اور گردوپیش کے حالات ومشاہدت سے بھی لیکن تربیت کی اصل ذمہ داری ایک فرد کی اپنی ہی ہے۔ تربیت کے عمل میں یہ سب سے پہلا اور بنیادی سبق ہے، جو ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہئے۔(۶۲)

اپنی کوشش اور اپنے عمل سے آدمی اپنا حصہ پاتا ہے، قرآن کریم نے بڑی وضاحت کے ساتھ کہا:

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰى (۶۳)

''اور یہ کہ انسان کے لئے کچھ نہیں ہے مگر وہ جس کی اس نے سعی کی ہے۔''

جو آدمی خود کچھ نہ بننا چاہے وہ دوسروں کے بنانے سے نہیں بن سکتا۔ آدمی اپنی محنت اور کوشش سے ہی اپنے آپ کو وہی کچھ بناتا ہے جو وہ بننا چاہتا ہے، لہٰذا تعلیم وتربیت کے ضمن میں بنیادی بات اپنی ذمہ داری کو سمجھنا ہے۔(۶۴) قرآن پاک اس ضمن میں ارشاد فرماتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (۶۵)

''فلاح پا گیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی''

قرآن کریم کی ساری تعلیمات ہماری رہنمائی کرتی ہیں اور ہماری تعلیم وتربیت کا سب سے بڑا اور عظیم ذخیرۂ علم ہے، جس میں ہماری دینی، ملی، معاشی، معاشرتی اور اخلاقی تعلیم و تربیت ہے۔ خواہ وہ ہمارے بچپن سے متعلق ہوں، جوانی سے یا قبر یا انفرادی سطح کی ہوں یا اجتماعی، چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

''اے ایمان والو! تمہارے مملوکوں کو اور تم میں جو حد بلوغ کو پہنچے ہیں ان کو تین وقتوں میں اجازت نہیں، نماز صبح سے پہلے اور جب دوپہر کو کپڑے اتار دیا کرتے ہو اور نماز عشاء کے بعد یہ تین وقت تمہارے پردہ کے ہیں ان اوقات کے سوا نہ تم پر کوئی الزام ہے اور نہ ان پر کچھ

الزام ہے وہ بکثرت تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں کوئی کسی کے پاس اور کوئی کسی کے پاس، اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اور وہ جاننے والا اور حکمت والا ہے، اور جس وقت تم میں کہ وہ لڑکے سن بلوغ کو پہنچیں تو ان کو بھی اسی طرح اجازت لینا چاہئے جیسا کہ ان سے اگلے لوگ اجازت لیتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا، حکمت والا ہے۔"(٦٦)

ذرا آیاتِ قرآنی میں غور کیجئے! گھر کے اندر داخل ہونے کے متعلق بڑوں اور بچوں کی کس طرح یکساں تربیت کی گئی ہے؟ بچے بالغ ہونے سے قبل اپنے ہی گھر کے اندر داخل ہوتے وقت اجازت طلب کرنے کے پابند ہیں۔ یعنی اپنے ماں، باپ، بہن بھائیوں وغیرہ کے کمروں میں داخلے کے وقت ان سے اجازت طلب کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں: انسان اپنے والد، والدہ اگرچہ انتہائی بوڑھی کیوں نہ ہو، اپنے بہن بھائیوں اور اولاد وغیرہ کے گھروں میں داخل ہوتے وقت ان سے اجازت طلب کر کے داخل ہو۔(٦٧)

وقت اور فراغت سے کما حقہ فائدہ حاصل نہ کیا جائے تو انجام خطرناک ہوسکتا ہے۔ خاص کر فرد جب تضیع اوقات کی عادت کے ساتھ نشو نما پائے اور وقت سے کام نہ لینے کے ساتھ پروان چڑھے تو معاملہ اور بھی گھمبیر ہوسکتا ہے۔ فراغت کے بطن سے بہت ساری آفات جنم لیتی ہیں، اور بے کاری کے گود سے ہزاروں قباحتیں پیدا ہوتی ہیں۔ لہٰذا اگر عمل اور وقت سے کام لینا زندہ اور زندگی کی علامت ہے تو بے کاری مترادف موت ہے، اور بے کار لوگ مُردوں کے مانند ہیں، وقت کو ضائع کرنے والے لوگوں کا انجام انتہائی ہلاکت اور ناکامی کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے کار وقت ضائع کرنے کے لئے نہیں پیدا فرمایا ہے۔ بلکہ دونوں جہانوں کی کامیابی کے لئے وقت سے کام لینے کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس لئے کہ

قیامت کے دن انسان کی عمر کے متعلق اس سے پوچھا جائے گا کہ عمر کو کس مصرف میں خرچ کیا؟ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے کار تو پیدا نہیں کیا۔(۶۸)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ -(۶۹)

''تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور یہ کہ تم ہمارے پاس نہیں لائے جاؤ گے۔''

وقت کو کارآمد بنانے کے متعلق حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا قول انتہائی اہم ہے: حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اذا لم تشغل نفسك بالحق شغلتك بالباطل -

''یعنی اگر تم اپنے نفس کو حق اور درست کام میں نہیں لگاؤ گے تو وہ تمہیں باطل اور بے کاری میں لگا دے گا۔''

یہ بات بالکل درست ہے، اس لئے کہ نفس خود تو راہِ راست پر نہیں چل سکتا۔ لہٰذا اگر نفس کو صحیح کاموں اور بھلائی کے منصوبوں پر نہ لگایا گیا تو نفس کے بے راہ افکار ایک مقام پر ٹھہرنے والے نہیں ہیں، بلکہ اس کو ہلاکت اور فضولیات کے سمندر میں ڈال کر رہیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ بے کاری وتضیع اوقات مشکلات میں ڈالنے کا بڑا سبب ہے، بلکہ اخلاقی بے راہ روی، راہِ راست سے کج روی کی طرف لے جانے کا باعث ہے۔(۷۰)

اسلام میں سلام کی بڑی اہمیت ہے، یہ خیر کی علامت اور شرافت کی نشانی ہے۔ یہ دلوں کو جوڑنے کا سبب اور نفوس کی صفائی کا باعث اور محبت والفت کو بڑھانے میں ممد ومعاون ہے۔ قرآن کریم میں سلام کا جواب بہتر سے بہتر طریقے سے دینے کا ہمیں حکم ملتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا(۷۱)

''اور جب تم کو کوئی سلام کرے تو تم اس سے اچھے الفاظ میں سلام کر دیا

ویسے ہی الفاظ کہہ دو۔"

اگر ایک مسلمان کی طرف سے سلام کا القاء ہو تو سننے والے پر اس کا جواب دینا واجب ہے۔ اس لئے کہ سلام کرنا تو سنت ہے اور سلام کا جواب دینا واجب ہے۔(۷۲)

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ

"انسان کو وہ سب کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔"

کے الفاظ میں یہ سبق عیاں ہے کہ اسلام میں حصول علم اور فروغ علم پر کوئی پابندی نہیں۔ دین اسلام کو عیسائیت کی طرح فروغ علم اور سائنسی انکشافات سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ عیسائیت نے اعتقادات تو دیئے مگر علم وفکر کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ جبکہ اسلام نے علم وفکر سے اعتقادات کی حفاظت کی۔ قرآن کریم میں جگہ جگہ تدبر، تفکر، تعقل اور تفقہ کے الفاظ کا استعمال اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حصول علم کے لئے انسانی کاوشوں کو وہ بنظر تحسین دیکھتا ہے۔(۷۳)

قرآنی تعلیم وتربیت کا ایک خوبصورت انداز یہ بھی ہے کہ وہ ہر گھڑی امید وخوف کی کیفیت کو اس طرح قائم رکھتا ہے کہ انسان نہ تو خدا کی گرفت سے بے خوف ہو سکے اور نہ اس کی رحمت ومغفرت سے مایوس ہو جائے۔ چنانچہ جہاں اس نے عذابِ جہنم کا ذکر کیا ہے ساتھ ہی جنت کی بشارت اور اس کی نعمتوں کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔(۷۴)

۱- هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ(۷۵)

"وہی ہے جس نے امیوں کے درمیان خود انہی میں سے ایک رسول مبعوث کیا جو ان کو اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔"

۲-لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

وَالْحِكْمَةَ (٧٦)

''اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان فرمایا جب کہ ان کے اندر خود انہی میں سے ایک رسول مبعوث کیا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔''

٣- كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ○ (٧٧)

''جس طرح ہم نے تمہارے اندر خود تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو تم کو ہماری آیات پڑھ کر سناتا ہے اور تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تم کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے۔''

٤- رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ط اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ ع (٧٨)

(ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ نے دعا کی) ''اے ہمارے پروردگار! ان لوگوں میں خود انہی کے اندر سے ایک رسول مبعوث فرما جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے۔ ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے بے شک تو غالب حکمت والا ہے''۔

٥- وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ○ (٧٩)

اس سے پہلے نہ تو آپ کتاب پڑھتے تھے اور نہ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے ورنہ باطل پرست شک میں پڑ جاتے۔

۶- اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ○ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ○ (۸۰)

''پڑھ اپنے رب کے نام سے جو خالق ہے جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھ کہ تیرا بزرگ و برتر رب وہ ہے جس نے قلم کے ذریعے سے تعلیم دی، اور انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔''

۷- قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ - (۸۱)

''آپ (ﷺ) فرما دیجئے کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں''

۸- شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًاۢ بِالْقِسْطِ - (۸۲)

''گواہی ہے اللہ نے اس کی کہ بجز اس ذات کے کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اور فرشتوں نے اور اہل علم نے بھی اور معبود بھی وہ اس شان کے ہیں کہ اعتدال کے ساتھ انتظام رکھنے والے ہیں۔''

۹- یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ - (۸۳)

''جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جن کو علم عطا کیا گیا ہے اللہ ان کے درجات بلند کرے گا۔''

۱۰- فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ○ (۸۴)

''سو پوچھو یاد رکھنے والو (اہل علم) سے اگر تم کو معلوم نہیں۔''

۱۱- فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ

وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ٥(٨٥)

''سو کیوں نہ نکلے ہر فرقہ میں سے ان کا ایک حصہ تا کہ سمجھ پیدا کریں دین میں اور خبر پہنچادیں اپنی قوم کو جب واپس آئیں ان کی طرف شاید وہ بچتے رہیں۔''

١٢-وَإِذَ أَخَذَ اللهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تكتمونهَ (٨٦)

''اور جب اللہ نے اقرار لیا، کتاب والوں سے کہ اس کو بیان کرو گے لوگوں کے پاس اور نہ چھپاؤ گے۔''

١٣-إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاء إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ٥(٨٧)

''اللہ سے ڈرتے وہی ہیں اس کے بندوں میں جن کو سمجھ ہے۔ تحقیق اللہ زبردست ہے، بخشنے والا۔''

١٤-وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ٥(٨٨)

''اور یہ کہاوتیں بٹھان کرتے ہیں ہم لوگوں کے واسطے اور ان کو بوجھتے وہی ہیں جن کو سمجھ ہے''

١٥-بَلْ هُوَ آيٰتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ٥(٨٩)

''بلکہ یہ قرآن کی آیتیں ہیں صاف، سینے میں ان کے جن کو ملی ہے سمجھ۔''

١٦-وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا۔(٩٠)

''آپ ﷺ فرمائیں اے میرے پروردگار! میرے علم میں اضافہ فرما۔''

تعلیم وتربیت کا نبوی ﷺ اسلوب:

۱۔ جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: والد نے اپنے بیٹے کو اچھے ادب سے بہتر کوئی عطیہ نہیں دیا۔(۹۱)

۲۔ اللہ تعالیٰ جس کے لئے بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دینی بصیرت عطا فرماتے ہیں۔(۹۲)

۳۔ علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد اور عورت) پر فرض ہے۔(۹۳)

۴۔ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن کریم سیکھے اور سکھائے۔(۹۴)

۵۔ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چاند کی برتری تمام ستاروں پر۔(۹۵)

۶۔ بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں۔(۹۶)

۷۔ اللہ تعالیٰ اس بندے کو تروتازہ رکھیں جس نے ہم سے کوئی چیز سنی پھر اس کو جسے سنا ویسے ہی پہنچا دیا۔(۹۷)

۸۔ جس نے ہدایت کی کسی بات کی طرف بلایا، اس کے لئے اتنا ہی اجر ہے جتنا اس کی پیروی کرنے والے کے لئے اور ان کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔(۹۸)

۹۔ جس نے خیر کی بات کی طرف رہ نمائی کی اس کے لئے عمل کرنے والے کے برابر اجر ہے۔(۹۹)

۱۰۔ مجھ سے (جو سنو) آگے پہنچاؤ خواہ ایک آیت ہو۔(۱۰۰)

۱۱۔ حجۃ الوداع کے موقع پر بار بار یہ ارشاد فرماتے: اَللّٰھُمَّ ھَلْ بَلَّغتُ (۱۰۱)

۱۲۔ اس کے بعد فرمایا: فلیبلغ الشاھد الغائب (۱۰۲)

۱۳۔ تعلیم دینے والے یعنی معلم اور استاذ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خیر کی تعلیم دینے والے شخص کے لئے اللہ تعالیٰ، فرشتے،

اہل اسمان، اہل زمین، حتیٰ کہ چونٹیاں اپنے بلوں میں، مچھلیاں پانی میں دعائے خیر کرتی ہیں۔(۱۰۳)

۱۴۔ طالب علم کو یہ بشارت سنائی کہ فرشتے طالب علم کی رضامندی کے لئے اپنے پر بچھادیتے ہیں۔(۱۰۴)

۱۵۔ ایک روایت میں آپ ﷺ نے عالم کو چاند سے تشبیہ دی، فرمایا: عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسے چاند کی تمام ستاروں پر فضیلت، علماء تو انبیاء کے وارث ہیں۔(۱۰۵)

۱۶۔ اپ ﷺ نے طلب علم میں سرگرداں افراد کو جنت کی بشارت سنائی، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے کوئی راستہ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کردیتے ہیں۔(۱۰۶)

۱۷۔ اور طالب علم کو ایک یہ بشارت سنائی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص علم کی طلب میں گھر سے نکلتا ہے وہ اللہ کے راستے میں ہے، جب تک لوٹ نہ آئے۔(۱۰۷)

۱۸۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے طلب علم کو بھوک سے تعبیر فرمایا فرمایا: لوگوں میں سے زیادہ بھوکا طالب علم ہے اور سب سے زیادہ پیٹ بھرا وہ ہے جسے علم کی طلب نہ ہو۔(۱۰۸)

۱۹۔ ایک روایت میں عالم کو عابد پر فضیلت دیتے ہوئے فرمایا، دین کی سمجھ رکھنے والا شخص شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔(۱۰۹)

۲۰۔ اور ایک مقام پر عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے کسی کمتر شخص پر۔(۱۱۰)

۲۱۔ طالب علم کے رزق کی ذمے داری اللہ تعالیٰ کی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص علم طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے رزق کا کفیل بن جاتا ہے۔(۱۱۱)

۲۲۔ حصول علم کو آپ ﷺ نے کفارہ گناہ قرار دیا۔ فرمایا: جو شخص علم حاصل کرتا ہے اس کا

یہ عمل اس کے (عمل) ماضی کا کفارہ بن جاتا ہے۔(۱۱۲)

۲۳۔ عالم کی موت کو آپ ﷺ نے ایک بہت بڑا سانحہ قرار دیا۔ عالم کی موت سے اسلام میں ایسا شگاف پڑ جاتا ہے جس کو بند نہیں کیا جا سکتا، خواہ لیل ونہار کتنے ہی بدل جائیں۔(۱۱۳)

۲۴۔ راہ علم میں محرومی بھی باعث ثواب ہے، مخبر صادق ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی علم کی تحصیل میں لگا اور اسے حاصل کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دو حصے ثواب لکھے گا اور جو شخص کسی علم کی تحصیل میں لگا اور اسے حاصل نہ کر سکا تو اس کے لئے ایک حصہ ثواب ہوگا۔(۱۱۴)

معلّم ومربی اعظم چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، اپنے ہر عمل سے اپنی ہر ادا سے صحابہ کرامؓ کی تعلیم وتربیت فرماتے کہ آپ ﷺ کا ہر عمل مشعل راہ ہوتا اور تا قیامت وہ ہمارے لئے تعلیم وتربیت کا حصہ ہے۔ گھر سے نکلتے تو سلام میں ہمیشہ پہل کرتے اور فرماتے کہ سلام میں پہل کرنے والا کبر سے محفوظ ہوتا ہے۔(۱۱۵) بچوں کے ساتھ گفتگو فرماتے اور انہیں سلام کہتے۔(۱۱۶) بچوں سے پیار بھی کرتے۔(۱۱۷) بازار کو ناپسندیدہ جگہ سمجھتے۔(۱۱۸) لیکن وہاں جاتے تو ہر ایک کو سلام کرتے۔(۱۱۹) انتہائی خوش مزاج تھے اور متبسم رہتے۔(۱۲۰) مسکراتے چہرے سے ملتے اور اسے نیکی اور شائستگی قرار دیا۔(۱۲۱) صحابہؓ کی محفل میں بیٹھتے تو عام آدمی فرق محسوس نہیں کرتا تھا۔(۱۲۲) نماز صبح کے بعد خصوصی مجلس ہوتی تھی۔(۱۲۳) اس میں قصے بھی ہوتے اور ہنسی بھی۔(۱۲۴) بیماروں کی عیادت کا اہتمام کرتے۔(۱۲۵) حدیث کی کتابوں میں آپ ﷺ کا وہ مشہور جملہ موجود ہے جو آپ ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے وہ جملہ یہ ہے: "**لا باس طهور ان شاء الله**" (۱۲۶) مزاح بھی فرماتے۔ حضرت انسؓ کو "**یا ذوالا ذنین**" کہہ کر پکارتے۔(۱۲۷) اشعار بھی سنے، انہیں پسند بھی فرمایا، لبید کے درج ذیل ایک مصرع کو اصدق الکلمۃ کہا۔(۱۲۸)

اَلا کُل شئی مَا خلا اللّٰه باطلٌ وَ کُل نعیمٍ لا محالةَ زائلٌ

رشتہ داروں سے حسن سلوک اور ہمسایوں کا خیال آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت کا اہم حصہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

جس کو یہ پسند ہو کہ اس کے رزق میں وسعت اور اس کی عمر میں برکت ہو اسے صلہ رحمی کرنی چاہئے۔(۱۲۹)

''انسؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔''(۱۳۰)''حضرت ابوہریرۃؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا وہ شخص مومن نہیں، سوال کرنے پر آپ ﷺ نے جواب دیا وہ جس کی شرارتوں سے اس کا ہمسایہ محفوظ نہیں''۔(۱۳۱)

''جابر بن سمرۃؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ والد نے اپنے بیٹے کو اچھے ادب سے بہتر عطیہ نہیں دیا۔''(۱۳۲) اسی طرح آنجناب ﷺ کو غیبت، فحش گوئی، عیب چینی، حسد، بغض اور لوگوں کے درمیان عداوت پیدا کرنے سے شدید نفرت تھی۔(۱۳۳) عبداللہ بن ابی۔کے سلسلہ میں مروت کا جو طریقہ آپ ﷺ نے اختیار فرمایا تھا وہ ایک مستقل نمونہ ہے۔(۱۳۴) سماجی زندگی میں دو چیزیں بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ایک ایفائے عہد، حسن سلوک دوسرے عفو و درگزر۔ حضور ﷺ کی زندگی میں یہ دونوں خصوصیات بہت ابھری ہوئی ہیں۔(۱۳۵) حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی اور ابوسفیان کی بیوی۔(۱۳۶) ہندہ کے ساتھ آپ کا رویہ مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ مکے والوں کو ''لاتثریب علیکم الیوم''(۱۳۷) فرمانا معاشرتی اور سیاسی زندگی میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی طرح کے بے شمار واقعات ہیں جو آنجناب ﷺ کی زندگی کے اس پہلو کی تصویر کشی کرتے ہیں۔ ہمارے لئے حضور ﷺ کی سیرت میں فکر و عمل کے بے مثال نمونے ہیں۔ بالخصوص تعلیم و تربیت کے حوالے سے۔ اسلامی نقطہ نظر سے تمام اخلاق کی بنیاد رضائے الٰہی کا حصول ہے۔اس لئے خلق خدا کے لئے ہمدردی و خیر خواہی تمام اعمال کی محرک ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے

اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب وہ ہے جو اس کے کنبہ سے ساتھ اچھا سلوک کرے۔" (۱۳۸)

خلق خدا کے لئے محبت وشفقت ہر مومن سے مطلوب ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث میں لوگوں کے ساتھ نرم روی کو خصوصی اہمیت دی گئی۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تمام معاملات میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔" (۱۳۹) نفع بخش وفیض رسانی اوّلین خلق ہے۔ جس کے لئے حضور ﷺ نے توجہ دلائی، آپ ﷺ نے فرمایا: "لوگوں میں سے بہتر وہ ہے جو انسانوں کو نفع پہنچاتا ہے۔" (۱۴۰) یہ نفع بخشی بغیر کسی ذاتی غرض ومصلحت کے ہے۔ رشتہ داروں، عام ضرورت مندوں، عام انسانوں حتیٰ کہ جانوروں سے حسن سلوک پسندیدہ رویہ ہے۔ بدسلوکی اور ضرر رسانی ناپسندیدہ رویہ ہے، آنحضور ﷺ سے مروی ہے: "اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن رتبے کے لحاظ سے بدترین انسان وہ ہوگا جس کے شر کے ڈر سے لوگ اسے چھوڑ دیں۔" (۱۴۱) اسی طرح آنحضور ﷺ سے مروی بعض احادیث میں اچھی بات اور اچھا عمل پسندیدہ قرار دیا گیا ہے اور اگر انسان کو اس پر قدرت نہ ہو تو برائی کرنے اور ضرر پہنچانے سے گریز کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ مندرجہ ذیل احادیث میں حکمت نبوی ﷺ کا ابلاغ ملاحظہ فرمائیں۔ "جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے اچھی بات کہنی چاہئے ورنہ خاموشی اختیار کرے۔" (۱۴۲) "ہر اچھی بات صدقہ ہے"۔ (۱۴۳)

تعلیم وتربیت پر اثرانداز ہونے والے عوامل

تعلیم وتربیت پر متعدد عوامل اثرانداز ہوتے ہیں، اس لئے فرد کی تعلیم وتربیت کی بہتری کے لئے ان عوامل کی بھی ذمہ داریاں اور فرائض ہیں جنہیں یہ ادا کر کے ایک بہترین معاشرے کی بنیاد رکھ سکتے ہیں۔

گھر: تعلیم وتربیت کا اولین اور اہم ترین ادارہ گھر ہے۔ پیدائش سے لے کر چار پانچ سال کی عمر تک بچے کی ساری چلت پھرت گھر کی چار دیواری تک محدود رہتی ہے۔ گھر کے

افراد اور گھریلو ماحول کا جو اثر بچہ قبول کرتا ہے وہ بہت ہی دور رس اور انتہائی اہم ہوتا ہے۔ یہیں وہ اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا، بات چیت کرنا، غرض سب کچھ سیکھتا ہے۔ یہیں اسے وہ حقیقی محبت وشفقت، ہمدردی وتعاون اور آسائش وناز برداری نصیب ہوتی ہے جو اس کی تربیت و پرورش کے لئے نہایت ضروری ہے۔ ماں، باپ، بہن بھائی، دادا دادی اور دوسرے اعزہ و اقارب مختلف حیثیتوں سے اس کے معلم کا کام انجام دیتے ہیں۔ ان کے عادات واطوار، حرکات وسکنات کی تقلید کر کے بچہ اپنے آپ کو مختلف اوصاف سے متصف کرتا ہے، بچوں کے سادہ ذہن ودماغ پر گھریلو زندگی کے جو گہرے نقوش ثبت ہو جاتے ہیں وہ زندگی بھر نہیں مٹتے۔ (۱۴۴)

مدرسہ: بچوں کی تعلیم وتربیت پر اثر انداز ہونے والا دوسرا سب سے مؤثر عامل مدرسہ ہے۔ بچوں کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو ہم آہنگی کے ساتھ پروان چڑھانے کی ذمہ داری اسی کے سپرد ہوتی ہے۔ بچے جو کچھ مدرسے کے باہر سیکھتے ہیں اس میں نہ تو کوئی نظم ہوتا اور نہ ترتیب، مدرسہ ایک منظم ادارہ ہوتا ہے جو باصلاحیت اساتذہ کی مدد سے ایک خاص نظم و ترتیب کے ساتھ بچوں کو تعلیم دیتا اور ان کی سیرت وشخصیت کو سنوارتا ہے۔ گھر کی طرح اپنے مدرسے سے بھی بچوں کو جذباتی لگاؤ ہوتا ہے۔ وہ اپنے استاذ کو دنیا کا سب سے بڑا آدمی سمجھتے ہیں۔ اس کی معلومات پر غیر معمولی اعتماد کرتے ہیں، اس کی سیرت وکردار کو اپنے لئے قابل تقلید اسوہ سمجھتے ہیں۔ مدرسے کی فضا انہیں بے حد متاثر کرتی ہے۔ یہاں بچے کی سیرت وشخصیت پر جو نقوش ثبت ہوتے ہیں وہ زندگی بھر قائم رہتے ہیں، انہی وجوہ سے اس عامل کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ (۱۴۵)

مسجد: یہ بات طے شدہ ہے کہ دین اسلام میں مسجد کا پیغام پہلے درجہ میں روحانی تربیت میں مرکوز ہے، اسی طرح جماعت کی نماز اور قرآن کریم کی تلاوت ایسے ربانی فیوض اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہیں جو نہ ختم ہونے والی ہیں، نہ منقطع ہو سکتی ہیں۔ (۱۴۶) آپ ﷺ

نے مساجد کو اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ ومحبوب ترین جگہ قرار دیا۔(۱۴۷) آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: ''اور نہیں جمع ہوتی کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں کہ تلاوت کریں، اللہ تعالیٰ کی کتاب کی اور اسے آپس میں پڑھیں مگر یہ کہ ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں یاد کرتا ہے ان فرشتوں کے سامنے جو اس کے پاس ہیں۔(۱۴۸) فرد کی علمی وروحانی وجسمانی شخصیت سازی کے لئے مؤثر عوامل میں سے یہ بھی ہے کہ گھر مسجد اور مدرسہ میں قوی رابطہ وتعاون پیدا کیا جائے۔(۱۴۹)

ماحول: بچوں کی تعلیم وتربیت پر ان کے ماحول کا بھی بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔ بچہ جس جغرافیائی ماحول میں رہتا ہے، جس طرح کے مناظر سے دوچار ہوتا ہے، جس طبقے سے تعلق رکھتا ہے، جن بچوں کے ساتھ کھیلتا کودتا اور اٹھتا بیٹھتا ہے، ان سب کا مجموعی اثر قبول کرتا ہے، پاس پڑوس کے لوگوں کے رہن سہن، عقائد واعمال، رسم ورواج وغیرہ سے متاثر ہوتا ہے۔ ماحول اگر اچھا ہو تو مدرسے اور گھر دونوں کی کوششیں بارآور ہوتی ہی، ورنہ دونوں کو بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ بسا اوقات بھلے گھروں کے بچے اور معیاری مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ بھی باوجود ہر طرح کی کوششوں کے برے ماحول کا شکار ہوجاتے ہیں، اور ان کی اٹھان مطلوبہ نہج پر نہیں ہو پاتی۔ اس لئے ماحول کو بھی تعلیم وتربیت کے لئے سازگار بنانے کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔(۱۵۰)

معاشرہ: انسان عموماً اپنے ماحول اور معاشرے ہی کی پیداوار ہوتا ہے، بہت کم افراد ایسے انقلابی ذہن کے ہوتے یا براہی نظر رکھتے ہیں جو اپنے گردوپیش سے بلند ہوکر کچھ سوچ اور فکر کرسکیں۔ معاشرے میں جن چیزوں کا چلن ہوتا ہے افراد بھی شعوری یا غیر شعوری طور پر انہی کو اپنا لیتے ہیں۔(۱۵۱)

حکومت: مملکت کا دائرہ اختیار دن بدن وسیع تر ہوتا جارہا ہے۔ اجتماعی امور سے آگے بڑھ کر اب وہ انفرادی زندگیوں میں بھی دخل دینے لگی ہے، اس کے وسائل و

ذرائع بہت وسیع ہیں۔شہریوں کی زندگی کا کوئی شعبہ اس کے اثرات سے خالی نہیں۔ چنانچہ تعلیم و تربیت کا بھی یہ سب سے بڑا اور سب سے مؤثر عامل ہے۔ایسی صورت میں اس کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں، اس کا فرض ہے کہ وہ ابتدائی تعلیم و تربیت سے ہر شہری کو آراستہ کرلے۔ بالغان کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کرنا، بلالحاظ مذہب و ملت، رنگ و نسل ہر ایک کو اس کی صلاحیت کے مطابق تعلیم حاصل کرنے کے مواقع دینا۔علم وفن، طب و جراحت، صنعت وحرفت، انجینئرنگ و زراعت وغیرہ کی ترقی کے لئے چھوٹے بڑے ہر طرح کے متعدد ادارے قائم کرنا۔(۱۵۲)

تعلیم و تربیت کے ذرائع:

۱۔تقلید : ہر فرد کا مشاہدہ اس کے ذہن میں نقش ہوتا چلا جاتا ہے۔غیر محسوس طریقے سے ہر دیکھی، سنی بات اس کے کردار کا جز و بنتی چلی جاتی ہے، اس لئے ہر فرد خصوصاً بچے کے سامنے گفتگو اور ہر معاملہ میں بڑا محتاط رویہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ان کے بارے میں یہ گمان درست نہیں کہ وہ ناسمجھ اور انجان ہیں۔ ہر بات جو حیا کے منافی، جھوٹ اور لغو ہو بچے کے سامنے بھی غلط ہے، بچہ ہر لحاظ سے آپ کا مقلد ہے۔(۱۵۳)

۲۔رہنمائی : نئی نئی باتیں اور کام سیکھنے میں مناسب رہنمائی، حوصلہ افزائی اور تربیت بڑی اہمیت کی حامل ہے، رہنمائی کے بغیر محض نقالی سے بچہ جو کچھ سیکھتا ہے اس میں غلطی کا زیادہ امکان ہے،اس لئے اسے مناسب رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔(۱۵۴)

۳۔تجربات : ہر انسان اپنی زندگی میں مختلف تجربات سے گزرتا ہے، ہر تجربہ اسے کچھ نہ کچھ سکھاتا ہے۔اس معاملہ میں ہر فرد اپنے طور پر ایک ''مجتہد'' ہے کہ اپنے علم وفہم کے مطابق نتائج اخذ کرتا ہے۔یہ اخذ کردہ نتائج اس کی شخصیت سازی اور تعلیم و تربیت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔(۱۵۵)

تربیت کے بغیر تعلیم کے مہلک ثمرات:

فکری یلغار نے امت مسلمہ کے تصور تعلیم و تربیت پر کاری ضرب لگائی ہے اور تعلیم و تربیت کا مقصد عین خالص مادہ پرستانہ بن کر رہ گیا ہے، کیریئر، روزگار، تمول، دولت مندی، مادی خوش حالی، معاشی ترقی کے انہی اہداف پر جنہیں غیر اسلام نے متعین و مقرر کیا ہے اس کا ایک نتیجہ تو یہ ہے کہ ہماری تعلیم یافتہ نسلوں کی کھیپ مادہ پرستوں کی بھیڑ میں گم ہوتی جا رہی ہے اور دوسرا نتیجہ یہ ہے کہ جدید تعلیم یافتگی کا گویا یہ ایک لازمہ سا بن گیا ہے کہ مدارس، اسلامی درسگاہوں اور دینی تعلیمی جامعات کی تحقیر کی جائے یا ان کے نصابِ تعلیم کو جدید کاری کے نام پر سیکولرائز کرنے کا غلغلہ بلند کیا جائے۔(۱۵۶)

تعلیم کسی قوم کے سماجی نظریات اور ثقافت سے گہرے طور پر مربوط ہوتی ہے۔ بنابریں کسی قوم کا نظامِ تعلیم اپنے مزاج، مواد اور موضوعات کے اعتبار سے نہ تو نظریاتی رنگ سے خالی ہوسکتا ہے اور نہ اس میں اتنی معروضیت Objectivity ممکن ہے کہ اسے اقدار کی گرفت سے آزاد قرار دیا جاسکے۔ لیکن عہد جدید میں لبرلز Liberalism اور انفرادیت پسندی Individualism کے علم برداروں نے تعلیمی دنیا میں اس غلط فہمی کو بڑے زور وشور سے رائج کرنے کی کوشش کی ہے کہ تعلیم تہذیبی اقدار اور معیارات خیر و شر کے سلسلے میں بالکل اسی طرح غیر جانب دار ہوسکتی ہے جس طرح طبیعی علوم، اس غلط تصور کی بنا پر تعلیم کو مذہب اور اخلاقی اقدار سے الگ کر دیا گیا اور یہ کہا جانے لگا کہ طالب علم کو اپنی صلاحیت کے مطابق نشو ونما پانے کے لئے پوری آزادی ملنی چاہئے اور اس کی فکر یا کردار کو کسی مخصوص سانچے میں ڈھالنے کے لئے کوئی بیرونی دباؤ نہیں ہونا چاہئے۔ یہ طریق تعلیم ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں نہایت مقبول ہوا اور اس نے دوسرے یورپی ممالک میں بھی خاصی شہرت حاصل کی۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بے عقیدہ تعلیم کے نتائج کسی طرح بھی حوصلہ افزا نہیں۔(۱۵۷)

بے عقیدہ تعلیم اجتماعی تصورات پیدا کرنے میں ناکام رہی ہے، اخلاقی اقدار اجاگر کرنے میں ناکام رہی ہے، علم کی وحدت، زندگی کی یک رنگی اور مرکزیت کے احساس۔ سے محروم ہونے کا باعث ہوتی ہے، اور ایسے افراد پیدا کرتی ہے جو زندگی کے بنیادی، حقیقی، واقعی و رزندہ مسائل پر کوئی عبور نہیں رکھتے۔(۱۵۸) اور یوں بے عقیدہ تعلیم و تربیت بالآخر تباہی کا باعث بنتی ہے۔

مسلم اُمہ بالعموم اور اہل پاکستان بالخصوص آج تعلیم و تربیت، تہذیب و ثقافت سے نا آشنا اور مغرب کی تہذیب کے غلام بن گئے ہیں، شہید حکیم محمد سعید کی زبانی ملاحظہ ہو: ''تعلیم و تربیت کے شعبے میں سب سے زیادہ سنگین اور نمایاں ناکامی نصاب تعلیم میں انقلاب نہ لانے کی تھی، تعلیم کے میدان میں اس سے زیادہ ہولناک اور دردناک ناکامی دوسری نہیں ہو سکتی، ہم ۴۹ سال سے ایک ایسے نصاب تعلیم سے نونہالوں اور نوجوانوں کو آراستہ کر رہے ہیں جوان کو اپنے نظریات حیات ملی سے باغی بناتا ہے، یہی وہ شرمناک اور ہولناک غلطی ہے کہ اس نے پوری ملت پاکستان کو انسان سے حیوان اور شیطان بنا دیا ہے۔ معذرت خواہ ہوں کہ میری زبان سے یہ نہایت سخت الفاظ نکل رہے ہیں، مگر میں اپنے دلی رنج کا اظہار اس کے بغیر نہیں کر سکتا۔ قوم امریکہ کی غلامی کا طوق اپنی گردن میں ڈال کر بھی مست و مگن ہے کیونکہ غلط نصاب تعلیم نے پوری ملت کو بے غیرت بنا دیا ہے، بے شرم بنا دیا ہے، ہم اب بھی اس پر مصر ہیں کہ وہی غیر ملکی نصاب اپنے نونہالوں اور نوجوانوں کو پڑھائیں گے جوان کو اپنی تاریخ سے دور کر دے اور اپنی تہذیب و ثقافت سے نا آشنا کر دے اور ان کو ایسے احساس کمتری میں مبتلا کر دے کہ وہ مشرق کی تمام قدروں اور روایات کو ٹھوکر مار کر مغرب کی تہذیب کے غلام بن جائیں۔ (۱۵۹)

اس سوال کے جواب میں کہ کیا اس پچاس برس کے عرصے میں آپ کی نظر میں کوئی ایسا علم کا علمبردار ہے جس نے فروغ علم کے لئے کوئی کام کیا ہو؟ آپ کے اس سوال نے میرے صبر کا پیمانہ چھلکا دیا ہے جو کچھ میں اوپر کہہ چکا ہوں اس میں آپ کے سوال کا شافی جواب موجود ہے، لیکن اگر آپ لگی لپٹی کے بغیر صاف صاف سننا چاہتے ہیں تو میں یہی کہوں گا کہ تعلیم کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ کا سب سے بڑا ادارہ فکر مغرب ہے، فکر یہود، فکر نصاریٰ اور فکر ہنود ہے۔ یہ وہ ادارہ ہے جس نے ہر انداز سے پاکستان کو بامقصد اور نفع دینے والے علم سے محروم کر رکھا ہے اور اپنے نظریات کو نصاب تعلیم میں اولیت دی ہے اور ان کا سب سے بڑا مددگار پاکستان کا ادارہ بیوروکریسی ہے، اس کی محرومی یہ ہے کہ اس کے صاحبان اقتدار نااہل اور تعلیم و تربیت کے اصولوں سے بھی واقف نہیں ہیں۔ ایک وزیر اعلیٰ نے جامعات کے اجازت ناموں

پر اس لئے دستخط نہیں کئے تھے کہ اس سے فلاں طبقہ فروغ پاتا ہے۔(۱۶۰)

مذہب اور اخلاق سے رشتہ منقطع کر لینے کے بعد مغربی مفکرین کے یہاں تعلیم معلومات اندوزی کا ہم معنی قرار پا گئی، تعلیم کا مطلب یہ ہے کہ معلومات کی ذخیرہ اندوزی کر لی جائے تا کہ بوقتِ ضرورت کام آئے۔نظریۂ معلومات اندوزی قبول کر لینے کے بعد مغربی نظامِ تعلیم میں لائبریری، لیبارٹری، امتحانات، سندات، دفتریت اور عمارات کو اصل اہمیت حاصل ہوگئی۔ان کے اہتمام اور انصرام اور آسائش وزیبائش پر بے تحاشا دولت صرف کی جاتی ہے۔ حسن تعمیر اور حسن تزئین کا باہم مقابلہ ہوتا ہے۔ بے چارے استاذ اور شاگرد جن کے نام پر یہ سارا ہنگامہ برپا ہے، وہ اس غوغا میں گم ہوکر رہ گئے ہیں۔احکام اور ضابطے کی جکڑ بندی کا یہ عالم ہے کہ استاذ اور شاگرد انتظامیہ کے تحت دو بے اثر پرزوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔وہ درس گاہیں آج مفقود ہیں جہاں شفیق استاذ اور اطاعت شعار طالب علم درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے، جہاں باہمی تعاون سے کردار سازی اور انسان آفرینی کا عمل جاری رہتا تھا۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ درس گاہ نہیں ہے، کوئی کارخانہ ہے جہاں بے جان پرزے ڈھالے جارہے ہیں۔(۱۶۱)

تربیت اور جدید ذرائع ابلاغ

تعلیم وتربیت میں میڈیا کا کردار انتہائی اہم ہے یہ دورِ جدید کا مؤثر ترین ہتھیار ہے، میڈیا کا اصل کردار یہ ہے کہ اپنی بات احسن اور مؤثر انداز میں پہنچائی جائے تا کہ ان پر آپ کا نقطۂ نظر خوب واضح ہو جائے اور اس کے قائل ہو جائیں۔تعلیم وتربیت، دعوت وتبلیغ، اصلاح عقائد اور اپنے دفاع کے لئے قرآن وسنت ہماری میڈیا کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔سورۂ نوح میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور حضرت نوحؑ نے کہا اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو رات و دن بلاتا رہا مگر میرے بلانے سے وہ اور زیادہ بھاگنے لگے۔ میں نے جب بھی انہیں بلایا کہ تو انہیں معاف کر دے تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھوس لیں، اپنے اوپر کپڑے لپیٹ لئے ضد کی اور بڑا غرور کیا، پھر میں نے انہیں برملا پکارا، انہیں کھلی تبلیغ کی اور انہیں چپکے سے بھی

سمجھایا، میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے" (۱۶۲)

اسی طرح حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا: "(اے موسیٰ تم اور تمہارا بھائی) دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہوگیا ہے، اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا شاید وہ نصیحت قبول کرے یا اپنے برے انجام سے ڈر جائے۔ (۱۶۳)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو ہدایت دی: "اے نبی ﷺ آپ اپنے رب کے راستے کی طرف لوگوں کو حکمت سے بلائیں، عمدہ طریقے سے انہیں نصیحت کریں اور اچھے طریقے سے ان سے بحث کریں۔ (۱۶۴)

آج بلاشبہ مغربی میڈیا بہت بڑی قوت وطاقت ہے اور آج اس نے میڈیا کی طاقت سے دنیا کو کنٹرول کیا ہوا ہے۔ ممتاز محقق ندرالحفیظ ندوی رقمطراز ہیں: "میڈیا میں متعین افکار و خیالات کو اس طرح پھیلایا جاتا ہے کہ دوسروں کی آراء یا سلوک یا دونوں کو متاثر کیا جاتا ہے۔ میڈیا کے ذریعے دشمنوں کے خلاف نفرت وعداوت کے شعلہ کو تیز کرنا۔ دوست ملکوں کی دوستی کو باقی رکھنا، غیر جانبدار ملکوں کی توجہ وہمدردی حاصل کرنا دشمن کی معنوی روح کو ختم کرنا"۔ (۱۶۵)

میڈیا کی طاقت پر مشرقی قوموں کو اباحیت کے راستے پر ڈالا جا رہا ہے تاکہ وہ بھی مغربی معاشرہ کی طرح زبردست سماجی، اخلاقی اور نفسیاتی بھونچال سے دوچار ہو جائیں اور ایسے کھوکھلے سماج کی طرح ہو جائیں، جہاں انسانی قدروں کی نہ قیمت ہوتی ہے اور نہ باہمی الفت و محبت کی گرمی اور نہ اخلاص و دلسوزی اور ہمدردی وتعاون کا جذبہ ہوتا ہے، مادہ پرستی اور بے لگام آزادی پر مبنی فلسفوں اور اخلاقی وانسانی وجود کے عدم تحفظ نے جو زبردست اخلاقی بحران مغربی معاشرہ میں پیدا کر دیا ہے، وہی بحران اس وقت مشرق میں پیدا ہو رہا ہے۔ (۱۶۶)

آج ہم جب من حیث المجموع دنیا کا جائزہ لیتے ہیں تو مسلم اُمہ کو تعلیم وتربیت کے میدان میں بہت پیچھے پاتے ہیں جبکہ ہم ہی علوم عقلی ونقلی سے دنیا کو روشن کرنے والے تھے، ہمارے علم کا اہم ترین حصہ وحی الٰہی پر مشتمل ہے۔ ہادی برحق ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

كلمةُ الحكمةِ ضالةُ المومن فحيثُ وجَدَها فهوَ اَحَقُّ

بھا-(۱۶۷)

''علم و حکمت مومن کی گمشدہ میراث ہے۔ جہاں سے بھی ملے وہ دوسروں کی نسبت اس کا زیادہ حقدار ہے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کی برخاست ہو جانے کے بعد حکومت مسلّطہ نے تعلیم کا جو نظام قائم کیا اس نظام تعلیم سے استفادہ کرنے والوں میں بتدریج اسلام اور اسلامی زندگی سے بعد پیدا ہوتا چلا جا رہا ہے، جن خاندانوں میں جدید تعلیم تیسری اور چوتھی پشت میں اس وقت پہنچ چکی ہے ان میں صرف اسلام کا نام رہ گیا ہے۔(۱۶۸)

آج اُمت مسلمہ جس عظیم قوت سے محروم ہے وہ میڈیا کی طاقت ہے جبکہ مغرب نے اس کا ناجائز فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کی تہذیب وثقافت، تعلیم وتربیت اور شرافت کا جنازہ نکال دیا اور ان کو اپنے انداز میں سوچنے پر مجبور کر دیا، آج اکثر مسلمان اپنی اصلی تعلیم وتربیت سے محروم ہو کر وہی کچھ کہہ رہے ہیں جو مغرب چاہتا ہے اور یہ سب میڈیا کا کرشمہ ہے۔

It has only been fifty years, but with the power of the world media, the Zionist leadership now feels free to do whatever it wants to destroy the Palestinian people. Milions of people, women and children, are in poverty in refugee camps. the blood of innocent people is being shed, because the cause of this violence continues to exist, namely Zionism. just lately, on the 3rd of October 2001, one of the greatest Zionist leaders has boasted that the controls America, even though we are forbidden to interfere in politics.(169)

تعلیمی پسماندگی اور شرح خواندگی

آج اُمت مسلمہ تعلیم و تربیت کے میدان میں جو پیچھے ہے اور غیروں کی سازش کا شکار ہو رہی ہے، اس کی اصل وجہ تعلیمی پسماندگی اور شرح خواندگی میں انتہائی کمی ہے، سری لنکا جیسا چھوٹا سا ملک جس کے پاس وسائل بھی نہیں اس کی خواندگی کی شرح ۱۰۰٪ فیصد کی بلند شرح کو چھو رہی ہے، جبکہ ہمارے ہاں سرکاری دعویٰ ۴۵ فیصد ہے۔ جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ چند مشہور غیر مسلم ممالک اور مسلم ممالک کی جامعات اور شرح خواندگی کا تجزیہ ملاحظہ ہو: (۱۷۰)

Non Muslim Countries				Muslim Countries			
S. No.	Contry Name	No. of Universityes	Litracy Rate	S. No.	Contry Name	No. of Universityes	Litracy Rate
01	USA	4182	99.0	01	Pakistan	128	54.2
02	U.K	109	99.0	02	Lybia	84	86.8
03	France	1062	99.0	03	Saudia Arabia	23	85.0
04	Japan	1223	99.0	04	Iran	49	82.3
05	China	1054	93.3	05	Afhanistan	42	28.0
06	Canada	90	99.0	06	Egypt	23	66.4
07	Germany	70	99.0	07	Syria	08	53.0
08	India	427	66.0	08	Bangladesh	84	53.5

یہودی دماغ اور عیسائی وسائل کے گٹھ جوڑ کے نتیجہ میں عالمی سطح پر انسانی معاشرہ کو جو غیر معمولی اور بھیانک نقصان ہو رہے ہیں اور جس طرح شیطان نے میڈیا کو اپنے ترجمان بنالیا ہے اس کے سنگین اور دوررس اثرات کا تصور کرتے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، ایک مسلمان کے آنکھوں کی نیند اڑ جاتی ہے۔(۱۷۱) تعلیمات نبویﷺ کی پیروی سب سے بڑا سہارا اور اہل ایمان کا ہتھیار ہیں۔

ایک بڑا عامل جو اسلامی تعلیم و تربیت کو غالب آنے سے روکتا ہے وہ یہ کہ انسان

بآسانی حقائق سے منہ موڑنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے، ایک بیمار آدمی کو (اور مغربی بیمار ہے) نہ صرف یہ تسلیم کرنا چاہئے کہ وہ بیمار ہے بلکہ اسے تجویز کردہ گولی میز پر رکھ پر دینے کے بجائے اسے نگلنا بھی چاہئے، بصیرت کی اہمیت اپنی جگہ، لیکن یہ عمل کی متبادل نہیں بن سکتی۔ جرمنی کے ایک صدر کے بقول ہمارا مسئلہ علم کا نہیں، اطلاق کا ہے۔(۱۷۲)

آج پوری دنیا تمام تر وسائل، جدت اور ترقی کے باوجود بے چینی، کشمکش کا شکار ہے، قتل وغارت گری عام ہے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور سازشوں نے ہر ایک کو انفرادی و اجتماعی سطح پر عجیب گوناگوں اور بے یقینی کی کیفیت سے دوچار کیا ہوا ہے۔

خلاصہ بحث:

انسانیت کے تمام مسائل کا حل: تعلیمات وتربیت نبویﷺ کی پیروی میں:

Muhammad, may God bless him and grant him peace, warned his compannions to avoid extremes which he explained was the cause of the destruction of earlier communities. Terrorists it appears, fell that this injunction does not apply to them. Terrorism is an act against God. Anyone who tries to justify such atrocities ultimately fails, since both the Sacred Law and theology abhor such acts as moral sins that run contrary to the essence of Islam. The Quran instructs Muslims in times of adversity to act with jusitce,

perseverance and patience. Terrorists apparently never think of relating their acts to the elementary principle that Islam places great value on the sancitity of human life. If someone kills another person-unless it is in retaliation for someone else or for causing corruption in the earth it is as if he had murdered all mankind, is a verse of the Quran, which is disregarded by the fanaticism of hate.(173)

آج امت مسلمہ کے جو حالات ہیں وہ ہم سب کے سامنے ہیں اور اس کی سب سے بڑی وجہ تعلیمی میدان میں پسماندگی ہے، اور اس پر مستزاد یہ کہ ہم نے جو علم حاصل کیا ہمارا عمل اس کے خلاف ہے، اسی لئے آپ ﷺ نے تعلیم وتربیت ساتھ ساتھ فرمائی، اگر تعلیم کے ساتھ تربیت نہ ہو تو صرف ذخیرہ معلومات میں اضافہ ہوتا ہے اور اگر تعلیم وتربیت میں ہم آہنگی ہو تو مؤمن اور صالح انسان بنتا ہے جو دنیا میں اپنی بھرپور صلاحیتوں کے ساتھ زندگی گزارتا ہے، وقت کو مفید کاموں میں استعمال کرتا ہے اور مادّی دنیا اور روحانی عالم میں ہم آہنگی برقرار رکھتا ہے۔(۱۷۴) تعلیم وتربیت میں ہم آہنگی کے نتیجے میں انسان صالح ظاہر ہوگا جو ایک عابد انسان ہوگا اس کا ہر عمل اور ہر اقدام ہر سوچ اور ہر فکر اللہ کی ہدایت کے تابع ہوگی۔(۱۷۵)

تعلیم وتربیت میں ہم آہنگی کی صورت میں معاشرہ ایسے افراد تیار کرے گا جن میں تقویٰ، خشوع اور حیا ہوگی، جس کی حرکات سے نرمی، سکون اور حیا ظاہر ہوگی وہ صرف اللہ سے ڈرے گا جبکہ غیر اللہ کے سامنے وہ قوی، مضبوط اور پرعزم ہے اور اپنے دین کے معاملے میں بڑا سخت اور شدید ہے۔

تعلیم وتربیت میں ہم آہنگی ایسے مومن کو جنم دیتی ہے جو روئے زمین کی ایک مؤثر اور فعال قوت ہوتا ہے اور اس میں حیرت انگیز قوت اور فاعلیت موجود ہوتی ہے اور اس میں اسقدر متحرک ایمانی قوت موجود ہوتی ہے جو دنیائے محسوس میں بروئے کار آتی ہے، اس کے تقاضائے ایمان کے تحت اللہ کا دستور اور اللہ کا منہاج اس کی احقیت، اس کی افضلیت اور اس کی اہمیت دنیائے شعور وعمل میں بروئے کار لاتی رہتی ہے۔(۱۷۶)

تعلیم وتربیت میں ہم آہنگی انفرادی تشخص کے باوجود ایک اجتماعی وجود بھی رکھتی ہے اور اس کی انفرادیت اور مستقل مزاجی اس کے اور کائنات کے درمیان ربط رکھتی ہے اور یہ وہ ارتباط ہوتا ہے جو اس کا اپنے خالق سے ہوتا ہے اور خالق کے تعلق سے تمام مخلوقات سے ہوتا ہے۔

تعلیم وتربیت میں ہم آہنگی انسان کو نظیف، پاکیزہ اور پاکباز بناتی ہے۔ جس کا لباس صاف ہوتا ہے اعمال صاف ہوتے ہیں اور لوگوں سے معاملات میں صاف اور پاکیزہ ہوتا ہے اور اس کے ہر کام میں میانہ روی، اعتدال نمایاں ہوتا ہے، اور اعتدال کے ساتھ جمالیت پسند ہوتا ہے۔(۱۷۷)

تعلیم وتربیت میں ہم آہنگی تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں انسان کو مسلسل رفعت کی جانب لے جاتی ہے اور فرد کی کوشش، صلاحیت اور قوت کے مطابق کمال تک پہنچے کا موقع فراہم کرتی ہے۔ اگر عوامی وحکومتی سطح پر ان تجاویز پر عمل کیا جائے تو انشاء اللہ تعلیم وتربیت میں ہم آہنگی کے نتائج زیادہ مؤثر انداز میں برآمد ہوں گے۔

۱۔ گھر کا ماحول خوشگوار بنائیں جو پاکیزہ بھی اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کا مظہر بھی۔

۲۔ خوشگوار ماحول میں گھر کے بڑوں کی آراء میں ذہنی طور پر ہم آہنگی ہو، اس طرح فرد کی قوت فیصلہ بہتر طور پر نشو ونما پاتی ہے۔

۳۔ ہر فرد کے نفسیاتی تقاضوں کی آسودگی کا موقع فراہم کیا جائے تا کہ وہ دوسروں کے لئے مفید اور کارآمد بنے۔

۴۔ مضبوط خاندانی نظام کی بنیاد رکھی جائے کیونکہ مضبوط خاندان مضبوط قوم کی بنیاد ہوتا ہے اور ایک مضبوط خاندان میں فرد کو احساس تحفظ زیادہ ہوتا اور اس کی نگرانی مؤثر انداز میں ہوتی ہے۔

۵۔ ہر شخص اپنے آپ کو ذمہ دار محسوس کرے اور اپنے حلقہ اثر کے افراد کی رہنمائی کرے۔

۶۔ معاشرہ کا ہر فرد اپنی ذمہ داری کا احساس کرے، خصوصاً علماء، اساتذہ، بزرگ افراد، کیونکہ ان سے غیر رسمی طور پر تعلیم و تربیت حاصل کی جاتی ہے، اگر یہ بہترین رہنما ہوں گے تو معاشرہ میں تعلیم و تربیت سے ہم آہنگ افراد تیار ہوں گے۔

۷۔ تاریخ اسلام کی اہم شخصیات سے معاشرہ کو متعارف کرایا جائے، مثلاً حضرت علیؓ نے محض دس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا، محمد بن قاسم نے سترہ سال کی عمر میں سندھ فتح کیا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (...) سال کی عمر میں حدیث کی کئی کتب حفظ تھیں، مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے جب معرکۃ الآراء کتاب ''الجہاد فی الاسلام'' لکھی تو ان کی عمر ۲۳ سال تھی۔ (۱۷۸)

۸۔ ایسی سرگرمیوں کو فروغ دیا جائے جو افراد کو کاہلی، بے کاری، آرام پسندی اور عیش کوشی سے بچا کر اس کی متضاد سمت یعنی تعلیمی سرگرمیوں، مطالعہ، تیراکی مفید کھیل کا ذریعہ بنیں۔

۱۔ حکومتی سطح پر غیر رسمی تعلیمی و تربیت کے اداروں کو مؤثر بنا کر ان پر نظر رکھنا مثلاً مساجد، ریڈیو، ٹی وی وغیرہ

۲۔ ان اداروں سے ایسی آواز بلند ہو جو افراد میں بہترین تعلیم و تربیت کا ذریعہ بنیں۔

۳۔ دارالمطالعہ کا قیام اور جو پہلے سے قائم ہیں ان کو فعال بنانا، مفید اور حقیقی تعلیمی سرگرمیوں کو فروغ دینا۔

۴۔ قومی بجٹ کا وافر حصہ تعلیم کے لئے وقف کرنا جو ترقی یافتہ ممالک کے شرح کے

مطابق ہو۔(ابھی بھی ہمارے قومی بجٹ کا بہت کم حصہ تعلیم کے لئے ہے)

۵۔ اساتذہ کی کردار سازی کرنا اور انہیں جدید ٹیکنالوجی سے متعارف کرانا اور انہیں اس قابل بنانا کے مستقبل کہ ایسے معمار تیار کریں جو ملک وملت اور مذہب کے جاں نثار ہوں۔

۶۔ پورے ملک میں جامعات، تعلیمی اداروں اور غیر رسمی تعلیمی اداروں کا جال بچھانا۔

۷۔ ہر شہری تعلیم وتربیت سے آراستہ ہو چاہے وہ کسی عمر کا ہو، کسی بھی مذہب اور رنگ و نسل کا ہو۔

۸۔ تعلیم وتربیت کو آسان، دلچسپ مؤثر اور ہمہ گیر بنانے کے طور طریقوں پر تجربات اور تحقیقی کام کیا جائے اور معیاری مفید کتب کی تیاری اور تقسیم کا مناسب انتظام ہو۔(۱۷۹)

حرف آخر:

آج اُمت مسلمہ مسائل میں گھری ہوئی ہے تعلیم وٹیکنالوجی میں بہت پیچھے ہے، لیکن یہ علم ہماری ہی گمشدہ میراث ہے، ہمیں ہرگز مایوس نہیں ہونا چاہئے، طویل المیعاد منصوبہ بندی کر کے جدوجہد کریں، یقین محکم، عمل پیہم، جہد مسلسل ہمارا مؤثر ہتھیار ہوں، اعلیٰ انسانی اخلاقی وثقافتی اقدار سے ہم متصف ہوں تو یقیناً ہم دوبارہ دنیا کی رہنمائی کرسکیں گے۔

اور انشاء اللہ وہ دن بھی آئے گا جب شاعر مشرق کی یہ پیش گوئی پوری ہوگی:

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے　　یہ چمن معمور ہوگا نغمہ توحید سے(۱۸۰)

حواشہ وحوالہ جات

۱۔ محمد صحبت خان، ڈاکٹر، شعلہ آواز، کراچی، قمرالعلوم سلیمانیہ، ۱۹۹۸ء، ص ۳۳

۲۔ خورشید احمد، پروفیسر، اسلامی نظریہ حیات، کراچی، شعبہ

تصنیف و تالیف ترجمہ، جامعہ کراچی، اشاعت چھاردھم، ۲۰۰۶ء، ص۴۲۲

۳۔ Shipley, Joseph, T. Dictionory of word orgininis, ames, lows, P.114

۴۔ افضل حسین، فن تعلیم و تربیت، اسلامك پبلیکیشنز، لاهور، ۲۰۰۸ء، ص۴۰

۵۔ ثناء الله محمود، مفتی، رسول اکرم ﷺ کا انداز تربیت، کراچی، داالاشاعت، ۲۰۰۵ء، ص۴۸۶

۶۔ افضل حسین، فن تعلیم و تربیت، لاهور، اسلامك پبلیکیشنز، ۲۰۰۸ء، ص۵۱

۷۔ ابوسلمان شاهجهان پوری، ڈاکٹر، مقدمہ مجلہ علم و آگهی، خصوصی شمارہ بعنوان برصغیر کے علمی، ادبی اور تعلیمی ادارے، کراچی، گورنمنٹ نیشنل کالج، بابت سن ۱۹۷۳.۷۴ء، ص۲۱

۸۔ روزنامہ شهاب، لاهور، ۸ اپریل ۱۹۶۲ء، بحوالہ ابوطارق، مولانا مودودی کے انٹرویو، لاهور، اسلامك پبلی کیشنز، س.ن، ص۱۲۶

۹۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، اسلامی نظام تعلیم اور پاکستان میں اس کے نفاذ کی عملی تدابیر، لاهور، اسلامك پبلیکیشنز، ۲۰۰۶ء، ص۱۱۰

۱۰۔ سعید اختر، پروفیسر، همارا نظام تعلیم، لاهور، البدر پبلیکیشنز، ۱۹۷۶ء، جزء اوّل، ص۹

۱۱۔ یوسف القرضاوی، علامہ داکٹر، تعلیم کی اهمیت، مترجم ابوسعید اظهر ندوی، نئی دهلی، مکتبہ اسلامی پبلیکیشنز، ۱۹۹۸ء، ص۲۲

۱۲۔ محمد سلیم، پروفیسر، قرآن کا تصور تعلیم، لاهور، احباب پبلی کشنز، ۱۹۷۹ء، ص۴۹

۱۳۔ خورشید احمد، پروفیسر، اسلامی نظریۂ حیات، کراچی، شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ کراچی، ۲۰۰۶ء، ص ۴۳۲

۱٤۔ یوسف القرضاوی، ڈاکٹر، الرسول والعلم، ترجمہ ارشاد الرحمن، لاہور، دارالتذکیر، ۲۰۰۹ء، ص ۸۲

۱۵۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی، سنن، دارالسلام، ریاض، موسوعۃ الحدیث الشریف، کتاب السنۃ، باب فضل العلماء والحث......، رقم الحدیث ۲۲۹، ص ۲٤۹۱

۱٦۔ عبدالرحمن بن حسن آل شیخ، اسس التربیۃ الاسلامیۃ فی السنۃ النبویہ، لیبیا، الدارالعربیۃ اللکتاب، س۔ن، ص ۲۵

۱۷۔ خورشید احمد، پروفیسر، اسلامی نظریۂ حیات، شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ کراچی، ۲۰۰٦ء، ص ٤۲۸

۔ اختر حسین عزمی، ڈاکٹر، فطرت انسانی اور دعوت و تربیت، لاہور، منشورات، ۲۰۰۹ء، ص ۷٦

۱۹۔ القشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، بیروت، دارالمعرفہ، ۲۰۰۷ء، کتاب الجهاد والسیر، باب السیر وترک التنفیر، رقم الحدیث ٤۵۰۰، ص ۸۲۳

۲۰۔ بحوالہ تعلیم و تعلم اور دعوت کے اسلامی اصول و آداب، نصیب الرحمن علوی، کراچی، زم زم پبلشرز، ۱٤۱۹ھ، ص ۵۰

۲۱۔ ایضاً، ص ۵۱

۲۲۔ القرآن، سورۃ البقرہ، آیات ۱۳۳–۱۳۱

۲۳۔ محمد ہود، بچوں کی تربیت، لاہور، دارالاندلس، س۔ن، ص ۱۱٤

۲٤۔ مفہوم آیات، سورۃ لقمٰن، آیات ۱۳۔۱۷

۲۵۔ سید امیر علی، Spirit of islam، ترجمہ: محمد ہادی حسین، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۹ء، ص ۵۳۱

۲۶۔ عبدالفتاح ابوغدۃؒ، حضور ﷺ استاذ و مربی، ترجمہ شمس الحق ندوی، کراچی مجلس نشریاتِ اسلام، ۲۰۰۳ء، ص۲۷

۲۷۔ خورشید احمد، پروفیسر، اسلامی نظریہ حیات، کراچی، شعبۂ تصنیف و تالیف جامعہ کراچی، ۲۰۰۶ء، ص۴۳۴

۲۸۔ حالی، خواجہ الطاف حسین، مسدس حالی، کراچی، تاج کمپنی، س۔ن، ص۱۷

۲۹۔ ایضاً، ص۴۳۵

۳۰۔ سید امیر علی، Spirit of Islam ، ترجمہ محمد ہادی حسین، لاہور، ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۹ء، ص۵۳۱

۳۱۔ خالد علوی، ڈاکٹر، انسانِ کامل، لاہور، الفیصل ناشران کتب، ۲۰۰۵ء، ص۲۱۴

۳۲۔ قشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، بیروت، دارالمعرفہ، ۲۰۰۷ء، کتاب الرضاع، باب خیر متاع الدنیا...... ص۶۶۹، رقم الحدیث ۳۶۲۸

۳۳۔ عبدالرؤف مناوی، علامہ، کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق، لاہور، مطبع گیلانی، ۱۹۳۰ء، ص۱٤۱

۳٤۔ اُمِّ کلثوم، ڈاکٹر، بچے کی تربیت، اسلام اباد، دعوہ اکیڈمی، ۲۰۰۶ء، ص۱۱

۳۵۔ شیخ عبداللہ ناصح علوان، تربیۃ الأولادِفی الاسلام، ترجمہ: ڈاکٹر حبیب اللہ مختارؒ، کراچی، مکتبۃ الحبیب، ۱۹۹۵ء، ص٤٦

۳٦۔ بحوالہ: ڈاکٹر اُم کلثوم، بچے کی تربیت، محولہ سابقہ، ص۱۱

۳۷۔ محمد اقبال، علامہ، ڈاکٹر، کلیات اقبال، لاہور، خزینۂ علم و ادب، ۲۰۰٦ء، ص۵۹۰

۳۸۔ اُم کلثوم، ڈاکٹر، بچے کی تربیت، محولہ سابقہ، ص۱۲

۳۹۔ محمد طاہر القادری، علامہ، ڈاکٹر، اسلام میں انسانی حقوق، لاھور، منھاج القرآن، پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء، ص۱۳۲

۴۰۔ الغزالی، حجۃ الاسلام امام ابوحامد محمد، کیمیائے سعادت، ترجمہ پروفیسر ملک محمد عنایت اللہ، لاھور، الفیصل ناشران و تاجران کتب، ۲۰۰۴ء، ص۲۴۶

۴۱۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، کراچی، ادارۃ المعارف، ۱۹۸۳ء، جلد سوم، ص۴۸۴

۴۲۔ القرآن، سورۃ آل عمران، آیت ۷

۴۳۔ القرآن، سورہ فاطر، آیت۲۸

۴۴۔ القرآن، سورہ الزمر، آیت۹

۴۵۔ القرآن، سورہ یوسف، آیت ۷۶

۴۶۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، موسوعۃ الحدیث الشریف، ریاض دارالسلام، ۲۰۰۰ء، کتاب السنۃ باب فضل العلماء و الحث علی طلب العلم، رقم الحدیث ۲۲۴، ص۲۴۹۱

۴۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، القاھرہ، ۱۳۷۹ھ، ج۲، ص۱۴

۴۸۔ القرآن، سورۃ العنکبوت، آیت ۲۰

۴۹۔ القرآن، سورۃ البقرہ، آیت ۱۶۴

۵۰۔ القرآن، سورہ لقمان، آیت۲۰

۵۱۔ القرآن، سورہ بقرہ، آیت ۲۹

۵۲۔ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، محمد بن یزید الزوینی، محولہ سابق، کتاب السنّۃ، باب فضل العلماء، رقم الحدیث۲۲۴، ص۲۴۹۱

۵۳۔ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، محولہ سابقہ، ابواب الدعوات، باب دعاء رسول اللہ ﷺ رقم الحدیث ۳۸۳۳، ص۲۷۰۵

۵۴۔ القرآن، سورہ جاثیہ، آیت۱۳

۵۵۔ القرآن، سورہ عنکبوت، آیت ۲۰

۵۶۔ القشیری، مسلم بن الحجاج،صحیح مسلم، بیروت، دارالمعرفہ، ۲۰۰۷ء، کتاب الایمان، باب بین الایمان والاسلام و الاحسان، رقم الحدیث ۹۳، ص۶۵

۵۷۔ القشیری، مسلم بن الحجاج، محولہ سابقہ، کتاب الصید، باب الامرباحسان الذبح والقتل......، رقم الحدیث ۵۰۲۸، ص۹۲۴

۵۸۔ ایضاً،

۵۹۔ نعیم صدیقی، اسلامی حکمت تعلیم و تربیت، علی گڑھ، ششماہی علوم القرآن، جنوری، جون ۲۰۰۶ء، ص۷۵

۶۰۔ عزمی، اختر حسین، ڈاکٹر، فطرت انسانی اور دعوت و تربیت، لاہور، منشورات، ۲۰۰۹ء، ص۷۳

۶۱۔ ایضاً، ص۷۳

۶۲۔ خرم مراد، اپنی تربیت آپ، لاہور، ماھنامہ ترجمان القرآن، فروری ۲۰۰۵ء، ص۹۱

۶۳۔ القرآن، سورہ النجم، آیت۳۹

۶۴۔ خرم مراد، اپنی تربیت آپ، محولہ سابقہ، ص۹۲

۶۵۔ القرآن، سورۃ الاعلیٰ، آیت ۱۴

۶۶۔ القرآن، سورہ النور، آیات ۵۹، ۵۸

۶۷۔ احمد خلیل جمعہ، اولاد کی تربیت، لاہور، بیت العلوم، ۲۰۰۳، ص۲۳۳

۶۸۔ احمد خلیل جمعہ، اولاد کی تربیت، محولہ سابقہ، ص۲۴۳

۶۹۔ القرآن، سورۃ المومنون، آیت ۱۱۵

۷۰۔ احمد خلیل جمعہ، اولاد کی تربیت، محولہ سابقہ، ص۲۴۴

۷۱۔ القرآن، سورۃ النساء، آیت ۸۶

۷۲۔ احمد خلیل جمعہ، اولاد کی تربیت، محولہ سابقہ، ص۲۳۵

۷۳۔ اختر حسین عزمی، ڈاکٹر، فطرتِ انسانی اور دعوت و تربیت محولہ سابقہ، ص۷٤

۷٤۔ ایضاً، ص۸۰

۷۵۔ القرآن، سورۃالجمعہ، آیت ۲

۷٦۔ القرآن، سورۃآل عمران، آیت ۱٦٤

۷۷۔ القرآن، سورۃالبقرہ، آیت ۱۵۱

۷۸۔ القرآن، سورۃالبقرہ، آیات ۱۲۹۔۱۲۷

۷۹۔ القرآن، سورۃالعنکبوت، آیت ٤۸

۸۰۔ القرآن، سورۃالعلق، آیات ۱۔۵

۸۱۔ القرآن، سورۃالزمر، آیت ۹

۸۲۔ القرآن، سورۃال عمران، آیت ۱۸

۸۳۔ القرآن، سورۃالمجادلۃ، آیت۱۱

۸٤۔ القرآن، سورۃالنحل، آیت ٤۳

۸۵۔ القرآن، سورۃالتوبہ، آیت ۱۲۲

۸٦۔ القرآن، سورۃال عمران، آیت ۱۸۷

۸۷۔ القرآن، سورہ فاطر، آیت ۲۸

۸۸۔ القرآن، سورۃالعنکبوت، آیت ٤۳

۸۹۔ القرآن، سورۃالنکبوت، آیت ٤۹

۹۰۔ القرآن، سورہ طٰہ، آیت ۱۱٤

۹۱۔ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، موسوعۃ الحدیث الشریف، ریاض، دارالسلام، ۲۰۰۰ء، ابواب البروالصلۃ، باب ماجاء، فی ادب الولد، رقم الحدیث ۱۹۵۲ء، ص۱۸٤۸

۹۲۔ البخاری، محمد بن اسمٰعیل، صحیح بخاری، ریاض، دار لسلام، ۲۰۰۰ء، کتاب العلم، باب من برد اللہ بہ خیراً، رقم الحدیث، ۷۱،

ص۸
۹۳۔ ابن ماجه، محمد يزيد القزوينى، سنن، كتاب السنة، باب فضل العلماءِ رقم الحديث ٢٢٤، ص٢٤٩١
۹٤۔ ابن ماجه، سنن، كتاب السنه، محوله سابقه، باب فضل من تعلم القرآن، رقم الحديث ٢١٣، ص٢٤٩٠
۹۵۔ ابن ماجه، سنن، محوله سابقه، كتاب السنة، باب فضل العلماء، رقم الحديث ٢٢٣، ص٢٤٩١
۹٦۔ ايضاً
۹۷۔ الترمذى، ابوعيسىٰ محمد بن عيسىٰ، الجامع الصحيح، محوله سابقه، ابواب العلم، رقم الحديث ٢٦٥٧، ص١٩١٩
۹۸۔ مسلم بن الحجاج، صحيح مسلم، بيروت، دارالمعرفه، ٢٠٠٧ء، كتاب العلم، رقم الحديث ٤٨٧٦، ص١٢١٥
۹۹۔ مسلم بن الحجاج، صحيح مسلم، محوله سابقه، كتاب الاماره، رقم الحديث ٤٨٧٦، ص٨٩٩
۱۰۰۔ الترمذى، ابوعيسىٰ محمد بن عيسىٰ، جامع الترمذى، محوله سابقه، ابواب العلم رقم الحديث ٢٦٦٩، ص١٩٢٠
۱۰۱۔ البخارى، محمد بن اسمٰعيل، الجامع الصحيح، موسوعة الحديث اشرف، كتاب المغازى، باب حجة الوداع، رقم الحديث ٤٤٠٣، ص٣٦٠
۱۰۲۔ ايضاً، رقم الحديث ٤٤٠٦، ص ٣٦١
۱۰۳۔ الترمذى، ابوعيسىٰ محمد بن عيسىٰ، جامع الترمذى، موسوعة الحديث الشريف، رياض، دارالسلام، ٢٠٠٠ء، ابواب العلم، باب فضيلة الفقه، رقم الحديث ٢٦٨٥، ص١٩٢٢
۱۰٤۔ ابن ماجه، السنن، كتاب السنة، باب فيما انكرت الجهيهة، رقم الحديث

۲۲۶، ص۲٤۹۱

۱۰۵۔ ترمذی، جامع الترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فضل الفقه، رقم الحدیث ٢٦٨٢٤، ص١٩٢٢

۱۰٦۔ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، محوله سابقه، ابواب العلم، باب فضل طلب العلم، رقم الحدیث ۲٦٤٦، ص۱۹۱۸

۱۰۷۔ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، محوله سابقه، ابواب العلم، باب فضل طلب العلم، رقم الحدیث ۲٦٤٦، ص۱۹۱۸

۱۰۸۔ علی متقی الهندی، کنز العمال، بیروت، احیاء التراث الاسلامی، رقم الحدیث ۲۸٦۸٤

۱۰۹۔ ابن ماجه، سنن ابن ماجه، محوله سابقه، کتاب السنة، رقم الحدیث ۲۲٦، ص۲٤۹۱

۱۱۰۔ الترمذی، جامع الترمذی، محوله سابقه، رقم الحدیث ۲٦۸٥، ص۱۹۲۲

۱۱۱۔ علی متقی الهندی، کنز العمال، محوله سابقه، رقم الحدیث ۲۸۷۰۱

۱۱۲۔ ترمذی، جامعه الترمذی، محوله سابقه، ابواب العلم، باب فضل طلب العلم، رقم الحدیث ۲٦٤۸، ص۱۹۱۸

۱۱۳۔ هیثمی، نورالدین ابوالحسن علی، مجمع الزوائد، ج۲، ص٤۷۳، رقم الحدیث ۹۸٤

۱۱٤۔ ایضاً، ج۱، ص۳۳۰، رقم الحدیث ٥۰۲

۱۱٥۔ خطیب التبریزی، محمد بن عبدالله، مشکوۃ المصابیح، دمشق، المکتب الاسلامی، ۱۹٦۱ء، کتاب الاداب، باب السلام، ۲/٥٤۲

۱۱٦۔ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، ریاض، دارالسلام، موسوعة الحدیث الشریف، ۲۰۰۰ء، ابواب الاستیذان، والآداب، باب ماجاء فی التسلیم علی الصبیان، رقم الحدیث ۲٦۹٦،

ص۱۹۲۳ء

۱۱۷۔ القشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، بیروت، دارالمعرفه، ۲۰۰۷ء، کتاب الفضائل، باب رحمة النبی ﷺ الصبیان، رقم الحدیث ۵۹۸۱، ص۱۰۷۹

۱۱۸۔ مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، محوله سابقه، باب ماروی احب البلاد، رقم الحدیث ۱۵۲۶، ص۳۱۳

۱۱۹۔ حضرت ابن عمرؓ کا طرزِ عمل اس کی شهادت هے، فتح الباری، کتاب الاسیتذان، باب افشاء السلام، ۱۱/۱۶

۱۲۰۔ الترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، ریاض، دارالسلام موسوعة، الحدیث الشریف، ۲۰۰۰ء، ابواب المناقب، باب مارایت......، رقم الحدیث ۳۶۴۱

۱۲۱۔ الترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، محوله سابقه، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی طلاقة الوجه، الحدیث الشریف، ۱۹۷۰، ص۱۸۵۰

۱۲۲۔ البخاری، کتاب الایمان، ۱/۱۵، بحواله خالد علوی، ڈاکٹر، انسان کامل، لاهور، الفیصل، ۲۰۰۴ء، ص۵۱۱

۱۲۳۔ بخاری، محمد بن اسمٰعیل، صحیح بخاری، موسوعة الحدیث الشریف، ریاض داراسلام، ۲۰۰۰ء، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک، رقم الحدیث ۴۴۱۸، ص۳۶۲

۱۲۴۔ البخاری، کتاب النفقات، باب نفقة المعسر علی اهله، رقم الحدیث ۶۳۶۸، ص۴۶۳

۱۲۵۔ البخاری، محمد بن اسمٰعیل، صحیح بخاری، محوله سابقه، کتاب المرضی، باب وجوب عیادة المریض، رقم الحدیث ۵۶۴۹، ص۴۸۴

۱۲۶۔ البخاری، محمد بن اسمٰعیل، صحیح بخاری، محوله سابقه، کتاب

المرضی، باب عیادة الاعراب، رقم الحدیث ٥٦٥٦، ص٤٨٤
١٢٧۔ الترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، محولہ سابقہ، ابواب المناقب، باب مناقب لانس، رقم الحدیث ٣٨٢٨، ص٢٠٤٥
١٢٨۔ مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، محولہ سابقہ، کتاب الشعر، باب فی انشا دالاشعار، رقم الحدیث ٥٨٥٢، ص١٠٥٥
١٢٩۔ بخاری، کتاب الادب، باب من بسط له فی الرزق بصلة الرحم، رقم الحدیث، ص٥٠٧
١٣٠۔ مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، محولہ سابقہ، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان......، رقم الحدیث ١٦٩، ص ٨٠
١٣١۔ ایضاً
١٣٢۔ الترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، محولہ سابقہ، ابواب البروالصله، رقم الحدیث ١٩٥٢، ص١٨٤٨
١٣٣۔ البخاری، الجامع الصحیح، محولہ سابقہ، کتاب الادب، باب ماینهیٰ......، رقم الحدیث ٦٠٦٦، ص٥١٢
١٣٤۔ ایضاً، کتاب الجنائز، باب مایکره الصلوٰة علی المنافقین، رقم الحدیث ١٣٦٦، ص١٠٦
١٣٥۔ ایضاً، کتاب المغازی، باب قتل حمزه، رقم الحدیث ٤٠٧٢، ص٣٣٣
١٣٦۔ بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر هند بنت عنبه، ٤/٢٣٢
١٣٧۔ بحوالہ شبلی نعمانی و ندوی، سیرة النبی ﷺ، کراچی، دارالاشاعت، ٢٠٠٤، جلد اوّل، ص٣١١
١٣٨۔ خطیب التبریزی، محمد ب عبدالله، مشکوٰة المصابیح، محولہ سابقہ، کتاب الادب، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، ٢/٦١٣
١٣٩۔ البخاری، محمد بن اسمٰعیل، صحیح البخاری، محولہ سابقہ، کتاب الادب، باب الرفق فی الامرکله، رقم الحدیث ٦٠٢٤، ص٥٠٩

۱۴۰۔ کنز، کتاب المواعظ، ۱۶/۱۲۸

۱۴۱۔ البخاری، محمد بن اسمٰعیل، صحیح البخاری، محولہ سابقہ، کتاب الادب، باب لم یکن النبی ﷺ فاحشاً، رقم الحدیث، ۶۰۳۲، ص ۵۱۰

۱۴۲۔ البخاری، محمد بن اسمٰعیل، صحیح البخاری، محولہ سابقہ، کتاب الادب، باب اکرام الضّیف، رقم الحدیث ۶۱۳۶، ص۵۱۷

۱۴۳۔ البخاری، محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح، محولہ سابقہ، کتاب الادب، باب کل معرف صدقۃٍ، رقم الحدیث ۶۰۲۱، ص ۵۰۹ (تلخیص از انسان کامل، ڈاکٹر خالد علوی، لاھور، الفیصل ناشران کتب، ۲۰۰۵ء، ص ۵۱۱_۵۱۳)

۱۴۴۔ افضل حسین، فن تعلیم و تربیت، لاھور، اسلامك پبلی کیشنز ۲۰۰۸ء، ص۴۱

۱۴۵۔ ایضاً، ص۴۳

۱۴۶۔ شیخ عبداللہ ناصح علوان، اسلم اور تربیت اولاد، ترجمہ داکٹر حبیب اللہ مختارؒ، کراچی، مکتبہ الحبیب، ۱۹۹۵ء، ص۳۵۴

۱۴۷۔ مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، بیروت، دارالمعرفہ، ۲۰۰۷ء، کتاب المساجد، باب ماروی احب البلاد، رقم الحدیث ۱۵۲۶، ص۳۱۳

۱۴۸۔ مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، محولہ سابقہ، کتاب الدعوات، بافضل الاجتماع……، رقم الحدیث ۶۷۹۳، ص۱۲۲۳

۱۴۹۔ اسلام اور تربیت اولاد، داکٹر حبیب اللہ مختارؒ، محولہ سابقہ، ص۳۵۳

۱۵۰۔ افضل حسین، فن تعلیم و تربیت، محولہ سابقہ، ص۴۵

۱۵۱۔ ایضاً، ص۴۵

۱۵۲۔ ایضاً، ص۴۷

۱۵۳۔ ام کلثوم، ڈاکٹر، بچے کی تربیت، اسلام اباد، دعوہ اکیڈمی، ۲۰۰٦ء، ص۱۷

۱۵۴۔ ایضاً، ص۲۰

۱۵۵۔ ایضاً، ص۲۴

۱۵٦۔ محمد زین العابدین منصوری، فکری یلغار، ترجمان القرآن، لاہور، ستمبر ۲۰۰٦ء، ص۵٦

۱۵۷۔ خورشید احمد، پروفیسر، اسلامی نظریہ حیات، محولہ سابقہ، ص۴۲۴

۱۵۸۔ ایضاً،

۱۵۹۔ روزنامہ جنگ، ۱۴ اگست، ۱۹۹٦ء، بحوالہ محمد انور بن اختر، انگریزی اور مخلوط تعلیمی نظام، کراچی، ادارہ اشاعت اسلام، ۲۰۰۴ء، ص۲۹۳

۱٦۰۔ ایضاً، ص۲۹۴

۱٦۱۔ سید محمد سلیم، پروفیسر، مغربی فلسفۂ تعلیم، کراچی، زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء، ص۱۷۰

۱٦۲۔ القرآن، سورہ نوح، آیت ۵۔۱۰

۱٦۳۔ القرآن، سورہ طٰہ، آیات ۴۳۔۴۴

۱٦۴۔ القرآن، سورہ نحل، آیت۱۲۵

۱٦۵۔ نذر الحفیظ ندوی، سیکولر میڈیا، لاہور، عوامی میڈیا واچ کمنپی، س۔ن، ص۱۰۹

۱٦٦۔ نذر الحفیظ ندوی، مغربی میڈیا اور اس کے اثرات، کراچی، مجلس نشریات اسلام، س۔ن، ص۲۱

۱۶۷۔ الترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، موسوعة الحدیث الشریف، ریاض، دارالسلام، ابواب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة، رقم الحدیث ۲٦٨٧، ص١٩٢٢

۱٦٨۔ مناظر احسن گیلانی، علامه، برصغیر پاك وهند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، لاهور، المیزان ٢٠٠٦ء، جلددوم، ص٤

169- Robbi A Grohman, Neturei Karta, UK/ Middle East and Terrorism, http://www.i slamic-studies.org/ terrorconfer.pro.htm

170- (i)The google page. The U.S Site wikki pedia, the free Encyclopaida. (ii)Wixianswer.com, (iii)Yahoo.com, (iv) Fact sand details. communication.

۱۷۱۔ نذر الحفیظ ندوی، مغربی میڈیا اور اس کے اثرات، کراچی، مجلس نشریات اسلام، ٢٠٠١ء، ص٣٨٩

۱۷۲۔ ایضاً، ص٢٨٧

173- Horonyahya Islam demoucesterrois, Brostp, Amal press, 2002 page.9

۱۷٤۔ محمد قطب، اسلام کا نظام تربیت، لاهور، اسلامك پبلی کیشنز، ١٩٩٨ء، ص٣٨٠

۱۷٥۔ ایضاً، ص٣٦٤

۱۷٦۔ ایضاً، ص٣٧٥

۱۷۷۔ ایضاً، ص٣٨٠

۱۷٨۔ حفصه صدیقی، بچوں سے گفتگو کیسے کریں، کراچی، اسلامك ریسرچ اکیڈمی، ٢٠١٠ء، ص٩٧

۱۷٩۔ افضل حسین، فن تعلیم و تربیت، محوله سابقه، ص٤٧

۱٨٠۔ محمد اقبال، علامه، ڈاکٹر، کلیات اقبال، محوله سابقه، ص٢٥٣

بچوں کی تربیت
سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر سید شاہین شعیب اختر
صدر شعبہ مطالعہ پاکستان، قائد ملت گورنمنٹ ڈگری کالج لیاقت آباد

ABSTRACT

Prof. Dr. Syed Shaheen Shoaib Akhter

The human history is not that of peace, Allah almighty has created this universe for human beings and has declared them to be superior to all other living things. The religion of Islam is not restricted to prayers or the basic pillars. Islam is the massage of love, caretake of the child, role model of the ethics and brotherhood.

We know Islam is the complete submission and Obedience to Allah. Allah created the people of the universe. Children are gifted if the god so as parents our duties and responsibilities are need care ness to our child. Children teaching some methods but Islam and Holy Prophet Muhammad ﷺ are the best idea and preaching. Children our futures so I and other Muslims and generally parents it care. Prophet Muhammad ﷺ his message applies to all future generations.

Islam Organize our relations with Allah with our self with our children, with our relatires with our neighbors, with our guest. Islam clearly establishes our duties and rights in all those relationships.

اللہ رب العزت نے اس کائنات فانی میں انسان کو اشرف المخلوقات کے منصب پر فائز کیا ہے، اس کائنات میں انسان کے شرف وفضیلت کے لئے یہ کیا کم درجہ اور مرتبہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اس کائنات کی خدمت یعنی خلافت کے لئے انسانوں ہی کو منتخب کیا، اللہ رب العزت اپنی کتاب قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

ترجمہ: اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا: بے شک میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔(۱)

اسی طرح اللہ رب العزت نے سورۃ العصر میں واضح طور پر اعلان کیا:

ترجمہ: زمانے کی قسم انسان خسارے میں ہے، مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے اور ایک دوسرے کو حق بات کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔(۲)

اگر ہم قرآن مجید کا جو انسانیت کی رہنمائی اور تربیت کا بہترین ذریعہ ہے، اس کا مطالعہ اور اس کے معنی ومفہوم پر غور وفکر کریں تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ہدایت ورہنمائی والی اس کتاب میں اللہ رب العزت نے سینکڑوں مقامات پر براہ راست انسانوں سے خطاب کیا ہے، اور انہیں اپنی زندگی کے نصب العین کو کتاب وسنت کے مطابق ڈھالنے کا حکم دیا ہے۔ کتاب وسنت کے مطالعے سے رحمت الٰہی کا ایک عجیب وعظیم منظر دکھائی دیتا ہے، کہ انسان جس قدر غلط راہوں کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے اسی قدر اللہ رب العزت کی رحمت جوش میں آتی ہے اور انسانوں کی توبہ قبول کر کے انہیں اچھے، بہترین، نیک اور پاک باز فرد کی حیثیت سے زندگی گزارنے کے مواقع عطا کرتی ہے۔(۳)

اللہ رب العزت نے لوگوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے ہر عہد میں انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے کے لوگوں کو دنیا میں زندگی گزارنے کا صحیح طریقہ بتایا، یعنی انسان اپنی دینی ودنیوی ضرورتیں کس طرح پوری کرے گا، اس راستہ کو سنت کا نام دیا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

ترجمہ: تم لوگوں کے لئے حضور اکرم ﷺ کی زندگی ایک قابل قدر نمونہ ہے۔(۴)

رسم نکاح:

اللہ رب العزت اپنے بندوں کو جانتے ہیں اور پھر اسی مناسبت سے ان کے لئے آپس میں جوڑے بنا دیتے ہیں، اس حوالے سے دین اسلام اور شریعت محمدیہ ﷺ کے واضح احکامات اور تعلیمات موجود ہیں، جب والدین اپنے بچوں کی رسم نکاح کا مرحلہ یا فرائض ادا کرنے کے لئے تیار ہوں تو سب سے پہلے اس بات کا خیال رکھیں کہ نکاح کے احکامات کیا کیا ہیں اور اس سلسلے میں احکامات قرآن اور تعلیمات نبوی ﷺ کے کیا کیا ارشادات ہیں اور پیغمبر آخرالزماں، فخر کائنات، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نکاح کے حوالے سے کس قدر اور کس حد تک اہتمام کیا تھا۔ پھر صحابہ کرامؓ کی زندگی اور ان کی تعلیمات سے درس لیں اور پھر اللہ کی رضا اور نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل کریں، میں اور اس موقع پر دور حاضر میں جو غیر شرعی اور فضول رسمیں شامل ہوگئیں۔ یہی وہ بنیادی خرابی ہے جہاں سے آدمی اپنے رب کی رحمت سے دور اور شیطان کے قریب ہونا شروع ہوتا ہے، لہٰذا ایک مسلمان اور محمد ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان رکھنے والا انسان اس بات کی ہر ممکن کوشش کرے کہ نکاح کے دوران کسی قسم کے غیر شرعی امور انجام نہ پائیں اور تعلیمات نبوی ﷺ سے مزین ہو کر اس رسم کو ادا کیا جائے۔ جب نکاح جیسی پیغمبرانہ سنت کو شریعت کے مطابق ادا کریں گے تو پھر ایسے کاموں میں اللہ تعالیٰ کی رضا، نصرت، مدد حاصل ہوگی اور بندہ اپنے اللہ اور نبی کریم ﷺ کی شفاعت و رحمت سے خصوصی طور پر نوازا جائے گا۔ ایسے نیک اور صالح دینی کاموں میں اللہ تعالیٰ کی مدد شامل ہو جاتی ہے اور آدمی اپنے رب کے خصوصی چاہنے والے بندوں کی صف میں شامل ہو جاتا ہے، اور پھر ایسے پاکیزہ، صالح اور نیک اعمال کے ہونے کے بعد پھر اللہ رب العزت ایسے لوگوں کو نیک صالح اور نیک صفت اولاد کی نعمت سے بہرہ مند کیا کرتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نیک اولاد کی خواہش رکھنے والے سنت کے مطابق نکاح کریں

تا کہ صالح اولاد وجود میں آئے۔

اولاد کی پیدائش اور تربیت:

بزرگوں کا کہنا ہے: ''بچے جنت کے پھول ہیں'' اور والدین کی اولین ذمہ داری اپنے اولاد کی بہترین تربیت اور اس کی علمی، اخلاقی اور روحانی کردار سازی ہے۔

نکاح کے بعد ہر جوڑے کو اور اس کے اہل خانہ کے ساتھ خاندان کے بزرگوں کو اس بات کی تمنا ہوتی ہے کہ جلد از جلد لڑکی یعنی زوجہ ''ماں'' کے منصب پر فائز ہو جائے، اس حوالے سے اکثر جوڑے کی امیدیں اور خواہش جلد ہی اللہ رب العزت پوری کر دیا کرتے ہیں، جبکہ چند فیصد ایسے جوڑے ہوتے ہیں جو اس نعمت کو جلد نہیں پاتے ہیں جس کی خاطر وہ ہر قسم کی جدوجہد اور کوشش کرتے ہیں۔ دعائیں مانگا کرتے ہیں، خیرات، صدقات کیا کرتے ہیں اور پھر مزارات کے غیر ضروری چکر اور جعلی پیروں سے ادویات طلب کرنے کی جستجو میں سرگرداں نظر آتے ہیں، اولاد کی نعمت جو لوگ اللہ رب العزت سے وصول کرتے ہیں وہ اللہ کی اس عظیم نعمت کو اور امانت کو دوسروں کی جانب منسوب کر کے ظلم کرتے ہیں، اولاد کی تربیت کے حوالے سے ایک ماں ''ماں'' کے منصب پر تو فائز ہو جاتی ہے، مگر ماں بن کر بھی ''ممتا'' جیسی عظمت کے معراج پر پہنچنے سے قاصر رہتی ہے۔ آج کی ماؤں کے لئے یہ جملہ بڑا ذو معنی ہوگا کہ شاید وہ اس سے کچھ اصلاح لے سکیں کہ ''ماں بن جانا بہت آسان کام ہے'' لیکن ماں کی عظمت پر فائز ہونا اور ماں کی ممتا کو پہچاننا اس جہاں میں بہت مشکل کام ہے۔ لہٰذا جو بچہ دنیا میں آتا ہے وہ اللہ کی عطاء ہے، اسی کی جانب منسوب ہونا چاہئے، اسی سے مانگا جانا چاہئے۔

جب دو خاندان کی لڑکی اور لڑکا مل کر رسم نکاح کے ذریعے سے سادگی اور تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں اپنی ایک نئی زندگی کا آغاز ''میاں بیوی'' کی حیثیت سے کرتے ہیں تو پھر تعلیمات اسلام پر عمل کرنے والے میاں بیوی کو اللہ تعالیٰ نیک صالح اور اچھی اولاد کی نعمت سے نوازا کرتے ہیں۔ میاں بیوی کو ازدواجی زندگی کے آغاز ہی سے اور روزمرہ کے معمولات زندگی میں خصوصاً زوجہ کو نیک صفت، پاکیزہ خیالات مومنانہ صفات، اور ازواج مطہرات و

سیرت فاطمہؓ والی زندگی سے درس لے کر زندگی کے صبح و شام گزارنا چاہئے جو بیوی ان نیک صفات اور ازدواج مطہرات کے اسوہ حسنہ وتعلیمات سے مزین ہوکر زندگی گزاریں گی تو پھر اللہ رب العزت ان کے دامن میں نیک صالح وعظیم اولاد کا تحفہ بطور امانت دے گا۔ اس ضمن میں بیوی پر یہ فرض عائد ہوجاتا ہے کہ وہ اپنے سر سے فاطمہ بنت محمد ﷺ کی چادر کو گرنے نہ دے، فاطمہؓ کی چادر اس کے سر پر ہمہ وقت بھی رہے۔

اولاد کی تربیت میں ماں کا مرکزی کردار ہے:

تاریخ انسانی کا مطالعہ آج کے والدین کے سامنے ایک سوال رکھتا ہے کہ وہ کون سی ایسی مؤمنانہ صفات تھیں جن کی بنیاد پر اللہ رب العزت نے ہر زمانے میں والدین کو نیک اور عظیم اور مثالی بنایا۔ ماں کے بطن میں نیک سیرت، بہادر جنرل، عظیم فاتح اور نامور ومشہور فرزند، علمی و مذہبی شخصیات کا بیج اولاد کی شکل میں پایا اور پھر ان کی بہتر تربیت اور کردار سازی کر کے ان کو دین اسلام کی تعلیمات اور علم کے میدان میں علماء کی صف میں شامل کرایا، یہ ان ماؤں کے بچے ایسے ہی ان کے دامن میں نہیں آئے بلکہ اللہ رب العزت نے ان کی پاکیزہ، مومنانہ صفات، نیک صفت خیالات، صالحانہ زندگی کے انعامات کے طور پر ان کے بطن سے بڑے بڑے علماء، انبیاء، صلحاء، صوفیاء اور بزرگان دین کو تخلیق فرمایا۔ جنہوں نے انسانیت کو تباہی اور بربادی سے بچانے کے لئے اپنی زندگی کو قربان کیا، اولاد کا پانا اور پھر اس کی بہتر آبیاری، اعلیٰ علمی اور تربیت سازی جیسے عوامل میں ماں کا کردار مرکزی اور اہم ہوتا ہے۔ ماضی کی مائیں اولاد جیسی عظیم نعمت و دولت جیسی عظیم نعمت و دولت کی بہتر طور پر آبیاری کیا کرتی تھیں۔ لیکن دور حاضر کی مائیں گزشتہ کئی صدیوں سے اپنی حیثیت اور اپنے مقام سے بہت دور جاچکی ہیں، ڈاکٹر حبیب اللہ مختار فرماتے ہیں:

ماضی کے لوگ اور والدین اپنی اولاد کو علم کی دولت سے نوازا کرتے تھے اور اس مقصد کے لئے خصوصی اہتمام کیا کرتے تھے اور اپنے بچوں کو جب اساتذہ کے حوالے کیا کرتے تو ان اساتذہ کو سب سے پہلے جو مشورہ دیتے اور جس بات کی ان کو نصیحت کیا کرتے تھے وہ یہ ہوتی

تھی کہ ان بچوں کو سب سے پہلے قرآن کریم کی تعلیم سے بہرہ مند کریں۔ اس کو تلاوت سکھائیں، نماز کی ادائیگی کے طریقے اور معمولات زندگی میں نماز کی ابتدائی عمر سے تیاری کے اصول وغیرہ جیسے علمی معلومات سے آگہی عطا کی جاتی تھی۔ ان کو قرآن کریم کو زبانی یاد دہانی کرانے کی مشق ہوتی تھی تا کہ وہ قرآن کریم کو آسانی سے سمجھ سکیں، ان کی روح، ان کے خیالات، ان کی سوچ کے مذہبی تصورات، روحانی صفات اور بلند کرداری جیسے اعلیٰ امتیازات ان کی زندگی میں ابتدائی عمر ہی سے پیوستہ ہو جائیں، اور ان کی زندگی میں ابتداء ہی سے خشوع وخضوع کے اوصاف پیدا ہو جائیں، اور ان کے ایمان ونقوش میں یقین راسخ ہو جائے، اس سلسلے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا بہت اہتمام کیا ہے کہ بچے کو ابتدائی عمر ہی سے ایمان کے اصول اور بنیادی باتیں بتائی جائیں ارکان اسلام اور شریعت کے احکام سکھائے جائیں، اور رسول کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اہل بیت اور آپ ﷺ کے صحابہ اور قائدین اسلام اور ملکوں کو فتح کرنے والوں اور قرآن کریم کی تلاوت کی محبت اس کے دل میں پیدا کی جائے تا کہ بچہ کامل ایمان اور مضبوط وراسخ عقیدہ اور اپنے ابتدائی عظیم بہادر قائدوں کے ہراول دستے کی محبت سے سرشار ہو کر پروان چڑھے۔(۵)

علماء تربیت واخلاق کے ہاں یہ مسلمہ امور میں سے ہے کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو فطرتی طور پر توحید اور ایمان باللہ پر پیدا ہوتا ہے اور اصل کے اعتبار سے اس میں طہارت و پاکیزگی اور برائیوں سے دوری ہوتی ہے اس کو اگر گھر میں اچھی اور عمدہ تربیت اور معاشرہ میں اچھے نیک ساتھی اور صحیح اسلامی تعلیمی ماحول میسر آ جائے تو وہ بلاشبہ راسخ الایمان ہوتا ہے، اعلیٰ اخلاق اور بہترین تربیت میں بڑھتا پلتا ہے، لیکن بدقسمتی سے گزشتہ کئی دہائیوں سے والدین نے اولاد کی تربیت اور کردار سازی سے خود کو بری الذمہ بنالیا ہے۔ اساتذہ کرام اپنے منصب سے انصاف نہیں کررہے ماحول دن بدن خراب سے خراب ہوتا جا رہا ہے، اسکول اور مدرسہ دونوں ہی اپنی افادیت کھو چکے ہیں، مدرسہ جہاں سے اہل ایمان، علم کی شمع کے پروانے، مجاہد اسلام اور نیک وعظیم مرد مومن مسلمان فارغ التحصیل ہوا کرتے تھے اس کی کیفیت دور حاضر میں جو ہوئی ہے اس

کا اظہار ہم اس شعر میں بیان کر سکتے ہیں۔

گلا تو تیرا گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے کہاں سے آئے صدا لا الہ الا اللہ (۶)

جبکہ اسکولوں نے جو جدید تعلیم اور سائنسی علوم کا تحفہ دیا اس کے بارے میں اقبال جیسے مفکر نے برسوں پہلے کہہ دیا تھا۔

شکایت ہے مجھے یارب خداوندان مکتب سے سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاک بازی کا (۷) اور آج برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی صورتحال اور پورے عالم اسلام کی کیفیت یہ داستان سنا رہی ہے کہ

تمہاری تہذیب خود اپنے ہاتھوں سے خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا نا پائیدار ہوگا

اللہ رب العزت اپنی کتاب قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

ترجمہ: اللہ کی اس فطرت کا اتباع کرو جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں۔(۸)

اللہ رب العزت اپنی کتاب قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو (جہنم) کی آگ سے بچاؤ۔(۹)

بخاری شریف میں بیان کیا گیا ہے کہ:

یاد رکھو تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

تربیت اولاد، مفکرین کی تعلیمات کی روشنی میں:

اولاد ایک بڑی نعمت ہے، اس سلسلے میں سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے والدین کو رہنمائی حاصل کرنا چاہئے اس حوالے سے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔

۱۔ حاکم حضرت عبداللہ بن عباسؓ (۶۲۰ء ۔ ۶۸۷ء) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اپنے بچوں کو سب سے پہلے کلمہ 'لا الہ الا اللہ سکھاؤ'' (۱۰)

۲۔ اسی طرح اولاد کی تربیت کے حوالے سے ایک اور مسلم مفکر ابن جریر اور ابن منذر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

''اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کی نافرمانی سے بچو اور اپنی اولاد کو اللہ کے احکامات پر عمل کرنے اور جن چیزوں سے روکا گیا ہے ان سے بچنے کا حکم کرو۔ اس لئے کہ یہ تمہارے اور ان کے آگ سے بچنے کا ذریعہ ہے۔''

اس بیان کا فلسفہ ہدایت یہ ہے کہ جب بچے کی آنکھ کھلے وہ اللہ رب العزت کے احکامات پر عمل کرنے والا ہو اور ان کی بجا آوری کا اپنے آپ کو عادی بنائے اور جن چیزوں سے روکا گیا ہے ان سے بچے اور ان سے دور رہنے کی مشق کرے، اور بچہ عقل و شعور کے پیدا ہوتے ہی جب حلال و حرام کے احکامات کو سمجھنے لگے گا اور بچپن ہی سے شریعت اور تعلیمات اسلام و احکامات قرآن سے منسلک ہوگا تو وہ اسلام کے علاوہ کسی اور دین و مذہب کو شریعت کو نہیں سمجھے گا۔

۳۔ طبرانی رحمہ اللہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اپنے بچوں کو تین باتیں سکھلاؤ۔ نبی کریم ﷺ کی محبت اور اہل بیت کی محبت اور قرآن کریم کی محبت، تلاوت، اس لئے کہ قرآن کریم یاد کرنے والے اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ میں انبیاء اور منتخب لوگوں کے ساتھ اس روز ہوں گے جس روز اس کے سائے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا''۔

والدین اور اساتذہ کو چاہئے اولاد اور طالب علموں کو رسول اکرم ﷺ کے غزوات، اور صحابہ کرامؓ کی سیرت، عظیم مسلمان قائدین کے حالات زندگی، اور تاریخ کے عظیم الشان کارناموں کو بیان کریں اور ساتھ ہی ان عظیم اکابرین و مشاہیر کو پیدا کرنے والی قابل فخر، قابل

احترام، اور عظیم ماؤں کی عظمت اور ماں کی ممتا کی حقیقی صداقت پر بھی ان کے ذہنوں پر نقش گری کریں، تاکہ اولاد اور بچے بڑے ہوکر نیک صالح اور عظیم مسلمان کی صورت میں وطن کی اور دین کی خدمت کریں۔

☆ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ (۶۰۴ء۔۶۷۴ء) اولاد اور بچوں کی تربیت کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

"ہم اپنے بچوں کو رسول کریم ﷺ کے غزوات کو اسی طرح یاد کراتے تھے جس طرح ان کو قرآن کریم کی سورتیں یاد کراتے تھے۔"

☆ امام غزالی (۱۰۵۸ء۔۱۱۱۲ء) کے نام سے کون سا اہل علم واقف نہیں ہے آپ اپنی کتاب احیاء العلوم میں تربیت کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"بچے کو قرآن کریم اور احادیث نبویہ اور نیک لوگوں کے اصلاحی واقعات اور دینی احکام کی تعلیم دی جائے۔"

☆ علامہ ابن خلدون (۱۳۳۳ء۔۱۴۰۶ء) نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب "مقدمہ ابن خلدون" میں "بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم دینے اور یاد کرانے کی اہمیت کی جانب اشارا کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ مختلف اسلامی ملکوں میں تمام تدریسی طریقوں اور نظاموں میں قرآن کریم کی تعلیم ہی اساس اور بنیاد ہے، اس لئے قرآن کریم دین کے شعائر میں سے ہے جس سے عقیدہ مضبوط اور ایمان راسخ ہوتا ہے۔"

☆ ابن سینا یا بوعلی سینا (۹۸۰ء۔۱۰۳۷ء) کے نام سے کون واقف نہیں ہے آپ نے اپنی کتاب "کتاب السیاستہ" میں یہ نصیحت درج کی ہے

"جیسے ہی بچہ جسمانی اور عقلی طور پر تعلیم و تعلم کے لائق ہو جائے اس کی تعلیم کی ابتداء قرآن کریم سے کرنا چاہئے تاکہ اصل نعمت اس کی گھٹی میں پڑے ایمان اور اس کی صفات اس کے نفس میں راسخ ہو جائیں۔"

☆ امام ترمذی ایوب بن موسیٰ سے اور وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت

کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

''کسی باپ نے اپنے بیٹے کو عمدہ اور بہترین ادب سے زیادہ اچھا ہدیہ نہیں دیا''۔

☆ ابن ماجہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اپنے بچوں کا اکرام کرو اور ان کو اچھی تربیت دو۔''

☆ والدین کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی اولاد کو رزق حلال کھلائیں۔

☆ پیار و محبت سے اس کی بہترین آبیاری کریں۔

☆ سات سال کی عمر سے نماز کا پابند بنانا شروع کریں۔

☆ نرم رویہ اور عفو و درگزر والا معاملہ رکھیں۔

☆ بالغ ہوتے ہی جلد از جلد رسم نکاح کی ادائیگی کر کے فرض سے سبکدوش ہوں۔

☆ گھریلو ماحول پاکیزہ بنایا جائے۔

☆ دسویں سال اس کا بستر الگ کر دیں۔

☆ اکابرین و مشاہیر کے واقعات سنائے جائیں۔

مثالی مائیں اور ان کی خدمات:

کائنات کا مکمل نظام عورت کے وجود سے پیوستہ ہے اسی عورت میں ماں ہے اگر وہ اپنی ممتا کی عظمت کو پہچان سکتی ہو، اسی عورت میں ایک وجود بہن کی محبتوں کا ہے بشرطیکہ بہن اپنے دل کی محبتوں پر یقین کامل رکھتی ہو۔ اسی عورت کے ایک رشتے میں وفا ایثار، اور قربانی کی عظیم ہستی بیوی کی صورت میں ہے، اگر وفا، ایثار اور قربانی والی شریک حیات اپنی آنکھوں میں شرم و حیاء کے زیور کو پہچانتی ہو۔ اسی عورت کے ایک رشتے میں بیٹی کی رحمت کا خزانہ چھپا ہے، بشرطیکہ بیٹی اپنے وجود میں چھپی ہوئی عزت و محبت اور اپنی رحمت کو پہچانتی ہو۔ تاریخ اسلام کے ہر عہد میں مثالی اور عظیم ماؤں کے عظیم فرزندوں نے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ اپنے بچوں کی تربیت اور کردار سازی، ان کے اندر ایک مکمل انسان کی صلاحیتیں پیدا کرنے کے لئے ماں کو چاہئے کہ

ان اکابرین اسلام اور مشاہیر اسلام کے حیات وخدمات کا تذکرہ بچوں سے کہانی کے انداز میں کر کے بتائیں تا کہ ان مثالی وتاریخی اور عظیم شخصیتوں کے واقعات وخدمات بچوں کے ذہنوں پر نقش ہوتے جائیں تا کہ وہ بھی بڑے ہوکر ایک باوقار، اور باعزت نیک وصالح انسان بن کر انسانیت کی، وطن کی اور دین کی خدمت کرسکیں۔

اولاد کی تربیت اور ماں کے فرائض وذمہ داریاں:

اسلام و پاکستان اولاد کی تخلیق کر کے ماں بننا آسان کام ہے، اللہ رب العزت اسی فیصد دختران حوا کو اولاد کی نعمتوں سے بہرہ مند کیا کرتے ہیں، لیکن ماں کی ممتا اور اس کی عظمت پر کیا کوئی ماں پہنچ سکتی ہے، یہ سوال آج کی ماؤں کے لئے ایک سوال کی صورت میں لمحہ فکریہ اور اصلاح کی طرف دعوت دے رہا ہے کہ آج کی مائیں چند لمحوں کے لئے غور کریں کہ ماضی کی جو عظیم اور تاریخ ساز مائیں تھیں، ان کا جو زمانہ تھا ان ماؤں کو تاریخ ساز فرزند کا تحفہ اللہ رب العزت نے کن صفات کی بناء پر عطا کیا تھا، اس سلسلے میں کامیاب ماں کی مصنفہ ہمشیرہ محمد صدیق احمد تحریر کرتی ہیں کہ دنیا میں سب سے مشکل کام ماں بننا ہے کیونکہ ماں بننے کے ساتھ ایک بہت اہم ذمہ داری بنت حواء پر آ پڑتی ہے، اور ایک نسل نو کو سنوارنے کا طریقہ اس کے ذمے آ جاتا ہے اور نیز اس کو اپنی بہت ساری خواہشات کی نفی کرنی پڑتی ہے۔(۱۱)

امر فریحہ اپنی کتاب میں تحریر کرتی ہیں: ''آج کے دور میں مسلمان عورت اور تمام کائنات کی بنت حوا اس طرح زندہ رہ رہی ہے کہ اس کی زندگی میں سے اسلام کی علامات اور نشانیاں گم ہوچکی ہیں۔ یہ بنت حوا کی ہی ذمہ داری ہے کہ وہ ازسرنو ان خوبیوں کو خود میں دوبارہ اسی انداز میں پیدا کریں جس طرح وہ عہد نبوی ﷺ میں اور صحابہ کرامؓ وتابعین عظام کے دور میں مسلمان عورت میں پائی جاتی تھی۔(۱۲)

اولاد کی تربیت کے چند درخشاں اصول:

اس فانی دنیا میں اللہ رب العزت کا ایمان کے بعد جو عطا کردہ دولت بڑی ہے وہ

اولاد کی نعمت ہوا کرتی ہے، لیکن آج دورِ حاضر میں والدین نے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت اور امانت کی آبیاری میں خیانت کا مظاہرہ کیا اور نتیجہ آج ساری دنیا کے سامنے ہے۔ بزرگوں کا قول ہے کہ ''جو بوؤ گے وہ کاٹو گے'' آج دورِ حاضر میں خصوصاً دنیائے اسلام میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اسی قول کی نشاندہی کر رہی ہے، والدین پر یہ بات لازم ہے کہ جب اللہ رب العزت ان کو اولاد کا تحفہ عطا کریں تو ان کی پرورش و تربیت کے ضمن میں ان نکات کا خیال رکھیں:۔

۱۔ اولاد کو اللہ تعالیٰ کا انعام تصور کیجئے۔

۲۔ اس کی خوشی منایئے۔

۳۔ اولاد نہ ہو تو دعا کیجئے۔

۴۔ اولاد کی پیدائش کو بارگراں تصور نہ کیجئے۔

۵۔ اولاد کو ضائع کرنا بھیانک گناہ ہے۔

۶۔ پیدائش سے پہلے یا بعد میں اولاد کا ضائع کرنا دونوں جہاں کی تباہی ہے۔

۷۔ اولاد کا بہترین اسلامی نام تجویز کیجئے۔

۸۔ غلط نام رکھا گیا ہو تو اس کو تبدیل کر دیجئے۔

۹۔ اولاد کا عقیقہ کیجئے۔

۱۰۔ سب سے پہلے کلمہ کو سکھائے۔

۱۱۔ ماں اپنے بچے کو اپنا ہی دودھ پلائے۔

۱۲۔ بچوں کو بے جا ڈرانے سے پرہیز کیجئے۔

۱۳۔ اولاد کے ساتھ نرم رویہ اختیار کیجئے۔

۱۴۔ چھوٹے بچوں سے پیار کیجئے۔

۱۵۔ اولاد کو دینی و مذہبی تعلیمات سے مزین و آشنا کیجئے۔ کیونکہ دین ہی اصل کامیابی ہے۔

۱۶۔ ۷ برس سے نماز کا پابند بنانا اور سکھانا شروع کیجئے۔

۱۷۔ ۱۰ سال کی عمر میں اس کا بستر الگ کر دیجئے۔

۱۸۔ بچوں کے عیب کو دوسرے کے سامنے ظاہر نہ کیجئے۔

۱۹۔ بچوں کی اصلاح کا اور اخلاقی تربیت کا خاص خیال رکھا جائے۔

۲۰۔ بچوں کو قرآنی قصے اور دینی واقعات کہانی کے انداز سے ذہن نشین کرایا جائے۔

۲۱۔ بچوں کو مغربی طرز کے لباس سے دور رکھا جائے۔

۲۲۔ بچوں کو مشرقی اور ہلکے لباس کا استعمال کرایا جائے۔

۲۳۔ بچوں کی غیر ضروری ضد سے اجتناب کیا جائے۔

۲۴۔ بچوں کو اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈلوائے۔

۲۵۔ لڑکی کی پیدائش پر بھی اللہ کا شکر ادا کیجئے۔

۲۶۔ اولاد کے ساتھ یکساں سلوک کیجئے۔

۲۷۔ لڑکی کی پیدائش پر بھی اللہ کا شکر ادا کیجئے۔

۲۸۔ لڑکیوں کی تربیت میں انتہائی خوش دلی کا مظاہرہ کریں۔

۲۹۔ بیٹی کو جائیداد میں سے متعینہ حصہ خوش اسلوبی سے ادا کیجئے۔

۳۰۔ بیٹا اور بیٹی کے درمیان کوئی تفریق نہ اختیار کیجئے۔

۳۱۔ اولاد کے لئے والدین دعا کرتے رہیں۔

ان چند مندرجہ بالا سنہرے اصول وضوابط کی روشنی میں اولاد کی تربیت کے امور انجام دیئے جائیں، تو اللہ رب العزت ان کو نیک اور صالح فرزند بنا سکتے ہیں، اگر ہم نے اولاد کی تربیت اور ان کی دیکھ بھال میں کوتاہی کا مظاہرہ کیا تو آج کا نتیجہ آپ سب دیکھ رہے ہیں، لہٰذا اپنی اولاد کی تربیت و پرورش میں کوئی کوتاہی برداشت نہ کی جائے، ورنہ دین و آخرت دونوں جہاں میں نقصان ہوگا، اور اللہ اپنی امانت واپس بھی لے سکتا ہے، جس طرح آج کل لے رہا ہے۔ اللہ فصل پیدا کرنا جانتا ہے تو اس کر کاٹنا بھی آتا ہے۔

مولانا محمد عمر پالن پوری اپنی کتاب میں تحریر کرتے ہیں:

اولاد کو پاکیزہ اور دینی تعلیم و تربیت سے آراستہ کرنے کے لئے اپنی

تمام تر کوششیں وقف کر دیجئے اور اس راہ میں بڑی سے بڑی قربانی سے
بھی دریغ نہ کیجئے۔ یہ آپ کی دینی ذمہ داری ہے۔ (۱۳)

تربیت پر اثر انداز ہونے والے عوامل:

مفکرین کا کہنا ہے کہ جب بچہ دنیا میں آتا ہے تو وہ ایک سادہ کاغذ کے مانند ہوتا ہے اور والدین جو چاہیں اس پر نقش کر سکتے ہیں، لیکن اس بات میں زیادہ صداقت یہ ہے کہ زندگی عظیم اور نیک لوگوں کی ان ماؤں کے بطن ہی میں آتی ہے جو اللہ رب العزت کے احکامات کے مطابق زندگی گزارتی ہیں، اللہ رب العزت اپنی کتاب قرآن مجید میں فرماتا ہے:

ترجمہ: قائم ہو جاؤ اس فطرت پر جس پر اللہ رب العزت نے انسانوں کو
پیدا کیا ہے۔ (۱۴)

اسی طرح پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اس کو یہودی، نصرانی،
یا مجوسی بنا دیتے ہیں''۔

یہ حقیقت ہے کہ بچہ کی تربیت میں سب سے اہم کردار والدین کا ہوتا ہے، اولاد کا جو تحفہ نیک اور عظیم والدین کو ملتا ہے وہ ان کی مزید بہترین تربیت و کردار سازی کر کے اسے کامیاب و بااخلاق انسان بنا دیتے ہیں، غلط تربیت کر کے یا تربیت سے لاپرواہی کر کے اس کے بگاڑ کا سبب بنتے ہیں، جس طرح کے آج کا معاشرہ اپنی داستان سنا رہا ہے، امام غزالی رحمہ اللہ بچوں کی تربیت کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

بچہ والدین کے پاس اللہ رب العزت کی امانت ہے اس کا پاکیزہ دل ایک قیمتی جوہر ہے اگر بچے کو بھلائی کا عادی بنایا جائے، اور اچھی تربیت کے ساتھ تعلیم دی جائے تو بچہ اسی نہج پر پروان و پرورش پاتا ہے، اور دنیا و آخرت میں سعادت حاصل کرتا ہے اگر بچے کو بری باتوں کا عادی بنایا جائے، یا اس کی تربیت و کردار سازی سے غفلت برتی جائے اور اسے جانوروں کی طرح آزاد چھوڑ دیا جائے تو بدبختی و بربادی اس کا مقدر بن جاتی ہے، آج کے حالات اور صورتحال اسی

بات کا مظہر ہے کہ والدین نے اپنی امانت کو بہتر طور پر نہیں استعمال کیا اور نتیجہ وہی برآمد ہوتا ہے کہ جب کسان بیج ڈال کر کھیت کی آبیاری نہ کرے تو اس کو اس کی بیج سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اگر کھیت پر محنت کرے گا، وقت پر پانی اور اس کا خیال رکھے گا تو وہ کھیت اس کو اس کی محنت کا بھرپور صلہ دے گا، اولاد کی مثال بھی اسی طرح ہے ہم والدین جس قدر اس کی بہتر آبیاری، تربیت اور کردار سازی کریں گے وہ اولاد نہ صرف والدین کو، وطن کو بلکہ انسانیت کو بڑا بن کر اپنی صلاحیتوں سے بہرہ مند کرے گی، آج کے والدین چند لمحوں کے لئے ان عظیم لوگوں کی زندگی کا مطالعہ کریں، جنہوں نے اس دنیا میں لوگوں کی بھلائی اور ترقی کے لئے کام کئے۔

والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کی ہمہ جہتی تربیت کے فرائض خلوص ولگن کے ساتھ انجام دیں، کیونکہ یہ بچے نہ صرف اللہ رب العزت کی امانت ہیں بلکہ ملک وقوم کا سرمایہ ہیں۔

ہم سب کو معلوم ہے کہ بچے ملک وملت اور مذہب و دین کے مستقبل کے معمار اور محافظ ہوتے ہیں، اس حوالے سے مولانا محمد عبدالمعبود اپنی کتاب ''عہد نبوی ﷺ میں نظام تعلیم'' میں فرماتے ہیں:

> بچوں ہی نے بڑے ہوکر ملک وقوم کا انتظام و انصرام اپنے ہاتھ میں لینا ہوتا ہے اس لئے ان کی تعلیم و تربیت بے حد ضروری ہے اور سب سے مقدم ہے۔

سیدنا عروہ بن زبیرؓ نے اپنے بچوں کو کیسی قابل رشک اور لائق صد تحسین وصیت فرمائی تھی، آپ نے یہ حوالہ ''عیوان الاخبار جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ سے اخذ کیا ہے جس میں تحریر ہے:

> ''تم علم حاصل کرو، اگر آج قوم میں سب سے چھوٹے ہو تو کل دوسرے لوگوں میں علم کی برکت سے تم بزرگ بن جاؤ گے''۔ (۱۵)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

> ''والد کی طرف سے اولاد کے لئے بہترین تحفہ علم وادب کا سکھانا ہے۔''

خلیفہ چہارم اور داماد رسول حضرت علیؓ (۶۰۰ء-۶۶۰ء) کا ارشاد ہے:

''بچپن کی پڑھائی پتھر پر کھدائی ہے''

ایک اور جگہ بیان ہوتا ہے:

''بچپن میں علم حاصل کرنا ایسا ہے جیسے پتھر پر نقش اور بڑھاپے میں علم حاصل کرنا پانی میں نقش کی طرح ہے''۔

چنانچہ سرکار دو عالم، محسن انسانیت، پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کے نونہالوں اور امت کے پاسبانوں کی تعلیم و تربیت پر بھرپور توجہ دی۔ قرآن کریم و حدیث اور فقہی مسائل کی تعلیم کے علاوہ عام و نوشت خواند کے جس سنہری دور کا آغاز مدینہ منورہ سے ہوا تھا اس میں بچوں کی تعلیم و تربیت کو اولیت حاصل تھی۔

زندگی کا چونکہ قرآن کریم کی رو سے ایک مقصد، ایک مدعا ہے اور ایک منشاء متعین ہے، لہٰذا ان تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اس کو ابتدائی عمر سے آخری عمر تک درجہ بدرجہ ایک خاص قسم کی تعلیم اور ایک خاص قسم کی تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ انسان خاص قسم کی صلاحیتوں کا مالک ہوتا ہے۔ لیکن یہ چیزیں دبی ہوئی ہوتی ہیں، جن کا وجود میں لانا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک معاشرتی ذرائع اس بات کی سعی نہ کریں، کہ ان کو بروئے کار لاکر فرد کی شخصیت کی تکمیل کریں، اور معاشرے کی خدمت کے لئے اس کو تیار کریں۔ کائنات کا سارا ڈھانچہ اور کائنات کی ہر چیز جو زمین و آسمان میں موجود ہے وہ انسان کے لئے حصول علم کا ذریعہ بن جاتی ہے، کائنات کو سمجھے بغیر انسان اپنے کو نہیں سمجھ سکتا ہے۔ کائنات کا سمجھنا فلسفہ اور سائنس کا محتاج ہے اسی لئے قرآن کریم نے اس بات پر زور دیا ہے کہ حصول علم کے سلسلے میں حکمت کا علم بھی ضروری ہے۔

اولاد دونوں جہاں میں پھول ہے، جنت کا راستہ اولاد کی تربیت سے ہے، دور حاضر کے حالات اور صورتحال اس بات کا تقاضا کر رہی ہے کہ مسلمان مائیں اپنی پہچان اور ماں کی ممتا

اور عظمت کو تلاش کریں، ماں اگر صحیح سمت میں گامزن ہوگی تو کائنات کے راز خود بخود افشاں ہوتے جائیں گے، ماں کو اپنی حیثیت اور مرتبے کا تعین کرنا ہوگا۔ ماں کو اپنا حقیقی کردار ادا کرنا ہوگا۔ ماں جب تک اللہ تعالیٰ کے احکامات، قرآن کریم کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیمات سے انحراف کرے گی، دھرتی ماں کے گناہ کو اس کے بیٹے کے خون سے وصول کرتی رہے گی، آج ماں کا بیٹا دوسرے ماں کے بیٹوں کے ہاتھوں اپنی زندگی ہار رہا ہے۔ ایک ماں کا بیٹا دوسری ماں کے بیٹے کے خون سے ہاتھ رنگین کر رہا ہے، ماں کی ممتا کو خبر ہی نہیں کہ آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے، اللہ رب العزت کی لاٹھی میں آواز نہیں ہے، مگر جب وہ حرکت میں آتی ہے تو کہیں زلزلہ نظر آتا ہے۔ کہیں سیلاب نظر آتا ہے اور کہیں بمباری و ٹارگٹ کلنگ کی وباء نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ختم کرنے کا اور موجودہ حالات سے خود کو بچانے کا واحد طریقہ اور راستہ یہی رہ گیا ہے کہ اپنے رب کے حضور اپنے گناہوں کی توبہ واستغفار کریں اور اس سے بخشش کی پناہ مانگیں۔

اللہ رب العزت معاف کرنے والا ہے وہ اپنے بندوں کو ہدایت دینے والا ہے، گمراہی کو چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے منسلک ہو کر اپنی زندگی کے رات دن گزاریں، اپنے بچوں کو اخلاقی، اور مذہبی تعلیمات سے مستفید کریں۔ قرآن کی تعلیمات اور دینی علوم کے فیضان سے ان کے دلوں کو منور کریں، مغربی ثقافت اور غیر ملکی مہلک خطرناک ایجادات سے اپنے پھول کو بچائیں۔ کیونکہ اللہ دیکھ رہا ہے، جب ہم اپنے پھول کی بہتر دیکھ بھال نہیں کریں گے، تو کوئی پھول کا دشمن اس پھول کو (اولاد) نقصان پہنچا کر چلا جائے گا، اپنی بات اس دعا کے ساتھ ختم کر رہا ہوں کہ:

اے دور حاضر کی ماں — کہاں گم ہو گیا تیری عظمت کا نشان
کیوں ہے آج آدمی کا لہو ارزاں — غور کر دورِ حاضر کی امت کی ماں
کھو گیا ہے تیری عظمت کا نشان — منا لے اپنے رب کو اے ماں
ہو جائے گا وہ آدمیت پر مہربان — اے دور حاضر کی ماں ڈھونڈ لے اپنا نشاں

حواشی وحوالہ جات:

۱۔ قرآن مجید، سورہ بقرہ، آیت ۳۰
۲۔ قرآن مجید، سورہ العصر
۳۔ عبداللہ، شیخ، انسان اپنی صفات کے ائینے میں، جهت السلام، لاهور، ص ۱۵
٤۔ قرآن مجید، سورہ احزاب، آیت ۲۱
۵۔ مختار، ڈاکٹر، حبیب اللہ، اسلام میں والدین کی تربیتی ذمہ داریاں، لاهور، نعمان کتب خانہ، ص ۲۳
٦۔ اقبال، کلیات اقبال، شمع بك يجنسی، لاهور
۷۔ ایضاً
۸۔ قرآن مجید، سورہ روم، آیت ۳۰
۹۔ قرآن مجید، سورہ تحریم، آیت ٦
۱۰۔ مختار، ڈاکٹر، حبیب اللہ، اسلام میں والدین کی تربیتی ذمہ داریاں، لاهور، نعمان کتب خانہ، ص ۲۵
۱۱۔ محمد صدیق، همشیرہ، کامیاب ماں، ضیاء القرآن، لاهور، ۲۰۰۵ء، ص ۹۰
۱۲۔ ام فریحہ، نیك ماؤں کا مثال کردار، ادارہ مطبوعات خواتین، لاهور، ص ۱۵۰
۱۳۔ محمد عمر، مولانا، پالن پوری، مدنی معاشرہ، کراچی، عائشہ جاپان اکیڈمی، ص ٦۱
١٤۔ قرآن مجید، سورہ روم، آیت ۳۰
۱۵۔ مختار، ڈاکٹر، حبیب اللہ، اسلام میں والدین کی تربیتی ذمہ داریاں، صمرنداء، نعمان کتب خانہ، لاهور

آپ ﷺ کے عطا کردہ معاشی ضوابط اور تاجروں کی تربیت

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری

سابق پروفیسر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، وممبر صوبائی اسمبلی وقومی اسمبلی

ABSTRACT

Prof. Dr. Noor Muhammad Ghafare

Prophet Muhammad ﷺ laid down guiding principles for human being in every discipline of life. One of these is economic training. This thesis deals with this very aspect of human life.

Prophet Muhammad ﷺ enjoined the traders to speak politely, encouraged them to do the free trade and business and has strictly forbidden them from exploitative business. Interest based transactions, hoarding and adoption of unfair means for earning bread is strongly discouraged. Prohet ﷺ instructed his followers to adopt Permitted (Halal) means and the same should be fed to their children as well to themselves.

If the given strategy by prophet ﷺ is applied economic in and financial matters, it can always help the country to grow economically and overcome the financial crunch.

اسلام نے تجارت کے بابرکت پیشہ کو پاکیزہ اور صاف ستھرا رکھنے کے لئے چند ضوابط مقرر کئے ہیں اور یوں تجار کو تلقین کی ہے کہ وہ ان ضوابط کی پابندی کریں، ورنہ یہ بابرکت پیشہ جس پر ثواب آخرت کا وعدہ بھی ہے، ان کے لئے حرام رزق کا ذریعہ اور آخرت میں رسوائی کا موجب بنے گا۔ ان اسلامی ضوابط میں سے چند اہم درج ذیل ہیں۔

عقیدہ اور اخلاق

اسلام نے اپنے قوانین تجارت کی بنیاد عقیدہ اور اخلاق پر رکھی ہے۔ اسلام تجار کو سکھاتا ہے کہ وہ اللہ کریم کے بندے ہیں، جو ان کے ہر ڈھکے چھپے کو ہر وقت دیکھتا اور جانتا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيباً (۱)

ترجمہ: ''یقیناً اللہ کریم ہر ایک شے پر نظر رکھے ہوئے ہے۔''

اور جب اسلام نے یہ سکھا دیا کہ تمام مسلمان (بلکہ انسان) آپس میں بھائی بھائی ہیں تو پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک بھائی کم تول کر اور زیادہ قیمت وصول کر کے اپنے بھائی کو نقصان پہنچائے اور دوسرا کم قیمت دے کر یا ناقص مال دے کر کھرے مال کی قیمت وصول کرے اور یوں اپنے بھائی کا معاشی استحصال کرے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی جامع تعلیمات میں اس عقیدہ کی بنیاد ان الفاظ میں فراہم کر دی ہے۔

لا یومن احدکم حتیٰ یحب لاخیہ مایحب لنفسہ(۲)

ترجمہ: ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔''

اسلام چاہتا ہے تجارت پیشہ افراد اخلاقِ حسنہ سے متصف ہوں، وہ اخلاقِ حسنہ یہ ہیں: صدق و امانت، دیانت، معاملات کی صفائی اور اگر معاملہ طے کرنے میں کبھی تکرار تک

نوبت پہنچ جائے تو نرم گفتگو اور عزتِ نفس کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان اوصاف سے متصف تجار کے لئے دعا کی ہے۔

رحم الله رجلا سمحا إذا باع وإذا اشترى و إذا اقتضى (۳)

ترجمہ: ''اللہ کریم کی رحمت ہو اس شخص (تاجر) پر جو جب کبھی بیچے، خریدے اور قرض لینے کا مطالبہ کرے تو نرم گوئی سے کرے اور درگزر کا معاملہ کرے۔''

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

ألا أخبركم بمن يحرم على النار و تحرم عليه النار، سهل إذا باع سهل اذا اشترى، سهل إذا اقتضى۔ (۴)

ترجمہ: ''کیا تمہیں اس شخص کے بارے میں نہ بتادوں جو آگ پر حرام اور آگ اس پر حرام کردی گئی ہے؟ ہر ایک نرم پہلوؤں والا جو جب بیچے جب خریدے اور جب مطالبہ کرے تو آسانی و سہولت سے معاملہ کرے۔''

ایک جگہ اس خوشخبری کو آخرت میں تجارت کے لئے اعزاز واکرام کا موجب ہونے کے لئے دوسرے انداز میں دہرایا ہے:

أنا أحق بذلك منك، سامحوا عبدي و تجاوزوا عنه كما كان يسامح في دار الدنيا (۵)

ترجمہ: ''میں اس کا حق ادا کرنے میں تم سے زیادہ ہوں۔ میرے بندے سے درگزر کرو جیسے یہ دنیا میں درگزر سے کام لیا کرتا تھا۔''

كان تاجر يداين الناس، فإذا رأى معسرا قال

لفتيانه: تجاوزوا عنه، لعل الله أن يتجاوز عنا، فجاوز الله عنه. (٦)

ترجمہ: ایک تاجر لوگوں سے ادھار کا معاملہ کرتا تھا، جب وہ (مقروض کو) تنگدست دیکھتا تو اپنے کارندوں کو کہتا اس سے درگزر کرو شاید اللہ کریم ہم سے بھی درگزر کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے درگزر فرما دیا۔

یہاں اس عقیدہ کی برکات اور ربیت کے ثمرات کو دکھایا جا رہا ہے اور بتایا گیا ہے کہ جو مخلوقِ خدا سے درگزر کرے گا اللہ کریم اس سے درگزر فرمائیں گے۔

تجارتی اخلاقِ حسنہ کو آپ ﷺ نے ایک دوسرے انداز میں یوں ادا فرمایا:

البيعان بالخيار مالم يتفرّقا فان صدقا وبينا بورك لهما في بيعهما وإن كتما وكذبا فحقت بركة بيعهما. (٧)

ترجمہ: ''بیوع میں خیار ہوتا ہے جب تک فریقین (بائع و مشتری) علیحدہ نہ ہو جائیں۔ البتہ اگر انہوں نے سچائی اختیار کی اور (مبیع یعنی فروخت اور خرید کی جانے والی شئے کے عیوب کو) واضح بیان کر دیا تو انہیں ان کی تجارت میں برکت دی جائے گی، اور اگر انہوں نے عیوب کو چھپایا اور جھوٹ بولا تو ان کی بیع کی برکت مٹا دی جائے گی۔''

عن واثلة ابن الاسقع قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: من باع عيبالم يتنبه لم يزل في مقت الله أولم تزل الملئكة تلعنه. (٨)

ترجمہ: ''حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جس کسی نے

ایسے عیب کے ساتھ کوئی شئے فروخت کی، جس عیب پر اس نے (خریدار کو) آگاہ نہیں کیا تھا، وہ ہمیشہ اللہ کریم کے غصہ میں رہے گا یا فرشتے ہمیشہ اس پر لعنت کرتے رہیں گے"۔

اس ارشاد مبارک میں ان بدقسمت تاجروں کے لئے درس عبرت اور تربیت ہے جو ناقص مال دے کر خالص کی قیمت وصول کرتے ہیں۔ انسانوں کو دھوکہ دے کر اور چند کھوٹے سکے کما کر خود اور اپنی اولاد کو حرام کھلا رہے ہیں۔

اسی طرح ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بازار کی طرف نکلے تو لوگوں کی طرف دیکھا کہ خرید و فروخت میں مشغول تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا۔

يا معشر التجار! يا معشر التجار! فرفعوا أعناقهم واستجابوا وانصتوا، فقال: إن التجار يبعثون يوم القيامة فجار إلّا من اتقى الله و بر و صدق۔ (۹)

ترجمہ: "اے تجار کا گروہ! اے تجار کا گروہ! (لوگوں نے آواز سنا کر) اپنی گردنیں اٹھائیں، متوجہ ہوئے اور سراپا گوش بن کر سننے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تجار قیامت کے دن فاجر بن کر اٹھیں گے، سوائے اس تاجر کے جس نے اللہ کریم کا خوف کیا، بھلائی کی اور سچ بولا۔"

مذکورہ احادیث سے یہ امر بخوبی واضح ہوتا ہے کہ اسلام کے تعلیم کردہ تجارتی ضابطہ اخلاق کے اپنانے سے نہ صرف آخرت میں اجر و ثواب کا وعدہ ہے بلکہ دنیا میں بھی ان اخلاقِ کریمانہ سے مزین تجار کو برکت اور فلاح کی خوشخبری سنادی گئی ہے۔

تربیت اور کاروبار تجارت کی آزادی

اسلام نے تجارت میں تجارتی کاروبار، تجارتی معاملات اور معاہدات لین دین کو تجارتی حریت پر مبنی کیا ہے اور جہاں اسلامی ریاست کو تجار کے معاملات میں دخل اندازی کی اجازت دی گئی ہے اس کا مدعا بھی خریداروں اور فروخت کاروں کے مصالح کا تحفظ کرنا، انہیں

یقینی بنانا اور ان کے حصول میں مدد دینا ہوتا ہے، مثلاً کاروباری مراکز کے لئے جگہوں کا انتخاب، ناپ تول کا نظام، راہداری کی سہولتیں، ذرائع نقل وحمل، بازار زر کی ترویج، نظام منڈی کی نگرانی، وغیرہا سب تجارتی سرگرمیوں کو ترقی اور تحفظ دینے کے لئے ہوتا ہے، اور ان کا مدعا کبھی بھی یہ نہیں ہوتا یا ہوسکتا کہ ان سہولیات کو حکومت تجارت کی راہ کا پتھر بنائے۔ ہاں یہ خدمات ان بدباطن تجار کے لئے رکاوٹ بن سکتی ہیں جو ملاوٹ اور دھوکہ دہی سے کام لیں، ذخیرہ اندوزی کر کے مصنوعی قلت پیدا کریں اور قیمتوں کو چڑھا کر مجبور صارفین کا معاشی استحصال کریں۔

قرآن مجید نے اس تجارتی حریت کا اعلان ان الفاظ میں کیا ہے:

اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (۱۰)

ترجمہ: ”مگر یہ تجارت تمہاری باہمی رضامندی سے ہو۔“

نبی کریم ﷺ کو تجارتی کاروبار کی طبعی آزادی کا کس قدر احساس تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک بار مدینہ منورہ کے تجار نے مل کر آپ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ان کے لئے بازار کے نرخ متعین کردیں۔ آپ ﷺ نے اس تجویز کو رد کرتے ہوئے فرمایا۔

لا تسعروا فان اللہ ھو المسعر (۱۱)

ترجمہ: ”بھاؤ مقرر نہ کرو کیونکہ بھاؤ مقرر کرنے والی ذات پاک تو اللہ کریم ہی کی ہے۔“

اس الہامی جواب میں آپ ﷺ نے تجارتی کاروبار کو سرکاری سطح پر منظم کرنے اور یوں اللہ کریم کے ان گنت بندوں کو تجارت کے ذریعے روزی کمانے سے باز رکھنے کے آئندہ کسی فیصلہ کے امکان ہی کو رد کردیا ہے۔

اسلام صرف داخلی تجارت ہی کی آزادی کا قائل نہیں بلکہ وہ خارجی تجارت کو بھی آزاد دیکھنا چاہتا ہے۔

ذخیرہ اندوزی نہ کرنے کی تعلیم وتربیت:

اسلام کے عادلانہ نظامِ تجارت نے احتکار (ذخیرہ اندوزی) کو اس کی تمام انواع و اقسام کے ساتھ ممنوع قرار دیا ہے اور اسلامی ریاست کو اجازت دی ہے کہ وہ اس ملعون عمل کو روکنے کے لئے دخل اندازی کرے۔

شریعت اسلامی کی رو سے ذخیرہ اندوزی Hoarding یہ ہے کہ کوئی شخص غلہ یا دیگر اجناس کی بڑی مقدار اس لئے اکٹھا کرلے یا خرید کر ذخیرہ کرلے کہ بازار گراں ہو جائے اور صارفین میں اس چیز یا جنس کی مانگ کا مرکز صرف وہی بن جائے اور وہ مجبور ہوکر اس ذخیرہ اندوز (محتکر) سے اس کی شرائط اور مقررہ نرخوں کے مطابق خریدیں۔ البتہ اگر بازار میں اس ذخیرہ کی جانے والی شئے یا جنس کی کوئی کمی نہ ہو اور کسی شخص کے کسی شئے کو ذخیرہ کرنے کا قیمتوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہو تو فقہاء اسلام نے اس ذخیرہ کرنے کو ذخیرہ اندوزی نہیں کہا ہے۔ (۱۲)

اسلام کے قانونِ تجارت میں ایسا تاجر ملعون اور خطا کار ہے جو ذخیرہ اندوزی کر کے مصنوعی قلت پیدا کرے اور پھر بازار میں اپنا مال لا کر من مانے دام وصول کرے۔ ایسا تاجر دراصل ڈاکو اور قاتل کی طرح ہے جو اپنی قبا رکھنے کے لئے اپنے بھائیوں کا خون نچوڑنا چاہتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے انسان دشمن تاجر کے نفسیاتی عمل اور اس کے انجام کی اطلاع اس طرح دی ہے:

من احتكر يريد أن يغلي بها على المسلمين فهو خاطي۔ (۱۳)

ترجمہ: ''جس تاجر نے ذخیرہ اندوزی اس ارادہ سے کی کہ وہ اس طرح مسلمانوں پر اس شئے کی قیمت چڑھائے وہ خطا کار ہے۔''

آپ ﷺ نے جائز طریقہ تجارت سے نفع کمانے والے تاجر اور ذخیرہ اندوز میں فرق کرتے ہوئے فرمایا:

ألجالب مرزوق والمحتكر ملعون۔ (۱۴)

ترجمہ: ''سوداگر کو رزق ملتا ہے اور ذخیرہ اندوز لعنتی ہے۔''

آپ ﷺ نے ایک حدیث شریف میں ذخیرہ اندوزی کی مدت کی طرف بھی اشارہ کردیا ہے اور اس کے برے انجام سے بھی ڈرایا ہے، فرمایا:

من احتكر طعاما أربعين يوما فقد برئ الله منه۔ (۱۵)

ترجمہ: ''جس نے اشیاء خوردنی کی ذخیرہ اندوزی چالیس روز تک کئے رکھی۔ اللہ کریم اس کی ذمہ داری سے بری ہوں گے۔''

من احتكر على المسلمين طعامهم، ضربه الله بالجزام والإفلاس۔ (۱۶)

ترجمہ: ''جس نے مسلمانوں کے خلاف اشیاء خوردنی کی ذخیرہ اندوزی کی، اسے اللہ کریم کوڑھ اور مفلسی میں مبتلا کریں گے۔''

اس ضمن میں ابن قدامہ رحمہ اللہ علیہ نے ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دکاندار کو ذخیرہ اندوزی سے منع فرمایا اور ساتھ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتناعی ارشاد بھی سنایا مگر وہ باز نہ آیا اور کوڑھی بن گیا۔ (۱۷)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک ذخیرہ اندوز کا غلہ (سزا کے طور پر) جلا دیا۔ (۱۸)

فقہاء اسلام کی ایک جماعت نے ایسے تجار کا سامان حکومت اسلامیہ کو بازار کے نرخوں پر فروخت کرنے کی اجازت دی ہے۔ (۱۹) اور انہوں نے اپنے فتویٰ کی بنیاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمودہ اس قانونی کلیہ پر رکھی ہے۔

لاضرر ولا ضرار۔ (۲۰)

ترجمہ: ''نہ نقصان برداشت کرو نہ نقصان کا موجب بنو۔''

اس بارے میں فقہاء احناف کا فتویٰ ہدایہ میں یوں درج ہے۔:

جب (محتکر کا) مسئلہ قاضی کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ محتکر کو حکم دے گا
کہ وہ اپنی اور اپنے اہل خانہ کی غذائی ضروریات (جن کا اندازہ فراخی
سے کیا جائے گا) سے جو کچھ فاضل بچے اس کو فروخت کردے۔ اور
قاضی اس کو احتکار کرنے سے منع کردے گا۔ اگر اسی تاجر کو دوبارہ اسی
جرم میں قاضی کے سامنے پیش کیا جائے تو اسے قید کردے گا اور مناسب
حال سزا دے گا تاکہ عامۃ الناس کی ضرر رسانی ختم ہو۔(۲۱)

اسلام کے قانون تجارت نے ذخیرہ اندوزی کی تمام ممکنہ صورتوں کو بھی مردود قرار دیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دور میں احتکار کی دو مروجہ صورتوں "تلقی الرکبان" اور "بیع حاضر للباد" کو ممنوع قرار دیا۔ اس سلسلے میں درج ذیل نظائر قابل توجہ ہیں۔

نھی رسول اللہ ﷺ عن تلقی الرکبان۔ (۲۲)

ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر سے نکل کر باہر سے آنے
والے تجارتی قافلوں سے جا ملنے سے منع فرمایا۔"

فقہاء اسلام نے "تلقی الرکبان" کی تشریح اس طرح کی ہے کہ جب کبھی شہر میں غلہ یا دیگر اشیاء خوردنی کی قلت ہو اور قحط کے آثار نمایاں ہوں اور شہر کے شاطر تجار شہر سے نکل کر شہر کی طرف آنے والے تجارتی قافلوں کو راستہ ہی میں روک کر ان کا تجارتی سامان (خصوصاً اشیاء) خرید کر اور چور بازار میں لاکر اپنی شرائط کے مطابق فروخت کریں اور من مانی قیمت وصول کریں۔(۲۳) "تلقی الرکبان" کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ شہر کے خودغرض تجار باہر سے آنے والے کسانوں اور سادہ لوح دیہاتیوں کو شہر کا اصل بھاؤ بتائے بغیر انہیں دھوکہ دے کر ان کی اشیاء سستے داموں خرید لیں اور شہر کے باہر ہی سے اشیاء کا خرید لینا "تلقی الرکبان" کی نہی میں نہیں آتا جبکہ نہ اشیاء کی گرانی ہو نہ قلت ہو تو ممنوع نہیں ہے۔(۲۴)

نھی رسول اللہ ﷺ ان یبیع حاضر لباد وان کان
اخاہ لابیہ وامہ۔ (۲۵)

ترجمہ: ''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ شہر والا دیہاتی کے لئے بیچنے کا کام کرے۔ (خواہ حقیقی) بھائی ہی ہو۔''

فقہاء اسلام نے ''بیع حاضر لباد'' کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ایک تاجر کا سامانِ تجارت شہر میں موجود ہے مگر وہ صرف اپنی نفع اندوزی اور زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کی قبیح خواہش کی تکمیل کے لئے شہریوں کی ضروریات جاننے کے باوجود اپنا سامان ان کے ہاتھوں فروخت نہ کرے بلکہ دیہات میں جا کر سادہ لوح دیہاتیوں کو مہنگے داموں فروخت کرے۔ بیع حاضر لباد کی دوسری شکل یہ بھی ہے کہ شہری دیہاتیوں کے درمیان مانع بن کر خود دیہاتیوں کی جانب سے ذمہ دار بن کر گراں قیمت پر اشیاء خرید کراتا ہے۔ اگر شہری کا یہ عمل فریقین میں سے کسی کے لئے بھی نقصان کا باعث بنے تو یہ کاروبار ممنوع ہے۔ لیکن اگر وہ صرف دلال کا کام کرے اور اس کی نیت اور عمل دونوں سے کسی فریق (دیہاتی یا شہری) کو نقصان نہ پہنچے تو یہ عمل (دلالی) درست ہے۔ (۲۶)

موجودہ دور میں مہذب احتکار کی مندرجہ ذیل شکلیں رائج ہیں۔

الف﴾ شرکت قابضہ:

ایسی شرکت میں پیداواری کاروبار کے اکثر حصص حصہ دار ہی خریدتے ہیں۔ لہٰذا وہ کسی شئے یا خدمت کی پیداوار کی حد اور اس کی قیمت کا تعین اپنی مرضی سے کرتے ہیں اور یوں خریداروں کا استحصال کرتے ہیں۔

ب﴾ ادماج:

اس استحصالی طریقہ کے مطابق چند کمپنیاں مل کر ایک وحدت قائم کر لیتی ہیں، اور یوں کسی شئے کی پیداوار اور اس کی قیمت پر اجارہ داری قائم کر لیتی ہیں۔

ج﴾ وحدتِ قیمت:

چند مالکان یا کارخانہ داران مل کر بازار میں ایک قیمت طے کر لیتے ہیں اور اس

قیمت کے ذریعے گاہکوں کا استحصال کرتے ہیں اور اپنے نفع کا زیادہ سے زیادہ حصول ممکن بنا لیتے ہیں۔

سود سے بچنے کی تربیت:

اسلام کے عادلانہ قانونِ تجارت نے تجارتی کاروبار سے ہمہ قسم کے سود کے خاتمہ کا حکم دیا ہے۔ اسلام نے سود کو معاشی استحصال کی منحوس ترین شکل کہا ہے جس کے معاشی تعاو،، اور نتیجہ معاشی فلاح پر نہایت خطرناک آثار مرتب ہوتے ہیں۔

حرمت سود کی اصل یہ آیت قرآنی ہے:

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۔ (۲۷)

ترجمہ: ''اللہ کریم نے تجارتی کاروبار کو حلال کر دیا ہے جب کہ سودی لین دین کو حرام قرار دیا ہے۔''

اس جرم میں ملوث افراد کے لئے شدید ترین وعید سنائی گئی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ(۲۸)

ترجمہ: ''اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اگر تم واقعی ایماندار ہو تو اللہ کریم سے ڈرو اور جو (تمہارا کسی کے ذمہ) سود باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو پھر تمہارے خلاف اللہ کریم اور اس کے رسول کریم ﷺ کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔''

اس آیت کریمہ کی رو سے اسلامی ریاست کو واضح طور پر اختیار ملتا ہے کہ وہ سود خوروں سے لڑ کر یعنی انہیں سخت سزائیں دے کر سودی لین دین سے باز رکھے۔

سودخور کے ذلت آمیز انجام کی خبر اللہ کریم نے بڑے ڈراؤنے انداز میں دی ہے ارشاد ہے:

الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔(۲۹)

ترجمہ: ''جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (آخرت میں اللہ کریم کے حضور) ایسی حالت میں کھڑے ہوں گے کہ گویا انہیں بھوت پریت لپٹ گیا ہو، اور وہ خبطی ہوگئے ہوں۔ یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ خرید و فروخت کا معاملہ بھی تو سود ہی کی طرح ہے۔''

اس سلسلہ میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمہ اللہ علیہ کے الفاظ قابل غور ہیں وہ لکھتے ہیں:

دراصل سودخور انسان روپیہ اور دولت کے خمار میں ایسا بدمست ہوتا ہے کہ وہ انسانی اخلاق، مروت، ہمدردی بلکہ انسانیت کو بے معنی اور مہمل الفاظ سمجھنے لگتا ہے اور خود غرضی، حرص و طمع اور دوسروں کو برباد کر کے اپنے مفاد کا حصول اس کی زندگی کا نصب العین بن جاتے ہیں۔ وہ ہر وقت اس تگ و دو میں پاگل کتے کی طرح مجنون و مخبوط پھرتا رہتا ہے اور مظلوموں بیکسوں کی فریاد و حالت زار سے اندھا، بہرا اور گونگا بن جاتا ہے۔(۳۰) گویا کہ دیوانہ ہے جسے بھوت پریت لپٹ گیا ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ......جنہوں نے ایک حدیث میں اپنی بعثت کا مقصد ہی اللہ کریم کے بندوں کو کریمانہ اخلاق سکھانا بتایا ہے۔(۳۱) نے سودی معاملات کرنے والوں پر اللہ کریم کی لعنت اور ان کے مجنون و پاگل ہونے کی خبر دی ہے۔ مندرجہ ذیل نظائر پر نظر ڈالئے اور سودخوروں کے عبرت ناک انجام کا اندازہ کیجئے۔

لعن اللہ أکل الربا وموکلہ و کاتبہ وشاھدیہ وقال:
ھم سواء۔ (۳۲)

ترجمہ: ''اللہ کریم نے سود خوار، سودی دستاویز لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والوں پر لعنت کی ہے اور فرمایا کہ اللہ کریم کی لعنت میں وہ سب برابر ہیں۔''

أکل الربوا یبعث یوم القیامۃ مجنونا۔ (۳۳)

ترجمہ: ''سود خور قیامت کے دن پاگل اٹھایا جائے گا۔''

اب ذرا ہمارے آج کل کے تجارتی کاروبار پر نظر ڈالئے۔ مقام افسوس وحسرت ہے کہ سارا کاروبار سود کی ظلمت میں گھرا ہوا ہے اور ہمیں پرواہ بھی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے؟ اور اس کا انجام دنیوی ذلت، مفلسی، محتاجی اور آخرت مین عذابِ جہنم ہوگا۔

ملاوٹ اور دھوکہ دہی نہ کرنے کی تربیت

ملاوٹ اور دھوکہ دہی جسے آج کل کاروباری ہنر اور نفع آوری کا بہترین ذریعہ سمجھ لیا گیا ہے۔ اسلام کے قانونِ تجارت میں نہایت قبیح حرکت اور انسانیت سوز عمل قرار دیا گیا ہے۔ تجارتی کاروبار میں اس قسم کی حرکات کرنے والے کمینہ فطرت ہے، تجار کی نفسیات یہ ہوتی ہے کہ وہ زیادہ نفع کمائیں، ناقص مال دے کر عمدہ مال کے دام وصول کریں، گویا اپنے بھائیوں کا نقصان کر کے اپنا نفع بڑھائیں وہ انہیں دھوکہ دے کر اور دیوانہ سمجھ کر اپنی اس فرزانگی پر اپنے دل ہی دل میں مفتون ہوئے جاتے ہیں۔ غالبًا انسان دشمنوں، آستین کے سانپوں کو یہ خبر نہیں کہ اپنی اس انسانیت کش حرکت سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کے اعلیٰ منصب سے بھی محروم ہونے کا خطرہ مول لے رہے ہیں، آپ ﷺ نے ایسے تجار کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

من غش فلیس منا۔ (۳۴)

ترجمہ: ''جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک گوالے کا دودھ ملا پانی زمین پر بہا دیا تھا۔ (۳۵)

تا کہ لوگوں کی اس سزا کے ذریعہ تربیت ہو۔

جوا یا سٹہ بازی سے بچنے کی تربیت:

شریعت عادلہ نے کاروبار تجارت میں جوا اور سٹہ بازی کی بھی ممانعت کی ہے۔ جوا یا سٹہ سے مراد صرف وہی جوا ہی نہیں جو نقد کے ذریعے کھیلا جاتا ہے، بلکہ تجارتی کاروبار میں جوا اور سٹہ (Gambling & Speculation) مختلف تجارتی شکلوں میں پایا جاتا ہے۔ جن کے نام گو اور ہیں مگر دراصل وہ تجارتی جوئے ہی ہیں۔ عہد جہالت میں تجارتی جوا کی چند شکلیں بیع ملامسہ، بیع منابذہ، بیع مصارہ (کنکری پھینک کر بیع کرنا) وغیرہ تھیں۔(۳٦) جنہیں اسلام کے عادلانہ نظام تجارت نے حرام قرار دیا۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی تجارتی جوے کی یہ تمام صورتیں موجود ہیں، جنہیں نہایت جدید ترین سائنٹیفک بنیادوں پر منظم کردیا گیا ہے۔ مثلاً موجودہ نظام تجارت میں لاٹری، ریس، سٹہ بازی وغیرہ مہذب تجارتی جوئے کی شکلیں ہیں، اسلام کے حکیمانہ قانون تجارت کی رو سے تجارتی جوا نہ صرف تجارتی، معاشی اور طبقاتی استحصال کا ذریعہ بنتا ہے بلکہ معاشرتی امن کو گھن کی طرح کھا جاتا ہے، اور مساوات، رواداری، ہمدردی اور مروت ان تمام سوتوں کو بند کردیتا ہے، جن سے ایک معتدل معاشرہ کی سیرابی ہوتی ہے۔ اس لئے اسلام نے جوے کی تمام شکلوں کو حرام قرار دیا ہے۔

اِنما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ (۳۷)

ترجمہ: ''بلاشبہ شراب، جوا، بت اور پانسے یہ سب سرتاسر نجاست ہیں اور کارِ شیطان ہیں، ان سے بچو۔''

ایک دوسرے مقام پر ان کے نجاست اور کارِ شیطان ہونے کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا:

اِنما یرید الشیطٰن ان یوقع بینکم العدوۃ والبغضاءَ فی الخمر والمیسر۔ (۳۸)

ترجمہ: ''بلاشبہ شیطان چاہتا ہے کہ شراب اور جوا کی راہ سے تمہارے درمیان بغض وعناد قائم کردے۔''

تجارتی سٹہ کے محرم راز جانتے ہیں کہ یہ تجارتی نظام کو کس طرح تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہے، جس کی تہہ میں صرف اور صرف ایک جذبہ کارفرما ہوتا ہے کہ بلامحنت محض دھوکہ دے کر مکروفریب سے دھن جوڑا جائے۔

شاعر مشرق علامہ اقبال نے اس استحصالی حربہ کی طرف اپنے شعر میں یوں اشارہ کیا ہے:

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے سود ایک کا لاکھوں کے لئے مرگ مفاجات

پورا تولنے کی تعلیم وتربیت

تجارت کے بابرکت اور باوقار پیشہ کو ناپاک اور بے وقار بنانے کی ایک مکروہ سازش اور انسانیت سوز چال ناپ تول میں کمی ہے۔ اس مکروہ حیلہ کے ذریعہ تاجر کم مال دے کر زیادہ کے دام وصول کرنا چاہتا ہے اور اپنے بھائیوں کی آنکھوں میں دھول ڈال کر ان کے خون پسینے سے کمائے ہوئے دام بٹور لیتا ہے۔

اسلام کے قانونِ تجارت نے اس قبیح حرکت کو بہت بڑا جرم بتایا ہے اور اس پر دنیا و آخرت کی خرابی اور رسوائی کی وعید سنائی ہے۔ قرآن مجید نے اس حرکت پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ٥ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ٥ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ٥ (۳۹)

ترجمہ: ''خرابی ہے گھٹا کر دینے والوں کے لئے، وہ لوگ کہ جب دوسروں سے مال لیں تو پورا پورا لیں اور جب دوسروں کو ناپ کر یا تول

کر دیں تو کم دیں۔"

علامہ طبری رحمہ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے۔ وہ کہتے ہیں: جس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگ ناپنے میں بڑے خبیث تھے۔ وہ لوگ ناپ میں پاسنگ مارتے تھے۔ (۴۰) یہاں اس امر کا ذکر کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ اہل مکہ اشیاء تول کر فروخت کرتے تھے اور اہل مدینہ منورہ ناپ کر فروخت کرتے تھے۔ (۴۱)

زمخشری نے اس ضمن میں ایک شخص ابوجہینہ کا ذکر کیا ہے جو ناپ تول میں کمی کی وجہ سے سارے مدینہ منورہ میں مشہور تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ابوجہینہ کے پاس دو پیمانے تھے ایک اپنے خریدنے کے لئے استعمال کرتا اور دوسرا لوگوں کو اپنی اشیاء فروخت کرنے کے لئے استعمال میں لاتا۔ (۴۲)

ناپ تول کی کمی ایک ایسی لعنت ہے، جس میں بعض سابقہ امم کے بددیانت تجار بھی مبتلا تھے اور جس قوم کے نبی علیہ السلام نے یہ ناپاک حرکت اپنی قوم میں پائی اس نے ہمیشہ اس کی مذمت کی اور اس سے باز رہنے کی تلقین فرمائی۔ خصوصاً حضرت شعیب علیہ السلام کا وظیفہ ہی اللہ کریم نے یہی بتایا کہ انہیں صرف اس منحوس حرکت سے لوگوں کو باز رکھنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اس آیت کو پڑھیں اور غور کریں۔

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يَٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا۔ (۴۳)

ترجمہ: "اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔ انہوں نے کہا۔ اے قوم اللہ کریم کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح نشانی آ چکی ہے۔

لہٰذا ناپ اور تول پورا پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی (خرید کردہ) اشیاء کم کر کے نہ دیا کرو، اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد (اپنے اس ناپاک عمل سے) فساد بپا نہ کرو۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجار کو ناپ تول میں کمی کے عذاب اور انجام سے ڈراتے ہوئے فرمایا:

قال رسول اللہ ﷺ لأصحاب الكيل والميزان: أنكم قد وليتم أمرين هلكت فيهما الأمم السابقة قبلكم۔ (۴۴)

ترجمہ: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپ تول والوں کو فرمایا: بلاشبہ تمہیں ایسے دو کاموں کی نگرانی سونپی گئی ہے جن میں کوتاہی کی وجہ سے کئی قومیں تم سے پہلے ہلاک ہوگئیں (وہ دو کام ہیں: ناپ اور تول)۔"

اسلام کا قانون تجارت ناپ تول میں عدل اور قسط سے آگے بڑھ کر احسان کا درس دیتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن بازار سے گزر رہے تھے، ایک شخص کو دیکھتے ہیں جو جو ناپ تول کر رہا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے تعلیم و تربیت دیتے ہوئے فرمایا:

زن و ارجح۔ (۴۵)

ترجمہ: "تول اور جھکتا تول۔"

دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد وقتی تعلیم نہیں تھا، بلکہ قیامت تک آنے والے تمام تجارت پیشہ افراد کے لئے ایک وصیت ہے۔ وحی کے ذریعے غیب کی باتیں بتانے والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ آئندہ چل کر ڈنڈی مارنے والے اور ترازو کے جھکاؤ کا دھوکہ دے کر کم تول دینے والے، گاہک کی آنکھوں میں دھول ڈال کر اسے زیادہ ملنے کی خوش فہمی میں مبتلا کرنے والے ماہر بھی آئیں گے، جنہیں اپنے اس مکروہ فن پر ناز بھی ہوگا، ان کے لئے اس تربیت میں درس فلاح ہے کہ تولو اور جھکتا تولو۔

ناپ تول پورا پورا دینے کے خوشگوار معاشرتی نتائج برآمد ہوتے ہیں، اور اس طرح انسانی قلوب ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں کہ بسا اوقات انسان معاشرتی تعلقات کی بہتر استواری کے لئے اپنی خواہشات تک کی قربانی دینے اور مشکلات برداشت کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں، اس کی طرف اشارہ قرآن مجید نے حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں کیا ہے۔ جب یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں جو ابھی تک آپ سے ناآشنا تھے، سے حضرت بنیامین علیہ السلام (جو یوسف علیہ السلام کے سگے اور دوسرے بھائیوں کے سوتیلے بھائی تھے) کو مصر لانے کو کہا اور انہیں اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام سے اجازت لینے میں جو دشواری ہوگی اسے دور کرنے اور انہیں آمادہ کرانے کو کہا تو انہیں یہی احسان جتلایا کہ دیکھو میں تمہیں پورا پورا تول دیتا ہوں۔ اگر میرا یہ احسان سمجھتے ہو تو آئندہ اپنے بھائی بنیامین کو بھی لانا، قرآن مجید کے الفاظ پر غور کریں۔

قال ائتونی باخ لکم من ابیکم ج الا ترون انی اوفی الکیل وانا خیر المنزلین ٥ (٥٩)

ترجمہ: ”(یوسف علیہ السلام نے) فرمایا: میرے پاس اپنے باپ کی طرف سے بھائی کو بھی لے کر آنا۔ تم دیکھتے نہیں میں پورا پورا پیمانہ بھر کر دیتا ہوں اور مہمان نوازی بھی اچھی طرح کرتا ہوں۔“

مال فروخت کرنے کیلئے قسمیں کھانے کی ممانعت:

اسلام کے قانونِ تجارت میں منافع زیادہ کمانے کی خاطر اور سامان کو جلد بیچنے کے لئے قسمیں کھانے سے منع فرمایا ہے۔ ایسی قسمیں اگرچہ بظاہر سامانِ تجارت کے جلد اور زیادہ نکاس کا ذریعہ تو بنتی ہیں مگر اس سے تجارت کی برکات حاصل نہیں ہوتی ہیں۔ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

عن أبی هريرة رضی الله عليه وسلم قال: سمعت رسول اللهﷺ يقول: الحلف منفقة للسلعة، ممحقة

للبركة۔ (۴۷)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: قسم کھانا سودے وسامان کی جلد بکری کا موجب بنتا ہے۔ مگر تجارتی برکت کو مٹاتا ہے۔''

ایک دوسرے مقام پر قسمیں کھانے سے باز رکھنے کے لئے فرمایا:

عن أبی قتادہ رضی اللّٰہ عنہ أنہ سمع رسول اللّٰہ ﷺ یقول: إیاکم و کثرۃ الحلف فی البیع فإنہ ینفق ثم یمحق۔(۵۰)

ترجمہ: ''حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: خرید وفروخت میں زیادہ قسمیں کھانے سے بچو وہ سودے کے نکاس اور رواج کا ذریعہ تو بنتی ہیں مگر پھر برکت کو مٹا دیتی ہیں۔''

حواشی وحوالہ جات

۱۔ النساء، آیت ۱۰٤

۲۔ بخاری، محمد بن اسماعیل صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لأخیہ ما یحب لنفسہ۔

۳۔ بخاری، محمد بن اسماعیل صحیح بخاری بحوالہ ریاض الصالحین، باب فضل السماحۃ فی البیع والشراء

٤۔ الخطیب، ولی الدین أبو عبداللّٰہ، مشکوۃ المصابیح، باب المساھلۃ فی المعاملۃ، مطبوعۃ ایچ ایم سعید کراچی، وحدیث نمبر۱

۵۔ کشف الغمہ: ج ۲

٦۔ الخطیب، ولی الدین أبو عبدالله، مشکوة المصابیح، باب الافلاس والانظار، حدیث نمبر٣، الفاظ کا معمولی اختلاف ہے۔
٧۔ متفق علیه، ریاض الصالحین، باب الصدق
٨۔ ابن ماجه: السنن، ابن ماجة، کتاب البیوع
٩۔ الخطیب، ولی الدین أبو عبدالله، مشکوة المصابیح، باب المساهلة فی العاملة حدیث نمبر٨
١٠۔ النساء، آیت٢٩
١١۔ الخطیب، ولی الدین أبو عبدالله، مشکوة المصابیح، باب الاحتکار، حدیث نمبر٣
١٢۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: مرغینانی رحمه الله علیه کی "الهدایه" کتاب البیوع
١٣۔ الخطیب، ولی الدین أبو عبدالله، مشکوة المصابیح، باب الاحتکار حدیث نمبر٤
١٤۔ الخطیب، ولی الدین أبو عبدالله، مشکوة المصابیح باب الاحتکار، حدیث٢
١٥۔ الخطیب، ولی الدین أبو عبدالله، مشکوة المصابیح، باب الاحتکار، حدیث نمبر٥
١٦۔ حواله بالا، حدیث نمبر٤
١٧۔ ابن قدامة، موفق الدین أبو محمد عبدالله بن احمد، المغنی، مکتبة المنار قاهره، ١٣٤٥ھ، باب احتکار
١٨۔ شوکانی، نیل الاوطار، ٢/١٨١
١٩۔ مجلة الاحکام العدلیه دفعه ٩١٩، ٩٦٤، امام شافعی: الموافقات، مطبع رحمایه مصر، ٢/٣٥، فتاویٰ هندیه، ٣، قاهره، ١٣٣٣، ص ٢٢٧
٢٠۔ احمد ابن حنبل رحمه الله مسند احمد، ١/٢١٢

۲۱۔ المراغینانی، برهلن الدین، الهدایه، مکتبة امدادية ملتان، باب الكراهية
۲۲۔ بخاری، محمد بن اسماعیل صحیح بخاری، کتاب البیوع
۲۳۔ المراغینانی، برهان الدین، هدایه، کتاب البیوع
۲٤۔ المراغینانی، برهان الدین، هدایه، کتاب البیوع
۲۵۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب البیوع: نمبر۲۱۲۳، صحیح مسلم: نمبر ۱۵۲۳، ریاض الصالحین، باب تحریم بیع الحاضر للبادی
۲٦۔ المراغینانی، برهان الدین، هدایه، کتاب البیوع
۲۷۔ سورة البقره، آیت ۲۷۵
۲۸۔ سوره البقره، آیت ۲۷۸
۲۹۔ سوره البقره، آیت ۲۷۵
۳۰۔ سیوهاروی، حفظ الرحمٰن، اسلام کا اقتصادی نظام، دهلی ۱۹٦۹ء، ص۲٦۹
۳۱۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے بعثت: "لأ تمم مكارم الخلاق" مجھے عمدہ اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔
۳۲۔ القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح، باب الربوا
۳۳۔ رواه احمد و ابوداؤد، الربو
۳٤۔ الخطیب، ولی الدین ابو عبدالله مشکوة المصابیح، باب المنهی عنها من البیوع، حدیث نمبر۲٦
۳۵۔ الشوکانی، نیل الاوطار، ۲/۱۸۱
۳٦۔ ان تمام اقسام کا تعارف میری کتاب تجارت کے اسلامی اصول وضوابط کے پہلے باب میں درج ہے۔
۳۷۔ سوره المائدة، آیت ۹۰
۳۸۔ سورة المائدة، آیت۹۱

۳۹۔ سورۃ التطفیف، آیت ۱،۳

٤٠۔ طبری، تفسیر پارہ، آیت ۳۰، سورۃ التطفیف، آیات ۱۔۳

٤١۔ علامہ زمخشری الکشاف پارہ عم، سورۃ المطففین، آیت ویل للمطففین

٤٢۔ حوالہ بالا

٤٣۔ سورۃ الاعراف، آیت ۸۵

٤٤۔ الخطیب والی الدین، مشکوۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب السلم والرھن، فصل ثانی، حدیث۳

٤٥۔ احمد و ابوداود والترمذی و ابن ماجہ والدارمی بحوالہ مشکوۃ المصابیح، باب الافلاس والا نظار، حدیث نمبر ٢٤

٤٦۔ سورۃ یوسف، آیت ۵۹

٤٧۔ متفق علیہ، بخاری، ٤ نمبر ٢٦٦، صحیح مسلم نمبر١٦٠٦، ریاض الصالحین، باب کراھۃ الحلف فی البیع وان کان صادقا

٤٨۔ رواہ مسلم، نمبر ١٦٠٧، ریاض الصالحین، حوالہ بالا: نمبر١٧١٨، ١٨١٨

٤٩۔ متفق علیہ، بخاری: ٤، نمبر٢٦٦، صحیح مسلم نمبر١٦٠٦، ریاض الصالحین، باب کراھۃ الحلف فی البیع وان کان صادقا

٥٠۔ رواہ مسلم، نمبر١٦٠٧، ریاض الصالحین، حوالہ بالا: نمبر ١٧١٨، ١٨١٨

ریسرچ اسکالر سے درخواست

محترم المقام

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں کہ پاکستان میں صحیح معنوں میں اسلامی تحقیقی مجلات کی کمی محسوس کی جارہی تھی۔ جدید دور نے اہل علم کے سامنے متعدد نئے مسائل پیش کئے ہیں اور وقت کا تقاضہ ہے کہ ماہرین اسلام ان مسائل کا حل تلاش کریں اس بارے میں علمی اور تحقیقی مضامین لکھ کر علمی حلقوں میں شعور وآگہی کو فروغ دیں۔

ششماہی علوم اسلامیہ انٹرنیشنل ایک باقاعدہ ادارتی مجلس کے تحت چلایا جارہا ہے جس میں قومی اور بین الاقوامی سطح کے جید علماء ڈاکٹرز پروفیسرز اور دانشور خواتین وحضرات شامل ہیں۔ صرف وہی مضامین شائع کئے جائیں گے جن کو ریفری وجج صاحبان کی منظوری حاصل ہوگی۔

اغراض ومقاصد اور مجوزہ عنوانات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

- قرآن وعلوم القرآن کی نشر واشاعت۔
- دور حاضر میں اجتماعی اجتہاد کے تصور کی روشنی میں مسائل کا علمی جائزہ۔
- امت مسلمہ کو درپیش مسائل کا شرعی حل سیرت طیبہؐ کی روشنی میں تلاش کرنا۔
- سائنس اور ٹیکنالوجی سے پیش شدہ مسائل کا جائزہ۔
- اسلامی اقتصادی نظام کی طرف ممکنہ پیش رفت۔
- نصاب تعلیم کو بہتر بنانے کے اور اساتذہ کی تدریسی ذمہ داریوں کو بہتر بنانے کے لئے سفارشات۔
- انسانی حقوق کے نفاذ میں موانع کا تعین اور انہیں دور کرنے کے لئے تجاویز۔
- دعوت وتبلیغ کا شرعی طریقہ کار اور وقت کے تقاضوں کے موافق ضروری مسائل وواقعات پر بحث۔
- علوم اسلامیہ کی اشاعت وترویج اور اسلامی نظام تعلیم وتربیت پر ضروری مباحث ان پر سیمینار وکانفرسوں کا انعقاد پھر ان کی اشاعت۔

- عصری ودینی علمی اداروں کے مناہج پر بحث۔
- اساتذہ کے حقوق وفرائض۔

مجلّہ میں حواشی اور حوالہ دینے کا مجوزہ منہج

علمی اور تحقیقی مضمون لکھتے وقت اس اَمر کا اہتمام ضروری ہے کہ قاری کو تحریری کاوش کے ماخذ اور مصادر سے آگاہ کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے کہ مضمون کے آخر میں ترتیب کے ساتھ حوالہ جات کا مکمل ذکر کیا جائے اور اگر مناسب ہو تو مزید توضیحی نکات کا اندراج بھی کیا جائے۔ علوم اسلامیہ کی مجلس ادارت نے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل منہج تجویز کیا ہے۔ محققین اور مضمون نگار حضرات سے درخواست ہے کہ اپنی تحریری کاوش ارسال کرتے وقت اسی منہج کو پیشِ نظر رکھیں تاکہ مضامین میں یکسانیت برقرار رہے۔

1- اگر کسی کتاب کا حوالہ دینا ہے جس کا ایک ہی مصنف/مؤلف ہے تو مصنف/مؤلف کا پہلے سرنیم پھر بقیہ نام لکھیں اس کے بعد کتاب کا نام اس کے بعد مطبع اور سن اشاعت اور پھر صفحہ نمبر کا اندراج کیا جائے صفحہ/صفحات کیلئے "ص" بطور مخفف استعمال کیا جائے۔ مثلاً:

دریا آبادی، مولانا عبدالماجد، سیرت نبوی اقرآنی۔ مکہ۔ بکس بیرون موچی دروازہ، لاہور ۱۹۸۸، ص ۷۸۔

مصنف، کتاب اور دیگر جدا جدا مطلوبہ معلومات کے درمیان سکتہ (comma) کا اہتمام ضروری ہے تاکہ کسی قسم کا ابہام پیدا نہ ہو تاہم یہ بات ذہن میں رہے کہ لاہور اور ۱۹۸۸ کے درمیان اور ص ۷۸ کے درمیان سکتہ کی ضرورت نہیں حوالہ کی تکمیل کے بعد ختمہ (full stop) ڈال دیا جائے اگر مصنف/مؤلف کا نام یا سال اشاعت معلوم نہ ہو تو لکھا جائے کہ مصنف/مؤلف نامعلوم یا مطبع/سال اشاعت نامعلوم۔

2- اگر مصنف/مؤلف ایک سے زیادہ ہوں تو دونوں مصنفین/مؤلفین کے ناموں کا اندراج اسی ترتیب سے ضروری ہے جس ترتیب سے ان کا ذکر کتاب کے سرورق پر کیا گیا ہے۔ اگر مصنفین/مؤلفین دو سے زیادہ ہوں تو صرف دو اوّل الذکر کا اندراج کافی ہے اور اس کے بعد اور دیگر کے الفاظ کا اضافہ کیا جائے البتہ پہلا نام لکھتے ہوئے سرنام پہلے لکھیں

3- اُردو اور عربی میں عام طور پر طویل القابات کا رواج ہے۔لیکن حواشی میں اس کو نظر انداز کرنا بہتر ہے تاہم اگر مصنف/ مؤلف کی شہرت کسی خاص لاحقے/ سابقے/کنیت/ لقب کی وجہ سے ہے تو اس کے ساتھ اس اصل غیر معروف نام کو بین القوسین درج کیا جائے مثلاً: ابن اثیر (عز الدین علی بن محمد)

4- اگر کسی ایسی کتاب سے مدد لی گئی ہے جس میں مختلف محققین/مضمون نگاروں کے مضامین شامل ہیں اور کسی شخص نے ان مضامین کی ترتیب، تہذیب اور تدوین کی ہے تو اس کا حوالہ دیتے وقت مضمون نگار کا نام لکھتے، پہلے سرنیم یعنی نام کا آخری حصہ لکھیں، اس کے بعد اس کے مضمون کا عنوان اور پھر مجموعہ کا عنوان اور اس کے مدون کا ذکر کرنا چاہیئے۔ مثلاً:

کوثر، ڈاکٹر انعام الحق ، نصابی کتب کی فنی تدوین ، اُردو میں فنی تدوین ، تہذیب وترتیب : ڈاکٹر ایم ایس ناز، ادارہ تحقیقات اسلامی ومقتدرہ قومی زبان ۱۹۹۱ ، ص ۹۸ تا ۱۱۰۔

(اس کا مطلب ہے ایم ایس ناز کی زیر تہذیب مدوّن کتاب اردو میں فنی تدوین میں ڈاکٹر انعام الحق کوثر کا مضمون بعنوان نصابی کتب کی فنی تدوین شامل ہے)

5- اگر کسی مجلّے سے مضمون کا حوالہ دینا ہے تو اس کے لئے بھی نمبر 4 کے تحت مذکورہ طریقہ اختیار کیا جانا چاہیئے۔ مجلّہ کا نمبر اشاعت اور ماہ وسال اشاعت کا ذکر ضروری ہے۔ جلد کے لئے ج اور شمارہ کے لئے ش بطور مخفف استعمال کیا جائے۔ مثلاً:

شامزئی، مفتی نظام الدین ، فن اسماء رجال مسلمانوں کا عظیم کارنامہ، ماھنامہ الحق اکوڑہ خٹک، ج۲۸ ش ۲ ، نومبر ۱۹۹۲، ص ۳۸ تا ۳۹

(اس کا مطلب ہے ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک جلد ۲۸، شمارہ ۲، نومبر ۱۹۹۲ء میں مفتی نظام الدین شامزئی کا مضمون بعنوان: فن اُسماء رجال مسلمانوں کا عظیم کارنامہ)۔

6- اگر ایک ہی مأخذ سے بار بار استفادہ کیا گیا ہو تو پہلے حوالے میں اس کا مکمل ذکر ضروری ہے تاہم بعد کے حوالہ جات میں صرف مصنف/ مؤلف اور کتاب کا نام کافی ہے یہی طریقہ مجلّہ میں شائع شدہ مضمون کے سلسلہ میں اختیار کیا جانا چاہئے۔ یہ طریقہ اس لئے مناسب ہے کہ اس طرح ایک تو قاری کو بار بار پہلے دیئے گئے حوالے کی طرف رجوع نہیں کرنا پڑتا دوسرے اگر ایک ہی مصنف/ مؤلف کے ایک

سے زیادہ مضامین سے استفادہ کیا گیا ہے تو قارئین کو ان کے درمیان ابہام سے بچایا جا سکتا ہے مثلاً:

دریا آبادی، مولانا عبدالماجد ، سیرت نبوی قرآنی ، ص ۱۸۲۔

ایک ہی مأخذ کے مسلسل حوالوں کے اندراج میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔ مزید آسانی کے لیے مصنف کا فقط سرنیم بھی استعمال کیا جاسکتا ہے مثلاً:

دریا آبادی ، سیرت نبوی قرآنی ص/۲۵

بعض محققین اس قسم کی صورت میں بعد کے حوالہ جات کے لئے کتاب کے عنوان کے ذکر کے بجائے مصدر بالا/مصدر مذکور کے الفاظ کا اندراج بھی کرتے ہیں۔

7- قرآن پاک کا حوالہ دیتے وقت سورت کا نام اور آیت نمبر دینا ضروری ہے۔ دونوں کے درمیان سکتہ (comma) آنا چاہیئے فقط سورت کا نام اور آیت نمبر بھی لکھا جاسکتا ہے

مثلاً: القرآن الکریم ، البقرۃ ، ۱۸

اس میں صفحہ نمبر یا مطبع دینے کی ضرورت نہیں دیگر مقدس کتب کے بارے میں بھی اسی قسم کا طریقہ اختیار کیا جانا چاہیئے یعنی صفحہ یا مطبع کا ذکر کرنے کے بجائے محض باب وغیرہ کا اندراج کیا جائے۔

8- احادیث کے کسی مجموعے سے حوالہ دیتے وقت مؤلف/مدوّن کا نام یا سرنیم، اس کے بعد مجموعے کا نام اور پھر متعلقہ حدیث کا باب، فصل وغیرہ کا اندراج کیا جائے مثلاً:

امام مسلم (مسلم بن حجاج) ، الجامع الصحیح ، مکتبہ الغزالی، دمشق ، سال اشاعت نامعلوم، ج ۸، ص ۵۱، کتاب الزکوٰۃ.

احادیث کے بعض جدید مطبوعہ مجموعوں میں ہر حدیث کے ساتھ نمبر کا اندراج کیا جاتا ہے۔ اگر مضمون نگار کے پاس اس قسم کا ایڈیشن موجود ہے تو دیگر معلومات کے ساتھ فقط مصنف کا مکمل نام یا سرنیم پھر کتاب کا نام اس کے بعد باب اور فصل کا عنوان پھر حدیث نمبر دے دینا بھی کافی ہوگا۔

9- فقہی مسائل میں کتب کا حوالہ دیتے وقت مسئلہ زیر بحث کے ساتھ متعلقہ کتاب، باب اور فصل کا حوالہ قاری کے لئے مزید سہولت فراہم کرتا ہے۔ اس لئے اس کے اندراج کا اہتمام کیا جانا چاہیئے مثلاً:

ابن نجیم (الشیخ زین الدین) ، البحر الرائق شرح کنز الدقائق،

مکتبة رشیدیہ کوئٹہ، سال اشاعت نامعلوم، ج ۱، ص۲۸۸، کتاب الصلوٰۃ، باب الاذان۔

10- تاریخ سے متعلق مأخذ سے بھی حوالہ دیتے وقت مطبع اور سال اشاعت کے علاوہ زیر بحث عنوان کے الفاظ کے تحت مزید وضاحتی معلومات کے اندراج کا اہتمام کیا جانا چاہیئے مثلاً:

ابن جریر طبری (محمد بن جعفر بن محمد) تاریخ الامم والملوك، مطبعة حسينية مصر، سال اشاعت نامعلوم، ج ہ، ص ۲۳، زیر عنوان: ذکر سبب مهلك زياد بن سمية، وقائع سنة ثلاث وخمسين۔

11- لغت یا کسی موسوعۃ (Encyclopaedia) کا حوالہ دیتے وقت صفحہ اور ایڈیشن کا ذکر ضروری نہیں اگر دیا جائے تو بہتر ہے موسوعہ کی صورت میں اسکے ٹائٹیل (title) اور مضمون کے عنوان اور مصنف کے بارے میں معلومات دینا ضروری ہیں۔لغات سے استفادہ کی صورت میں اس کے مصنف/مدوّن اور لفظ کے مادّہ کا ذکر کافی ہے۔مثلاً عبد القیوم، جرش، اُردو دائرۃ معارف اسلامیۃ۔

(یعنی اُردو دائرہ معارف اسلامیہ میں جرش کے عنوان کے تحت عبدالقیوم کا تحریر کردہ مضمون)

بلیاوی، مولانا عبدالحفیظ، مصباح اللغات، مادّہ غنَق۔

12- اگر کسی ایم اے/ ایم فل/ پی ایچ ڈی کے غیر مطبوعہ مقالہ کا حوالہ دینا ہے تو اس میں مقالہ نگار کا نام، مقالے کا عنوان شعبہ اور یونیورسٹی کا ذکر جس ادارہ کے تحت اس مقالہ کو مکمل کیا گیا ہے اور مقالہ کی تکمیل کے سال کا ذکر ضروری ہے مثلاً:

مبارك شاه، سیّد، دینی مدارس کا نصاب تعلیم اور اس پر ناقدانہ نظر (ایم فل مقالہ) شعبہ اسلامیات، پشاور یونیورسٹی، ۱۹۹۲۔

13- مخطوط کا حوالہ دیتے وقت اس کے مصنف/ مؤلف کا نام، مخطوطہ کا ٹائٹل اور جہاں پر وہ موجود ہے اس لائبریری یا مکتبہ کا نام اور مخطوطہ کے نمبر کا انداراج کرنا ضروری ہے۔مثلاً:

البيرونى (ابو اليمن محمد بن عبدا لرحمن) الدر المنتخب فى تاريخ ،مملكة حلب، عما دة شؤون المكتبات مدينة المنورة، نمبر ۱۵۹۔

14- اگر کسی رائے کو متعدد کتب سے اخذ کیا گیا ہو تو ان کا بھی مکمل حوالہ دینا ہوگا لیکن حوالہ سے پہلے ''دیکھیں'' /''مزید تفصیل'' کے لئے دیکھیں کے الفاظ کا اضافہ کیا جائے گا۔ مثلاً: دیکھیں/مزید تفصیل کے لئے دیکھیں

N.J. Coulson, A History of Islamic law, Edinburgh University Press. P-150.

مجلّہ علوم اسلامیہ کے اسکالرز و قارئین کے لیے اہم اطلاع

۲۰۰۹ء سے محرم تا جمادی الثانی مطابق جنوری تا جون کا شمارہ سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہوگا۔ رجب تا ذی الحج مطابق جولائی تا دسمبر۔ عام موضوعات پر مشتمل ہوگا۔ لہٰذا مضامین سیرت جنوری تک عام مضامین جولائی تک موصول ہو جانے چاہیئے۔ مضمون کسی دوسرے رسالہ اخبار وغیرہ میں شائع ہوا ہو تو آگاہ کردیں۔ ہر شخص اپنا مضمون شائع کرواسکتا ہے البتہ مضمون ۱۰ تا ۲۰ صفحات پر مشتمل ہو۔ مضمون کمپوز شدہ یا کاغذ کے ایک سائڈ صاف ستھرا لکھا ہو۔ متن کا سائز 7 +Font4 سائز 14 عنوان کا سائز 24 ذیلی عنوان کا سائز 17 ہو مقالہ کا ایک پرنٹ اور فلاپی یا سی ڈی بھی ارسال فرمادیں اے میل بھی کیا جاسکتا ہے۔ ''علوم اسلامیہ'' کا مضمون یا اس کا کوئی حصہ شائع کرنا چاہیں تو مجلّہ اور اس کا نمبر و تاریخ کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

اگر آپ ''علوم اسلامیہ'' کے مستقل مضمون نگار/ مقالہ نگار بن سکتے ہیں تو ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ مضامین اردو، عربی انگریزی اور سندھی زبان میں تحریر کئے جاسکتے ہیں۔ علوم اسلامیہ دنیا بھر کی لائبریریوں تحقیقی مراکز اور عام قارئین کو پیش کیا جاتا ہے۔

اساتذہ کرام اہل علم و تحقیق سے گزارش ہے کہ وہ ''علوم اسلامیہ'' کی کامیابی کے لئے ہمارے ساتھ ہر ممکنہ تعاون فرمائیں جزاك اللہ خیرا في الدنیا والاخرۃ

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

چیف ایڈیٹر

تربية الأطفال و آداب الضرب

فی ضؤ القرآن والسيرة النبوية ﷺ

الأستاذ الدكتور صلاح الدين ثا
رئیس وعمید کلیة قائد الملة الحکومیة کراتشی باکس
رئیس التحریر علوم اسلامیة العال

ABSTRACT

By: Dr. Salah-ud-Din Sani

Training of children and Etiquettes of punishment in the light of Holy Quran and way of life of Prophet Muhammad ﷺ

This thesis begins with the lexical and terminological meaning of word "Tarbiyah" i.e, training. The next step of the discussion shed light on the obligation of training and grooming especially that of intellectual training is focused upon in the light of Divine instruction "O ye who believe protect thy self....."

Thesis has highlighted the relationship between human nature and training. Different methods of children punishment and training with their limitations are also described.

All the end of thesis five pearls of wisdom (Advices) by Hazrat luqman (A.S) are presented which conclude the thesis.

إن تربية الأولاد على النحو الذى يوجبه الإسلام هو حق للأولاد وواجب على الوالدين، ومن تمام هذه التربية او من وسائلها ان تكون معاملة الوالدين لأولادهم على نحو معين وبأسلوب خاص دل عليهما الشرع الإسلامى

معنى التربية فى اللغة وفى الاصطلاح الفقهى:

يقال رباه تربية: احسن القيام عليه ووليه حتى يفارق الطفولية سواء كان ابنه اولم يكن (١) ويقال رب الولد ربا: وليه وتعهده بما يغذيه وينميه ويؤدبه، ويقال رب الشئ اى اصلحه ومتنه (٢) فتربية الاولاد فى اللغة تعنى حسن القيام بشؤون الأولاد على نحو يؤدى إلى ادبهم وصلاحهم۔

والمراد بتربية الاولادفى الاصطلاح الفقهى يقوم على معناها اللغوى وهو القيام على الأولاد بما يؤدبهم ويصلحهم، ويتحقق ذلك بتعليمهم ما يلزمهم من امور الدين والدنيا وتاديبهم بآداب واخلاق الاسلام، وتكوين شخصيتهم الإسلامية، وهذه المعانى الثلاثة فى الواقع تقوم على المعنى اللغوى (للتربية) إذ بهذه المعانى وتحصيلها يتحقق القيام الحسن بأمور الأولاد ويحصل المقصود من تربيتهم (٣)

تربية الأولاد فى ضوء تفسير القرآن: تربية الاولادمن أمور الدين كما قال تعالى: يا ايها الذين آمنوا قوا انفسكم واهليكم ناراً(٤)

أ: كماجاء فى **"تفسير القرطبى"** فى تفسير هذه الآية:

"وقال بعض العلماء لما قال تعالى: (قوا انفسكم) دخل فيه الأولاد، لان الولد بعض منه، فيعلمه الحلال والحرام ويجنبه المعاصى والآثام إلى غير ذلك من الأحكام، وذكر القشيرى أن عمر رضى الله عنه قال۔ لما نزلت هذه الاية: يا رسول الله نقى انفسنا فكيف لنا بأهلينا؟ فقال: "تنهونهم عما نهاكم الله

وتامرونهم بما أمر اللّٰه" وقال بعض اهل العلم: فعلينا تعليم اولادنا واهلينا الدين والخير ومالا يستغنى عنه من الأدب"(٥)

ب: وفى "تفسير الآلوسى" فى تفسير هذه الآية: "وقاية النفس عن النار بترك المعاصى وفعل الطاعات، ووقاية الأهل بحملهم على ذلك بالنصح والتأديب، واخرج ابن المنذر والحاكم وصححه عن على كرم اللّٰه وجهه انه قال فى هذه الآية: علموا انفسكم واهليكم الخير وادبوهم، والمراد بالأهل على ماقيل: ما يشمل الزوجة والولد والعبد والأمة، واستدل بهذه الآية على انه يجب على الرجل تعلم ما يجب من الفرائض وتعليمه لهؤلاء، وأدخل بعضهم الأولاد فى الأنفس أى فى قوله تعالىٰ: (قُوا انفسكم) لأن الولد بعض من ابيه "(٦)

ويستفاد من معنى الآية الكريمة: (قوا انفسكم واهليكم ناراً......) ومن اقوال المفسرين فيها وجوب تعليم الأولاد مايلزمهم معرفته من امور الدين، وان الوالدين هما اللذان يقومان بهذا الواجب

أخرج الإمام البخارى فى "صحيحه" عن أبى بردة عن ابيه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ثلاثة لهم اجران: رجل من اهل الكتاب آمن بنبيه وآمن بمحمد ﷺ، والعبد المملوك إذا ادى حق اللّٰه وحق مواليه، ورجل كانت عنده امة فادبها فاحسن تاديبها وعلمها فاحسن تعليمها، ثم اعتقها فتزوجها فله اجران" وقد ترجم الإمام البخارى لهذا الحديث بقوله: (باب تعليم الرجل امته واهله) وقال الإمام ابن حجر العسقلانى فى تعليقه على هذا الحديث وترجمته مطابقة الحديث للترجمة فى الأمة بالنص — اى بنص الحديث — وفى الأهل بالقياس، إذ الاعتناء بالأهل الحرائر فى تعليم فرائض اللّٰه وسنن رسوله اكد من الاعتناء بالإماء" (٧)

التربية الفكرى و مفهوم الفطرة: للأبوين تاثير عظيم فى ولدهما فى امور العقيدة والدين لا سيما فى سنواته الأولى من عمره حتى ليصل تاثير هما فيه إلى تحويله عن الفطرة التى خلقه اللّٰه عليها وهى كون فطرته مستعدة لقبول الإسلام ومقتضية لمعرفته ومحبته فقد أخرج الإمام البخارى فى "صحيحه" عن أبى هريرة رضى اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: "كل مولودٍ يولدُ على الفطرةِ فأبواه يهودانه اوينصّرانه اويمجسانه كمثل البهيمة تنتج البهيمة هل ترى فيها جدعاء"(٨)

مفهوم الفطرة عند ابن عبدالبر: والمراد بالفطرة فى هذا الحديث: الإسلام، فقد قال ابن عبدالبر عن هذا المراد بالفطرة هو الإسلام: وهو المعروف عند عامة السلف، والمعنى ان اللّٰه خلق قلوب بنى آدم مؤهلة لقبول الحق كما خلق اعينهم وأسماعهم قابلة للمرئيات والمسموعات، فما دامت باقية على ذلك القبول و تلك الأهلية ادركت الحق، ودين الإسلام هو الدين الحق، وقد دل على هذا المعنى بقية الحديث حيث قال: "كما تنتج البهيمة" يعنى ان البهيمة تلد ولدها كامل الخلقة، فلو ترك كذلك كان بريئاً من العيب، لكنهم تصرفوافيه بقطع اذنه مثلاً فخرج عن اصل خلقته(٩)

. **مفهوم الفطرة عند ابن القيم**: قال ابن القيم: المراد ان فطرته مقتضية لمعرفة دين الإسلام و محبته فنفس الفطرة تستلزم الإقرار والمحبة، وليس المراد مجرد قبول الفطرة لذلك، فكل مولود يولد على إقراره بالربوبية، فلو خلى وعدم المعارض لم يعدل عن ذلك إلى غيره–(١٠)

وإذا كان تاثير الأبوين فى ولدهما إلى الحدّ الذى جاء فى الحديث الشريف، وهو تحويله عن مقتضى فطرته وما تستلزمه من معرفة الإسلام ومحبته، فمن البديهى ان يكون تاثير الأبوين فى ولدهما فى معانى الإسلام

وترسيخها في نفسه وتبصير هما بها ان يكون تاثير هما في هذا المجال وفي هذا الاتجاه اعظم بكثير من تأثير هما بتحويله إلى الكفر من يهودية او نصرانية او مجوسية، لأن الإسلام هو ما تقتضيه فطرة كل مولود وما تستلزمه كما بينا ومن هنا كانت مسؤولية الأبوين عظيمة إذا قصرا في تعليم ولدهما معاني الإسلام واحكامه وعقيدته وتركاه للأفكار الباطلة-

مفهوم الحديث الشريف: "كل مولودٍ يولد على الفطرةِ فأبواه يهودانه او ينصرانه او يمجسانه الخ" فهل معنى ذلك أن الانحراف عن مقتضى الفطرة مقصور على التحول إلى اليهودية أو النصرانية او المجوسية فقط؟ ام يتعداه إلى غيرها من عقائد وأديان الكفر والضلال؟

والجواب: ان الانحراف عن الفطرة يتحقق بالتحول عن الإسلام إلى اى عقيدة او دين غير الإسلام، وما ورد في الحديث الشريف من ذكر اليهودية والنصرانية والمجوسية لم يرد على سبيل الحصر، وإنما على سبيل التمثيل او لأن هذه الأديان هي التي كانت شائعة او معروفة في العالم ولا يعني ان المناقضة للإسلام وللفطرة مقصور على التحول إلى هذه الملل الثلاثة لأن العلة في ذم هذا التحول هو التحول عن الإسلام ولا يهم بعد ذلك نوع الدين المتحول إليه

قيام الوالدين بانفسهم او بغير هم بتعليم اولادهم:

والأصل ان الوالدين يقومان بتعليم أولادهم الذكور والإناث احكام الدين و معاني الإسلام التي يحتاجونها ان كان الوالدان يعرفانها ويقدران على تفهيمها لأولادهما فإن لم يعرفا ذلك اولا يقدران على تفهيمها لاولادهما فعليهما الاستعانة بأهل العلم بان يرسلا اولادهما الى المكاتب، او إلى اهل العلم في بيوتهم، على ان ترسل الانثى إلى مكاتب الإناث لتعلم

امور الدين، ولكن لا يعدم الوالدان عادة المعرفة بأركان الإسلام وبأصول الإيمان وبكيفية الوضؤ والصلاة فعليهما ان يقوما بانفسهما بتعليم اولادهم هذه الأمور

ولا يكتفي الوالدان بتعليمهم اولادهم امور الإسلام نظرياً فقط، بل يطلبان منهم تطبيق ما يمكن تطبيقه فعلاً فيأمرانهم بالصلاة مثلاً كما امر رسول اللهﷺ بقوله: "مروا اولادكم بالصلاة وهم ابناءُ سبع سنين، واضربوهم عليها وهم ابناءُ عشر سنين، وفرقوا بينهم في المضاجع" (١١)

وجاء في شرح هذا الحديث: مروا وجوباً اولادكم بالصلاة المكتوبة إذا بلغوا سبعاً ليعتادوها ويانسوا بها فاذا بلغوا عشرا فاضربوهم على تركها "وفرقوا بينهم في المضاجع" اى فرقوابين اولادكم في مضاجعهم التي ينامون فيها إذا بلغوا من عمرهم عشر سنين خوفاً من غوائل الشهوة وان كن اخواتهم–(١٢)

وقياساً على الأمر بالصلاة يستحسن للوالدين امر اولادهم بالصيام وإن لم يصلوا إلى سنن البلوغ ليتمرنوا على الصيام ويعتادوه فيصوموا بعض ايامه او بعض يومه، وكذلك يحاولان تحفيظهم ما تيسر من كتاب الله ويشجعانهم على ذلك

التربية والتأديب والتسوية لحسن المعاشره:

الأدب في اللغة رياضة النفس بالتعليم والتهذيب على ماينبغي والتاديب يعنى التهذيب–(١٣)

وقال ابن حجر العسقلاني: الأدب استعمال ما يحمد قولاً وفعلاً وعبر بعضهم بأنه الأخذ بمكارم الأخلاق– (١٤) والمراد بتاديب الأولاد في بحثنا هو المعنى اللغوى للأدب والتاديب اى تهذيبهم ورياضة نفوسهم على

محاسن الأخلاق والعادات وحملها على مكارم الأخلاق ولكن وفقاً لمعاني الشرع الإسلامي وموازينه

وقد ندبت الشريعة الإسلامية إلى تاديب الاولاد وحثت على ذلك وبينت اجر من يفعله وفي هذا وردت السنة النبوية الشريفة-

اولا: اخرج ابن ماجه في "سننه" عن انس بن مالك ان رسول الله ﷺ قال: "اكرموا اولادكم واحسنوا ادبهم"-(١٥)

ثانياً: أخرج الإمام الترمذي في "جامعه" عن ايوب بن موسى عن بيه عن جده ان رسول الله ﷺ قال: "ما نحل والد ولداً من نحل افضل ن ادب حسن" (١٦) وقد جاء في شرحه: وما نحل اي ماعطى والد ولداً من حل اي من عطية افضل من ادب حسن، اي من تعليمه ذلك فان حسن لأدب يرفع العبد المملوك إلى مرتبة الملوك"-(١٧)

ثالثاً: واخرج الترمذي في "جامعه" عن ناصح عن سماك عن جابر بن سمرة قاله قال رسول الله ﷺ: "لأن يؤدب الرجل ولده خيرمن أن يتصدق بصاع"(١٨)

وجاء في شرح هذا الحديث: "أي والله تاديب الرجل ولده تاديباً واحداً خير له من تصدقه بصاع، وإنما يكون خيراً له! لأن الرجل بترك الأول- اي بترك تاديب ولده قد يعاقب وبترك الثاني- اي بترك التصدق بصاع- لم يعاقب" (١٩)

وقال المناوي في شرحه لهذا الحديث: "لأنه إذا ادبه صارت افعاله من صدقاته الجارية، وصدقة الصاع ينقطع ثوابها وهذا يدوم بدوام الولد"(٢٠)

• الأحاديث التي ذكرناها في الفقرة السابقة تشمل تأديب الإناث كما

تشمل تأديب الذكور لأن كلمة (ولد) و (اولاد) اللتين وردت في الأحاديث تشمل الذكور والإناث كما هو معروف ومع هذا فقد جاءت احاديث في تأديب البنات بذكرهن وحدهن فمن ذلك ما ياتي:

اخرج الإمام البخاري في "صحيح" عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال النبي صلى الله عليه وسلم : "من بلي من هذه البنات شيئًا فاحسن إليهن كن له سترا من النار(٢١)

قال ابن حجر العسقلاني رحمه الله في شرح لهذا الحديث: قوله "فاحسن إليهن" هذا يشعر بان المراد بقوله في اول الحديث "من هذه" اكثر من واحدة وفي حديث ابن عباس عند الطبراني: "فانفق عليهن وزوجهن واحسن ادبهن" وفي حديث جابر عن احمد، وفي "الأدب المفرد" للبخاري: "يؤدبهن ويرحمهن ويكفلهن" وهذه الأوصاف يجمعها لفظ "الإحسان" الذي اقتصر عليه البخاري في حديث الباب"(٢٢)

واخرج الحديث السابق الإمام مسلم في "صحيحه" بلفظ: "من ابتلي من البنات بشئ فاحسن إليهن كن له سترا" قال النووي في شرح لهذا الحديث: "إنما سمّاه ابتلاءً، لان الناس يكرهونهن في العادة"(٢٣)

واخرج الإمام مسلم في "صحيحه" عن انس بن مالك قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من عال جاريتين حتى تبلغا جاء يوم القيامة انا وهو وضم اصابعهٗ " وقال الإمام النووي في شرح لهذا الحديث : ومعنى عالهما قام عليهما بالمؤونة والتربية ونحوهما" (٢٤) فتربية الجاريتين حتى تبلغا من معنى (عال جاريتين) في الحديث الشريف-

وروى الحديث السابق الإمام الترمذي في "جامعه" بلفظ: "من عال جاريتين دخلت انا وهو الجنة كهاتين واشار باصبعيه" وجاء في شرحه:

"دخلت انا وهو — اى الذى عالهما — الجنة كهاتين واشار باصبعيه اى السبابة والوسطى"(٢٥)

اخرج ابوداود فى "سننه" عن ابى سعيد الخدرى قال قال رسول اللهﷺ: "من عال ثلاث بناتٍ فادبهن وزوجهن وأحسن إليهن، فله الجنة" وجاء فى شرح: من عال ثلاث بنات — اى تعهدهن، وقام بمؤنتهن فأدبهن — اى بآداب الشريعة — وعلمهن واحسن إليهن، فله الجنة — اى دخوله مع السابقين"(٢٦)

تربية الأطفال:

الطفل من حقه أن يصحب الكبار ليتعلم منهم، فتتغذى نفسه، ويتلقح عقله بلقاح العلم والحكمة والمعرفة والتجربة فتتهذب أخلاقه وتتأصل عاداته، وقد كان النبيﷺ قدوة فى ذلك فعلِمنا أنه صحب انسًا وكذلكم صحب أبناءَ جعفر ابن عمه والفضل ابن عمه، وها هو عبدالله بن عباس، ابن عمهﷺ يسير بصحبتهﷺ على دابته، فيستفيد النبيﷺ من تلك الصحبة فى الهواء الطلق، والذهن خالٍ والقلب منفتح، فيعلمه كلمات على قدر سنه واستيعابه فى خطاب مختصر ومباشر وسهل، مع ما يحمله من معان عظيمة يسهل على الطفل فهمها واستخلاصها يقول:

يا غلام، إنى اعلمك كلمات احفظ الله يحفظك احفظ الله تجده تجاهك إذا سالت فاسأل الله، وإذا استعنت فاستعن بالله، واعلم ان الامة لو اجتمعت على ان ينفعوك بشيء لم ينفعوك إلا بشيء قد كتبه الله لك ولو اجتمعوا على ان يضروك بشيء لم يضروك إلا بشيء قد كتبه

الله عليك، رفعت الأقلام وجفت الصحف-(٢٧)

إن النبي ﷺ وهو المعلم الأول، يراعي عمر الطفل وقدراته العقلية، فيعطيه الجرعة العلمية التي يستوعبها فهمه، ويدركها عقله، فيعتقدها قلبه، وتظهر على سلوكه فيجتمع فيه العلم والعمل،

التربية في خطاب و نداء الاطفال:

من عوامل بناء الثقة في نفس الطفل، ورفع روحه المعنوية وحالته النفسية، ان ينادى باسمه، بل بأحسن اسمائه او بكنيته، او بوصف حسن فيه، وقد كان رسول الله ﷺ قدوةً في ذلك، فتارة ينادي الصبي بما يتناسب مع صغره فيقول:

يا غلام، إني اعلمك كلمات" و "يا غلام سم الله، و كل بيمينك" و "يا غلام اتاذن لي أن اعطي الأشياء؟" وهكذا، وتارة يناديه بقول: "يا بني" كما قال لأنس لمّا نزلت آية الحجاب: "وراءك يا بني" وقال ﷺ عن ابناء جعفر ابن عمه ابي طالب: "ادعوا لي بني اخي" وسأل امهم عن صحتهم فقال: "مالي ارى اجسام بني اخي ضارعة (٢٨)، تصيبهم الحاجة؟"(٢٩) وقدبوب ابو داود باباً في ذلك قال: "باب في الرجل يقول لابن غيره: يا بني"۔

وتارة اخرى يناديهم ﷺ بالكنية، فالكنية تكريم وتعظيم، فكان يقول للطفل الصغير الفطيم: "يا ابا عمير، ما فعل النغير؟" لطائر صغير كان يلعب به فمات طائر۔ وتارة أخرى ينا ديهم با سم الحيوان "يا أباهريرة"

وقد كان أصحاب النبي ﷺ ينادُون مَن ولد في الإسلام من أب مسلم بقولهم: يا ابن أخي، فقد مدح المسيب البراء بن عازب بصحبة النبي ﷺ وبيعته فقال له: "يا ابن أخي، إنك لا تدري ما أحدثنا بعده" (٣٠)

وأيضاً فإن عبدالرحمن بن عوف رضي الله تعالىٰ عنه قال للشاب

الذى سأله عن أبى جهل، يا ابن اخى، وما تصنع به؟ وكان الشاب يريد أن يقتل أبا جهل فى غزوة بدر، وقد كان-(٣١)

التربية بالعدل بين الذكور وانا ثا:

قال النبي ﷺ: "اتقوا الله واعدلوا في أولادكم"(٣٢) لأن العدل يمنع الحسد والكراهية، ويورث المحبة والألفة بين الإخوة، ويعينهم على بر الوالدين والدعاء لهما

وهذا اثر عن انس رضى الله تعالىٰ عنه ان رجلاً كان عند النبى ﷺ فجاءه ابن له فقبله واجلسه على فخذه وجاءت بنت له فأجلسها بين يديه، فقال النبى ﷺ: "الاسويت بينهم؟"(٣٣) فلا بد من التسوية بين الأبناء حتى فى القبلة وكذلك يجب التسوية بينهم فى العطاء فقد جاء النعمان بن بشير إلى رسول الله ﷺ فقال: إني اعطيت ابنى من عمرة بنت رواحة عطيةً، فامرتنى ان اشهدك يا رسول الله، قال: "اعطيت سائر ولدك مثل هذا؟" قال: لا، قال: فاتقوا الله واعدلوا بين اولادكم" فرجع فى عطيته-(٣٤)

وفى رواية (٣٥) قال له النبى ﷺ: "فلا تشهدنى إذن فإنى لا اشهد على جور" وفى رواية (٣٦) ان النبى ﷺ قال له: "اليس يسرك ان يكونوا لك فى البر سواء؟" قال: بلى قال: قال: "فلا إذاً" وفى رواية (٣٧)، قال ﷺ: "إنى لا اشهد على جور، إن لبنيك عليك من الحق ان تعدل بينهم"

فالواجب على الآباء العدل بين أبنائهم فى الأمور الظاهرة المحسوسة التى يعرفها الأبناء ويحسونها حتى فى الحب الظاهر، اما إن كان فى القلب ميل لا حدهم اكثر من غيره فلا حرج بشرط الا يظهر له اثر فى المعاملة الظاهرة، قياساً على ما جاء فى حديث عائشة رضى الله عنها فى بيان

عدم المؤاخذة على الميل القلبي إذا تم العدل في الأمور الظاهرة سواءً مع الأبناء او الأزواج

فعن عائشة رضي الله عنها قالت: كان رسول الله ﷺ يقسم فيعدل ويقول: "اللهم هذا قسمي فيما أملك، فلا تلُمني فيما تملك ولا أملك" قال أبو داود: يعني: القلب(۳۸)

وقد علمنا ان إخوة يوسف علیہ السلام لمّا رأوا ميلاً وحباً زائداً من ابيهم ليوسف كادواله كيداً عظيماً بلغ إلى محاولة قتله والتخلص منه ليخلو لهم وجه ابيهم، والله المستعان، فاعتبروا ايها المربون

الضرب للأطفال تأديباً:

عن ابي امامة قال: اقبل النبي ﷺ معه غلامان، فوهب احدهما لعليؓ، وقال: "لا تضربه فإني نهيت عن ضرب اهل الصلاة وإني رايته يصلي منذ اقبلنا ......"(۳۹)

إن الغرض من العقوبة في التربية الإسلامية إنما هو الإرشاد والإصلاح، لا الانتقام والتشفّي، ولهذا ينبغي ان يراعى طبيعة الطفل و مزاجه قبل الإقدام على معاقبته، ويشجع على ان يشترك بنفسه في تفهم وإصلاح الخطأ الذي أخطأه، وتُغفر أخطاؤه وهفواته بعد إصلاحها

مضار القسوة في الضرب:

ذكر ابن خلدون رحمه الله في مقدمته ما يفيد انه ضد استعمال الشّدة والقسوة في تربية الأطفال، يقول: "مَن كان مُربّاه (أي تربيته) بالعسف والقهر من المتعلمين والمماليك أو الخدم، سطا (أي سيطر) به القهر، وضيق القهر على النفس في انبساطها، وذهب بنشاطها، ودعاه إلى الكسل، وحمله على

الكذب والخبث خوفاً من انبساط الأيدى بالقهر عليه، وعلمه القهر المكر والخديعة، فصارت له هذه عادة وخلقه وفسدت معانى الإنسانية التى له"۔(۴۰) كما يجب ألا يمس نوع العقوبة كرامة الطفل' وألا يكون فيها إهانة له كأن يُضرب أمام الناس، أو يُعلن عندهم أنه سرق أو نحو هذا فإن للطفل شخصية يجب أن تُراعى، وكرامة يجب أن تصان' كثيراً ما أخطأ المربون الغرض من العقوبة فضلوا السبيل' وظنوا مخلصين ان الشدة على البنين والبنات قد تأتى فى ظنهم بخير ما يرجون' وذلك لقلة يقظتهم للحقيقة المؤلمة' فقد أدت الشدة إلى كثير من البلايا التى ولّدت بعض المشاكل الاجتماعية التى يتألم منها المجتمع الإنسانى، فجعلت الطفل كائناً ميت النفس، ضعيف الإرادة نحيف الجسم مضطرب الإعصاب خائر العزيمة' قليل النشاط والحيوية' وإن كثرة الضرب وشدته لا تزيد الطفل إلا بلادة وجموداً على أن الطفل إذا وجد بجانبه من يبصره بالواجب بالحكمة والموعظة الحسنة' ويستميله دائمًا إلى العمل، لم تكن هناك حاجة إلى هذه العقوبات القاسية' وإذا كان الغرض من العقوبة الإصلاح' فالضرب ليس بوسيلة للإصلاح وإن التفاهم على انفراد يؤدى إلى نتيجة أحسن من نتيجة السوط والعصاء ومن الخطأ أن تهدد الطفل بعقاب لن تقوم بتنفيذه' أو لا يمكنك تنفيذه' فقد يعود الطفل إلى الخطأ، فتزداد الخطورة والمشكلة(٤١)اقول: وإن هدى النبى ﷺ فى ذلك هو أكمل الهدى' وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا(٤٢)

فعن عائشة رضى الله عنها قالت: "ما ضرب رسول الله ﷺ شيئاً قط بيده ولا امرأة ولا خادم إلا أن يجاهد فى سبيل الله – (٤٣)

وهذا شئ لا يفعله إلا أولو العزم وأولو الصبر، فلكى يكظم الإنسان

غيظه عن ولده أو خادمه أو امرأته فهذا لا يقدر عليه إلا الأقوياء الأشداء الذين قال عنهم النبیﷺ: "ليس الشديد بالصرعة (٤٤)، إنما الشديد الذی يملك نفسه عند الغضب"(٤٥)

قواعد و آداب الضرب:

١ ﴾...... ألا يكون قبل سن العاشرة وهذا فی شأن الصلاة التی هی الركن الأعظم بعد الشهادتين، فلا شك أن ما هو دون الصلاة من الأمور الحياتية والسلوكية والتربوية فلا يضرب الطفل عليها قبل ذلك السن، إلا ضرباً هو أيضًا دون الضرب من أجل الصلاة من باب التهذيب حتى لايترك الطفل إلى سن العاشرة ويراعي الاعتدال قدر الإمكان

٢ ﴾...... أن يقلل منه ما أمكن، بحيث يكون كالملح فی الطعام، وهو قليل، لكنه يصلح الطعام، فإذا كثر أفسده وكذلك فإن كثرة الضرب تقلل من هيبته و مفعوله وتعوَّد الطفل عليه ثم على البلادة، قالﷺ: لا يُجلَد فوق عشر جلدات إلا فی حد من حدود الله" (٤٦)

وعليه فإن أقصى الضرب عشر ضرباته وهذا فی حق البالغ المكلفه فما بالنا بمن لم يبلغ سن التكليف؟ لا شك أنه لن يضرب إلى العشرة وقدكان عمر بن عبدالعزيز رحمه الله يكتب إلى الأمصار: لا يَقرن المعلم (معلم القرآن) فوق ثلاثه فإنها مخافة للطفل-(٤٧) والضرب هنا يسمی تأديباً وليس عقوبة

ورأى القاضی شريح ألّا يُضرب الصبی على القرآن إلا ثلاثاً، كما غطَّ جبريل عليه السلام محمداًﷺ ثلاثاً۔

٣ ﴾...... علماء التفسير على أن الضرب بالسوط ينبغی ان يصيب الجلد فقط، ولا يعدوه إلى اللحم، فكل ضرب يقطع اللحم أو ينزع الجلد، أو

يجرح اللحم فهو مخالف لحكم القرآن، والمقصود من قوله: ﴿فَاجْلِدُوا﴾ وهو ظاهر البشرة من جسم الإنسان، (وهو أن يُجلد، أى يُضرب على جلده مائة جلدة عقوبة لما صنع)(٤٨) وهذا العدد بخصوص البالغين عند إقامة الحد عليهم

٤﴾...... ألا يكون السوط غليظاً أو به عُقَد لورد النهي عن ذلك، فعن زيد بن اسلَم رضى الله عنه، أن رجلاً اعترف على نفسه بالزنى على عهد رسول اللهﷺ، فدعا له رسول اللهﷺ بسوط، فأُتى بسوط مكسور فقال: "فوق هذا" فأُتِيَ بسوط جديد لم تقطع ثمرته (عقدة طرفه)، فقال: "دون هذا" فأُتِيَ بسوط قد رُكبَ به (ذهبت عقدة طرف)، ولان (أى: صار ليناً)، فامر به رسول اللهﷺ فجلد، ثم قالﷺ: "أيها الناس، قد آن لكم ان تنتهوا عن حدود الله، من أصاب من هذه القا ذورات شيأً فليستتر بستر الله فإنه من يبدِ لنا صفحته (٤٩) نقم عليه كتاب الله" (٥٠) (أى نقيم عليه الحد)

٥﴾...... ألَّا يرفع الضارب يده رفعاً عالياً كما قال عمر رضى الله عنه للضارب: "لا ترفع إبطك" (٥١) والمقصود فى هذا ألَّا يكون الضربّ مبرّحاً اى قوياً وشديداً، لنهى النبىﷺ عن ذلك كما سيأتى۔

ويامرﷺ بوقف الضرب عن الطفل إذا استغاث بالله:

بسم الله الذى لا يضر مع اسمه شئ فى الأرض ولا فى السماء وهو السميع العليم، الله جل ثناؤه وتقدست أسماؤه ينبغى على عباده إذا ذُكر اسم الله عندهم أن يخشعوا ويهجعوا، ويستحيوا ويرجعوا، فإذا ضُرب الطفل فاستغاث بالله، فينبغى لمؤدبه ومربيه ان يستجيب، وأن يوقف الضرب، تقديساً لا سم الله وتعظيماً لشأنه جل وعلا، ورحمةً بالطفل، قال الرسول

ﷺ: "من استعاذ كم بالله فأعيذوه ومن سألكم بالله فأعطوه"(٥٢)

قال المباركفوری: قال الطيبي: هذا إذا كان الضرب لتأديبه وأما إذا كان حداً فلا(٥٣)

ولاعبرة بقول أهل الجدل أن الطفل سيتخذها حيلة ومخرجاً من العقوبة فی كل مرة لأن البركة والتوفيق والهداية كلها فی طاعة النبیﷺ، قال تعالىٰ:

وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (٥٤)

وصحيح أنه يمكن أن يحتال بذلك بعض الأطفال لكن من الذی اوصلهم إلى هذه الدرجة واضطرهم إلى الدهاء والمكر؟ فلا بد من التراجع من المربی، ومراجعة الأخطاء، ولا نطلاق من قاعدة شرعية تربوية علمية صحيحة حتى لا يحدث التعارض والتصادم فی الجانب التربوی–

وأعود فأقول: إنه لا ينبغی الإكثار من العقوبة لما يترتب على ذلك من الآثار السيئة "فالشدة المستمرة مع الأطفال مضرة بهم جسميةً وخلقيّة ووجدانيًا، ولا بد إذًا من الأخذ بالحكمة القائلة: (الوقاية خيرمن العلاج)، فالمربی الحازم هو الذی يبعد الطفل عن البيئة التی تشجعه على الأ خطاء……(٥٥)

ويمنع ﷺ من ضربه فی الأماكن الحساسة وعند الغضب:

لا شك أن الذی يعاقب طفله وهو غضبان ستكون العقوبة أولاً غير مجدية، ثانياً منفرة وستورث فی الطفل الكراهية، ثالثاً يكون الضرب ساعتها ليس للتربية و إنما للتشفّی وإخراج غل الصدر كله على الطفل المسكين، رابعاً فإن الغاضب بهذا الوصف فی الغالب أنه لن يراعی حدود الله تعالىٰ فی ضوابط الضرب، فربما ضرب الوجه، أو ضرب أماكن حساسة كالرأس والرقبة والفرج فإنها أماكن لا يجوز ضربها وربما سببت ضربةٌ

أليمة عاهةً مستديمة، بل ربما اودت بحياة الطفل أو الطفلة، والأمثلة كثيرة، والمآسي مثيرة' وقد أتِيَ عليٌّ رضي الله عنه برجل سكران او في حد، فقال: اضرب وأعط كل عضو حقه' واتق الوجه والمذاكير(٥٢)، وقال ﷺ 'إذاضرب أحدكم فليتق الوجه"(٥٧) ومن هنا ندرك قيمة تكرار النبي ﷺ الوصية لرجل كلما قال أوصني قال: "لا تغضب" قال الرجل: ففكرت حين قال النبي ﷺ ما قال: فإذا الغضب يجمع الشر كله(٥٨)

ويمنع ﷺ تذليل الطفل:

عن خولة بنت حكيم رضي الله عنها قالت: قال رسول الله ﷺ: "إن الولد مَبْخَلة، مَجْبَنَة، مجهلة، مَحَزنة" (٥٩)

قال المناوي: مبخلة بالمال عن إنفاقه في وجوه القربه مجبنة عن الهجرة والجهاد، مجهلة لكونه يحمل على ترك الرحلة في طلب العلم والجد في تحصيله لا هتمامه بتحصيل المال له محزنة يحمل أبويه على كثرة الحزن لكونه إن مرض حزنا، وإن طلب شيئًا لا قدرة لهما عليه حزنا، فأكثر ما يَفوت أبويه من الفلاح والصلاح بسببه، فإن شب وعق، فذلك الحزن الدائم والهم السرمدي اللازم (٦٠)

وما سبق مما يحصل للوالدين بسبب الولد فإنما مصدره الحنان على الطفل والرافة به لكن، فكما أمر الإسلام بالحنان مع الطفل والرأفة فقد نهى عن الإ فراط والغلوفي هذا الحنان، فلا مفرفي بعض الأوقات من الحزم والتخويف لترتد نفس الطفل عن التمادي في الغي أو الانحراف' وكثير من الأطفال يردعهم مجرد رؤية العصا أو السوط، ويلزمهم ظهور أداة العقوبة، فيسارعون إلى تجنب التعرض لها، فتستوي تصرفاتهم ويتصحح مسارهم. لذلك أوصى النبي ﷺ يعلق العصا في البيت عن ابن عباس رضي الله

عنهما عن النبی ﷺ قال: "علقوا السوط حيث يراه اهل البيت" (٦١) وعنه أيضاً ان النبی ﷺ امر بتعليق السوط في البيت (٦٢)

فالنبی صلوات الله وسلامه عليه لا يريد ان يكون من وراء حب الطفل والحنان عليه ' ومجاراة للطفل في جميع أهوائه، فيفعل الطفل ما يشاء ويقضى ما هو قاض، فإن ذلك جناية كبرىٰ على الولد، والنبی ﷺ يقول: "ألاَ لا يجنى جان إلا على نفسه، ولا يجنى والد على ولده ولا يجنى مولود على والده" (٦٣)

والجناية: الذنب والجرم، وما يفعله الإنسان مما يوجب عليه العذاب أو القصاص في الدنيا والآخرة فإذا فعل الإنسان ما يوجب العذاب على غيره' فهذه الجناية على الغير، كما يتسبب بعض الآباء في عذاب الله لأ بنائهم بسبب تدليلهم وحبهم المفرط، الذى ينتج عنه عدم الأخذ على ايديهم لتعويدهم طاعة الله والوقوف عند حدوده، والله تعالىٰ أمر مثل هؤلاء الآباء وأمثالهم، بل وسائر الذين آمنوا بقوله جل وعلا:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا قُوا اَنفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَاراً وَقُودُهَا
النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ
مَا اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ O (٦٤)

التربية لآداب الدخول على أهليهم:

قال أنس: قال رسول الله ﷺ: "يا بنى، إذا دخلتَ على أهلك فسلِّم يكن بركة عليك وعلى أهلك" (٦٥) بل يعلمهم ﷺ ضوابط التسليم فيقول: "يسلم الراكب على الماشي، والماشي على القاعد، والقليل على الكثير ، والصغير على الكبير" (٦٦)

ويبين أن السلام يكون قبل الكلام وقبل السؤال والطلب و كل شئ ،فيقول ﷺ : "السلام قبل السؤال، فمن بدأ كم بالسؤال قبل السلام فلا تجيبوه" (٦٧) وقال أيضاً: "لا تاذنوا لمن لم يبدأ بالسلام" (٦٨) وقال لمن دخل عليه ولم يسلم: "ارجع فقل: السلام عليكم أ أدخل؟" قال ابن بطال: في السلام على الصبيان تدريبهم على آداب الشريعة ، وفيه طرحُ الأكابر رداء الكبر، وسلوك التواضع ولين الجانب(٦٩)

إن تربية الشباب منظومة متكاملة، تشمل خارج البيت و داخله، في المسجد، او في المدرسة ، اوفي السوق، أوفي ميدان اللعب، وتتعين على الأهل والجيران وسائر الناس، و كل هذه القوى لا بد أن تتجه اتجاهاً واحدًا ، تتضافر فيه جهودها ، وتتوحد فيه أهدافها ، وتتفق وسائلها وأساليبها ، مستندةً في ذلك إلي قدوة حسنة وسلف صالح' حتى لا ينشأ الجيل ضحية صراع المتناقضات، فيرى الهدم والبناء في وقت واحد، ويرى السب والثناء في شخص واحد، وهو بمفرده لا يستطيع الفصل بين تلك المتناقضات فلا يملك إلا تقليد كل حالة على حدة ، ومن هنا ياتي انفصام الشخصية

ويلقنهم ﷺ آداب الاستئذان: الطفل وهو صغير لم يبلغ الحلم يستأذن في دخول غرف النوم على والديه أو غيرهم ثلاث مرات، تكون العورات فيها عرضة للانكشاف في تلك الأوقات وهي قبل صلاة الفجر، ووقت الظهرة' وبعد صلاة العشاء، وقد حدّد الإسلام هذه الثلاثة للطفل الصغير قبل الاحتلام، لأنه في هذه المرحلة يكون كثير الحركة واللعب، والدخول والخروج فيصعب ويشق عليه الاستئذان في كل الأوقات' فاذا اقترب من البلوغ والاحتلام والتمييز فانه يقل لعبه ودخوله وخروجه وصار يفهم ويتحمل ولا يشق عليه أن يستأذن بالدخول علي والديه في سائر

الأوقات كلما وجد الباب مغلقاً، وقد راعى الإسلام الحنيف كل هذه الجوانب مراعاة العليم الحكيم الخبير بأحوال خلقه(٧٠) فقال عز من قائل:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُم مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاء ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَّكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ طَوَّافُونَ عَلَيْكُم بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ O وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ O(٧١)

وكان أنس خادم النبي ﷺ يدخل عليه بغير إذنه فجاء يوما ليدخل، فقال له: "كما أنت يا بني، فإنه قد حدث بعدك أمر، لا تدخلن إلا بإذن" (٧٢)

ويبين ﷺ أن المستأذن لا يقف في مواجهة الباب مباشرة، ومن هنا تظهر القيمة العظمى للاستئذانه كما جاء عن سهل بن سعد رضي الله عنه قال: اطّلع رجل من جُحر في حُجَر النبي ﷺ، ومع النبي مدرى يحك به رأسه فلما رآه النبي ﷺ قال: "لو أعلم أنك تنظر لطعنت به في عينك، إنما جُعل الإذن من أجل البصر" (٧٣)

فمن الأدب حقّا عدم استقبال الباب مباشرة والوقوف بالوجه في مقابله فيجب التنحي يميناً او يساره بحيث إذا فتح الباب لا يتمكن النظر

من رؤية شئ يكره أهل البيت اطلاع أحد عليه، او تقع العين على عورة فجأة، فيحصل الضيق في الصدر والحرج في النفس، والله ما جعل علينا في الدين من حرج ويكون الاستئذان ثلاث مرات، فإن لم يؤذن له فليرجع كما أخبر بذلك صلى الله عليه وسلم في صحيح مسلم، وأن يقول: السلام عليكم، أدخل؟ كما علم رسول الله صلى الله عليه وسلم أصحابه بذلك، وإذا قال له صاحب البيت: مَن انت؟ لا يقل: انا! وإنما يعرف نفسه ويقول: فلان، لنهي النبي صلى الله عليه وسلم عن ذلك كما بالصحيحين وتلك الأخلاق وهذه المبادئ قد ارسى قواعدها رسولنا محمد صلى الله عليه وسلم، وكان هو قدوة فيها فليتاس به المسلمون وليقتد به المربون في تنشئة جيل يرضى عنه الله وعباده الصالحون

الآن نفكر على أسلوب التربية من وصايا لقمن عليه السلام

وصايا لقمٰن (٤٣) في التربية

وعن خالد الربعي قال: كان لقمان عبداً حبشياً فقال له مولاه: اذبح لنا هذه الشاة فذبحها قال: اخرج اطيب مضغتين فيها، فأخرج اللسان والقلب، ثم مكث ما شاء الله ثم قال: اذبح لنا هذه الشاة، فذبحها قال: أخرج اخبث مضغتين فيها فأخرج اللسان والقلب، فقال مولاه: أمرتك ان تخرج اطيب مضغتين فيها فأخرجتهما وأمرتك ان تخرج اخبث مضغتين فيها فأخرجتهما فقال لقمان: إنه ليس أطيب منهما إذا طابا، ولا أخبث منهما إذا خبثا"

وقال القرطبي: قيل أنه ابن اخت ايوب او ابن خالته رأى رجلاً ينظر إليه فقال: إن كنت تراني غليظ الشفتين فإنه يخرج من بينهما كلام رقيق، وإن كنت تراني أسود فقلبي أبيض۔

الوصية الأولى:

وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ O (٧٥)

قال ابن كثير رحمه الله في تفسير ها: يوصي ولده الذي هو أشفق الناس عليه، واحبهم إليه، فهو حقيق ان يمنحه افضل ما يعرف، ولهذا اوصاه أولاً بأن يعبد الله وحده ولا يشرك به شيئاً ثم قال له محذرا: —ان الشرك الظلم عظيم﴾ اى هذا اعظم الظلم، قال البخاري: عن عبدالله رضى الله عنه قال: لمّا نزلت: ﴿الذين آمنوا ولم يلبسوا إيمانهم بظلم﴾(٧٦) قلنا : يا رسول الله، أينا لا يظلم نفسه؟ قال: "ليس كما تقولون لم يلبسوا إيمانهم بظلم: بشركه اولم تسمعوا قول لقمان لابنه: ﴿يا بنى لا تشرك بالله إنَّ الشرك لظلم عظيم﴾(٧٧) فالشرك هنا بمعنى الظلم، ولم يلبسوا إيمانهم بظلم، أى لم يخلطوا إيمانهم بشركه ثم قرن بوصيته إياه بعبادة الله وحده، البر بالوالدين، كما قال تعالى :

وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدين إحساناً (٧٨)

وكثيراً ما قرن الله تعالى بين ذلك في القرآن الكريم

الوصية الثانية:

يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِن تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُن فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ O(٧٩)

قال ابن كثير: ولو كانت تلك الزرة (من العمل) محصنة محجبة في داخل صخرة صماًء' او غائبة ذاهبة في أرجاء السماوات والأرض' فإن الله

يأتي بها لأنه لا تخفى عليه خافية ولا يعزب عنه مثقال ذرة في المساوات ولا في الأرض، ولهذا قال: ان الله لطيف خبير (٨٠) اى لطيف العلم فلا تخفى عليه الأشياء وإن دقت ولطفته "خبير" بدبيب النمل في الليل البهيم

وقال القرطبي: روى ان ابن لقمان سأل اباه عن الحبة التي تقع في سفل البحر ايعلمها الله؟ فراجعه لقمان بهذه الآية : ﴿يا بني انها ان تك مثقال......﴾(٨١)

الوصية الثالثة:

لا زال لقمان يوجه ولده فيقول:

يَا بُنَيَّ اَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنكَرِ وَاصْبِرْ عَلَى مَا اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُورِ○(٨٢)

قال ابن كثير: اقم الصلاة' اى بحدودها وفروضها واوقاتها' وامر بالمعروف وانه عن المنكر بحسب طاقتك وجهدك واصبر على ما أصابك لأن الآمر بالمعروف والناهي عن المنكر لا بد أن يناله من الناس أذى، فأمره بالصبر، وقوله: ﴿ان ذلك من عزم الأمور﴾ (٨٣) أي الصبر على أذى الناس من عزم الأمور وقيل: أمره بالصبر على شدائد الدنيا كالأمراض وغيرها والا يخرج من الجزع إلى معصية الله عزوجل وهذا قول حسن لأنه يعم، قال القرطبي: والظاهر والله اعلم ان قوله تعالى : ﴿ان ذلك﴾ يشير إلى إقامة الصلاة والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر والصبر على الأذى والبلاء وكلها من عزم الأمور

الوصية الرابعة:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحاً اِنَّ اللّٰهَ

لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ O(٨٤)

العصر: الميل، واصله داء ياخذ الإبل فى اعناقها او رؤوسها حتى تفلت اعناقها من رؤوسها فشبه به الرجل المتكبر، قال ابن كثير: لا تتكبر فتحتقر عباد الله و تعرض عنهم بوجهك إذا كلموك وفى الحديث: "كل صعار ملعون"(٨٥) والصعار هو المتكبر لأنه يميل بخده ويعرض عن الناس بوجهه(٨٦)، ومعنى الآية عند القرطبى: ولا تمل خدك للناس كبراً عليهم وإعجاباً واحتقاراً لهم، وهذا تأويل ابن عباس وجماعة فالمعنى اقبل عليهم مؤنساً مستأنساً، وإذا حدثك اصغرهم فاصغ إليه حتى يكمل حديثه وكذلك كان النبى ﷺ يفعل، ﴿ولا تمش فى الارض مرحا﴾

قال القرطبى: وهو النشاط والمشى فرحاً فى غير شغل وفى حاجة، واهل هذا الخُلُق ملازمون للفخر والخيلاء، فالمرح مختال فى مشيته، والفخور هو الذى يعدد ما اعطى ولا يشكر الله تعالى

الوصية الخامسة:

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ O(٨٧)

قال القرطبى: لمّا نهاه عن الخلق الذميم رسم له الخلق الكريم الذى ينبغى ان يستعمله فقال: ﴿واقصد فى مشيك﴾ اى توسط فيه والقصد: مابين الإسراع والبطء وقد قال ﷺ: "سرعة المشى تذهب بهاء المؤمن" فأما ما روى عنه عليه السلام انه كان إذا مشى أسرع، وقول عائشة فى عمر رضى الله عنه: كان إذا مشى اسرع، وقد مدح الله سبحانه من هذه صفته حسبما تقدم بيانه فى الفرقان

قلت: يقصد الله تعالىٰ :

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (۸۸)

﴿وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ﴾ قال القرطبي : أي انقص منه، اى لا تتكلف رفع الصوت وخذ منه ما تحتاج إليه، فإن الجهر بأكثر من الحاجة تكلف يؤذى، والمراد كله التواضع، وقد قال عمر رضي الله عنه لمؤذن تكلف رفع الأذان بأكثر من طاقته: لقد خشيت ان ينشق مريطاؤك (ما بين السرة إلى العانة) والمؤذن هو أبو محذورة، سمرة بن معير۔

اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ

قال القرطبي : اى اقبحها و اوحشها، وقال الحمار مثل فى الذم البليغ والشتيمة و كذلك نهاقه، وفى الأية دليل على تعريف قبح رفع الصوت فى المخاطبة والملاحاة بقبح اصوات الحمير، لأنها عالية، وفى الصحيح عن النبي ﷺ أنه قال: "وإذا سمعتم نهيق الحمير فتعوذوا بالله من الشيطان فإنها رأت شيطاناً" وقد روى انه ما صاح حمار ولا نبح كلب إلا ان يرى شيطاناً وقال سفيان الثوري : صياح كل شئ تسبيح إلا نهيق الحمار

قال ابن كثير: وهذا التشبيه فى هذا بالحمير يقتضى تحريمه وذمه غاية الذم لأن رسول الله ﷺ قال: "ليس لنا مثل السؤ" (۸۹)

خاتمة:

وبعد هذا العرض المتواضع والبضاعة المزجاة اوصى نفسى و كل مسلم اولاً بتقوى الله سبحانه و تعالىٰ، فهى رأس كل فضيلة، ثم اذكر نفسى وإخوانى المربين بأن الله جل وعلا بعث فينا محمداً ﷺ معلما ومرشداً، ليعلمنا الكتاب والحكمة، ويزكى ويطهر نفوسنا ويعلمنا ما لم نكن نعلم۔

ولان الله تعالىٰ اختاره لهذه المهمة العظيمة الشريفة، فقد جعل فيه

كل مؤهلات التعليم والتربية، والتقويم والتزكية، فلم يكن احد احسن تعليماً منهﷺ بشهادة اوليائه واعدائه، الذين كان يدفعهم للدخول في دينه، حسن خلقه وعظمة تعليمه۔

المصادر والمراجع:

۱۔ ابن منظور، لسان العرب، دارصادر بيروت، ۱۹۵٦ء، ج۱، ص۳۸٦

۲۔ الطبرانی، المعجم الوسيط، مكتبة المعارف الرياض ۱۹۸۷ء، ج۱، ص ۲۱.

۳۔ زيدان، الدكتور عبدالكريم، المفصل فی أحكام المرأة والبيت المسلم فی الشريعة الاسلامية مؤسسة الرسالة بيروت ۱۹۹٤ء، ج۱۰، ص۱۱۲

٤۔ سورة التحريم، :٦

۵۔ قرطبی، تفسير القرطبی، ج۱۸، ص۱۹۵۔۱۹٦، بذيل، سوره التحريم، آية:٦

٦۔ الآلوسی، تفسير الآلوسی، ج۲۸، ص۱۵٦، بذيل سورة التحريم، آية:٦

۷۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری بشرح صحيح البخاری، دارالريان للتراث، ۱٤۰۷ھ، ج۱، ص۱۹۰

۸۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج۳، ص۲٤٦

۹۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج۳، ص۲٤۸۔۲٤۹

۱۰۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج۳، ص۲٤۹

۱۱۔ السيوطی، جلال الدين، الجامع الصغير دارالفكر بيروت، ۱٤۰۱ء، ج۱، ص٤٦۲

۱۲۔ المناوی، محمد عبدالرؤف، فيض القدير شرح الجامع الصغير، مطبوعة قاهرة ۱۹۳۸ء، ج۵، ص۵۲۱

۱۳۔ الطبرانی، المعجم الوسيط، ج۱، ص۱۰۔۱۱

۱٤۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج۱۰، ص٤۰۰

۱۵۔ ابن ماجه، أبو عبدالله محمد بن يزيد، سنن ابن ماجه، دارأحياء التراث، بيروت ۱۳۹۵ھ، ج۲، ص۱۱۱۱

۱٦۔ الترمذی، أبی عيسیٰ، جامع الترمذی، دارالفكر بيروت، ۱۹٦٤ھ، ج٦، ص۸٤۔۸۵،

۱۷۔ المباركپوری، محمد بن عبدالرحمٰن، تحفة الاحوذی بشرح جامع الترمذی،

دارالكتاب العربی، بیروت، ١٩٨٤ھ، ج٦، ص٨٤

١٨۔ الترمذی، جامع الترمذی، ج٦، ص٨٣

١٩۔ المبارکفوری، تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی، ج٦، ص٨٣

٢٠۔ المناوی، فیض القدیر شرح جامع الصغیر، ج٥، ص٢٥٧

٢١۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج١٠، ص٤٢٦

٢٢۔ ایضاً، ج١٠، ص٤٢٨

٢٣۔ النووی، صحیح مسلم بشرح النووی، دارالریان للترات، ج١٦، ص١٨٩

٢٤۔ النووی، صحیح مسلم بشرح النووی، دارالریان للترات، ج١٠، ص١٨٠

٢٥۔ المبارکفوری، تحفة الاحوذی بشرح جامع الترمذی، ج٦، ص٤٣۔٤٤

٢٦۔ ابو الطیب العظیم آبادی، عون المعبود شرح سنن ابی داود، المکتبة السلفیة المدینة المنوره، ١٣٨٨ھ، ج١٤، ص٥٦

٢٧۔ الترمذی أبو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، صحیح سنن الترمذی، کتاب صفة القیامة، ح ٢٥١٦، مسند أحمد، ح ٢٥٣٧، والا حادیث المختارة للضیاء المقدسی، ج١٠، ح١٢، ١٣

٢٨۔ ای، نحیفة

٢٩۔ أی: المرض، والحدیث أخرجه مسلم، کتاب السلام، ح٤٠٧٥

٣٠۔ البخاری، صحیح البخاری کتاب المغازی، رقم الحدیث ٣٨٥٢

٣١۔ البخاری، صحیح البخاری کتاب المغازی، ح٣٩٨٨

٣٢۔ القشیری صحیح مسلم، کتاب الهبات، رقم الحدیث ٣٠٥٥

٣٣۔ الهیثمی، علی ابن أبی بکر مجمع الزوائد، دارالسعادة بیروت ١٤٠٢ھ، ج٨، ص١٥٦، وقال: رواه البزار، وقال: حدثنا بعض اصحابنا ولم یسمه وبقیة رجاله ثقات، وانظر فتح الباری ج٥، ص٢١٤

٣٤۔ البخاری، صحیح البخاری، کتاب الهبة، ٢٩٨

٣٥۔ القشیری، صحیح مسلم، رقم الحدیث ٣٠٥٦

٣٦۔ النسائی، احمد بن شعیب۔ سنن النسائی، دارالفکر بیروت، ١٩٨٧ء، رقم الحدیث ٣٦٢٠

٣٧۔ احمد بن حنبل، مسند أحمد، رقم الحدیث ١٧٦٤٦

٣٨۔ ابو داؤد، سنن ابو داود، کتاب النکاح ١٨٢٢، وابن حبان فی صحیحه ج١٠

وفتح الباری، ج۹، ص ۳۱۳، فصححه البعض واعله البعض بالإرسال منهم الشیخ الألبانی فی ضعیف سنن الترمذی، ح ۱۱٤۱

۳۹ـ البخاری، محمد بن اسماعیل، الأدب المفرد، دارالبشائر الاسلامیة ۱٤۰۹ھ، ح۱۲۱

٤۰ـ جمال عبدالرحمن، اطفال المسلمین، مکتبة الصحابة قاهره، ۲۰۰۱ء، ص/۹٤ـ۹۵

٤۱ـ محمد عطیة الإبراشی ، التربیة الإسلامیة، ص ۱۵٤ـ۱۵۵

٤۲ـ سورة النور، آیة ۵٤

٤۳ـ القشیری صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم الحدیث ٤۲٦۹

٤٤ـ الذی یصرع الناس بقوته

٤۵ـ البخاری، صحیح البخاری، کتاب الأدب ۵٦٤۹، و مسلم کتاب البر والصلة ٤۷۲٤، وأحمد، ٦۹۲۱

٤٦ـ البخاری، صحیح البخاری، کتاب الحدود ٦۳٤۲، والترمذی کتاب الحدود ۱۳۸۳، وأبو داود، کتاب الحدود ۳۸٤۹، مسند أحمد، ۱۵۸۹۳

٤۷ـ رواه ابن ابی الدنیا، کتاب العیال، ۱/۵۳۱

٤۸ـ قاسمی محاسن التأویل بذیل سورة النور، ص ۲٤۹

٤۹ـ یعترف علی نفسه بما استتر من أمره، ومعنی القاذورات هنا، الفواحش

۵۰ـ امام مالك، موطأ امام مالك، کتاب الحدود، رقم الحدیث ۲۱۹۹، والحاکم فی المستدرك، ج٤، ح۷٦۱۵، وقال: صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه، وانظر صحیح الجامع، ح ۱٤۹، عن ابن عمر بن الخطاب رضی اللّٰه عنه، قال: قال المصطفی ﷺ بعد رجم الأسلمی : "اجتنبوا هذه القاذورات التی نهی اللّٰه تعالی عنها، فمن ألم بشیٔ منها فلیستتر بستر اللّٰه ولیتب إلی اللّٰه، فإنه من یبد لنا صفحته ، نقم علیه کتاب اللّٰه"

۵۱ـ لابن عبد البر، التمهید ج۵، ص۳۳٤، سنن البیهقی الکبریٰ، ج۸، ص۳۲٦، ومصنف ابن أبی شیبة، ج۵، ص۵۲۹،

۵۲ـ البخاری، صحیح البخاری، صحیح الجامع، ح۲۱ ٦۰

۵۳ـ المبارکفوری، تحفة الأحوذی، ج٦، ص٦۸

۵٤ـ سورة النور، آیت ۵٤

٥٥- جمال عبدالرحمٰن أطفال المسلمین، ص/٩٩

٥٦- جصاص، احکام القرآن، ٣/٣٢٢، وابن ابی شیبة ج٥، ص٥٢٩

٥٧- القشیری، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب ٤٧٢٩، وأبو داود، کتاب الحدود ٣٨٩٥، وأحمد، ١٠٣١٤، بلفظ: إذا قاتل أحدکم اخاه، فلیتق الوجه، فإن اللّٰه عز وجل خلق آدم علی صورته۔

٥٨- البخاری، صحیح البخاری، کتاب الأدب ٥٦٥١، وأحمد ٢٢٠٨٨

٥٩- البخاری، صحیح البخاری، ح ١٩٩٠

٦٠- المناوی، فیض القدیر، شرح جامع الصغیر، ج٢، ص٤٠٣

٦١- البخاری، صحیح البخاری، ٤٠٢١

٦٢- ألبانی، السلسة الصحیحة، ح ١٤٤٧

٦٣- الترمذی، جامع الترمذی، کتاب تفسیر القرآن ٣٠١٢، وصحیح سنن ابن ماجه للألبانی، کتاب المناسك ٣٠٤٦، وأحمد، والهیثمی بلفظ، "ألا لا تجنی نفس علی اخری" وقال: رواه أحمد ورجاله رجال الصحیح' ج٦، ص٢٨٣، و ابن حبان فی صحیح، ج١٣، ص ٣٣٧، ح ٥٩٩٥، وانظر السلسة الصحیحة، ح ١٩٧٤

٦٤- سورة التحریم، آیة ٦

٦٥- الترمذی، سنن الترمذی، کتاب الآداب والاستئذان ٢٦٦٢، وقال حدیث حسن صحیح غریب، وقال الألبانی: ضعیف الإسناد

٦٦- البخاری، کتاب الاستئذان ٥٧٤٦، و مسلم، کتاب السلام ٤٠١٩، والترمذی، کتاب الاستئذان والآداب ٢٦٢٧، وابو داود، کتاب الأدب ٤٥٣٣، وفیه وأحمد، ١٠٢١٥، ومالك، کتاب الجامع ١٥١٢، وفیه: "وإذا سلم من القوم واحد أجزأ عنهم" والدارمی، کتاب الاستئذان ٢٥٢٠

٦٧- ألبانی، السلسلة الصحیحة ح ٨١٦

٦٨- ألبانی، السلسلة الصحیحة ح ٨١٧

٦٩- ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، کتاب الاستئذان، ج١١

٧٠- جمال عبدالرحمٰن أطفال المسلمین، ص/١٠٩

٧١- سورة النور، آیة ٥٨، ٥٩

٧٢- البخاری، الأدب المفرد، ٨٠٧،

٧٣- البخاری، صحیح البخاری، کتاب الاستئذان ٥٧٧٢، و مسلم، کتاب الآداب ٤٠١٣، والترمذی، کتاب الاستئذان والآداب ٢٦٣٣، والنسائی کتاب القسامة ٤٧٧٦، وأحمد، ٢١٧٣٧

٧٤- لقمان رجل آتاه اللّٰه الحكمة، كما قال جل شأنه: ﴿وَلَقَد آتينا لقمان الحكمة﴾ (سوره لقمان، آیت١٢) منها العلم والديانة والإ صابة في القول، وحكمه كثيرة ماثورة، كان يفتي قبل بعثة داود عليه السلام، وادرك بعثته واخذ عنه العلم وترك الفتيا، وقال في ذلك: ألا اكتفي إذا كفيت؟ وقيل له: أي الناس شر؟ قال: الذي لا يبالي إن رآه الناس مسيئاً (تفسير الجلالين، سورة لقمان، ١٢) وقال مجاهد: كان لقمان الحكيم عبداً حبشياً غليظ الشفتين مشقق القدمين، أتاه رجل وهو في مجلس ناس يحدثهم فقال له: ألست الذي كنت ترعى الغنم في مكان كذا وكذا؟ قال: نعم، قال: فما بلغ بك ما أرى؟ قال: صدق الحديث والصمت وعما لا يعنيني،

٧٥- سورة القمٰن، آیت١٣

٧٦- سورة الانعام: ٨٢

٧٧- البخاری، صحیح البخاری، کتاب احادیث الأنبیاء، ٣١١٠

٧٨- سورة الإسراء: ٢٣

٧٩- سورة القمٰن، آیت ١٦

٨٠- سورة لقمٰن:١٦

٨١- سورة لقمٰن:١٦

٨٢- سورة لقمان: ١٧

٨٣- سورة لقمٰن: ١٧

٨٤- سورة لقمٰن:١٨

٨٥- ابن الأثير، النهاية ، بذيل باب صعر

٨٦- قرطبی، تفسير القرطبی، بذيل سوره لقمٰن، آية ١٧-٧٠

٨٧- سورة لقمٰن: ١٩

٨٨- سورة الفرقان: ٦٣

٨٩- البخاری، صحیح البخاری، کتاب الهبة ٢٤٢٩، والترمذی کتاب البيوع ١٢١٩ وغيره

تعليم و تربيت

سيرت طيبه ﷺ جي روشنيءَ ۾

پروفيسر مراد علي راهمون

ABSTRACT

Prof. Murad Ali Rahemon

The Training institutions, during the life of prophet, their syllabus, methodology and significance in the context of prophetic conduct.

In this thesis the meaning of training (TARBIYAH) is described and then the educational and training institutions during the life of prophet Muhammad (p.b.u.h) are mentioned. In the light of Prophetic teachings the principles and significance of training are discussed. The advantages of applying these principals in the process of teaching have also been death with.

At the end of thesis, besides the recommendations and suggestions, a short curriculum sketh is also pointed at to help the people of Pakistan for designing a new educational curriculum. It will help the people of land to acquire their set aims and objectives of education and training.

تعليم جي معني:

هن لفظ جو مادو "علم" آهي. جنهن جي معنيٰ ڄاڻڻ ۽ ادراڪ ڪرڻ آهي. (1)

تعليم جي لفظي معنيٰ ڪنهن کي ڪجهه ٻڌائڻ، پڙهائڻ يا سيکارڻ آهي. ڪي ماڻهو غلط فهمي سان تعليم کي تدريس جو مترادف سمجهن ٿا. حالانڪ تدريس جي معنيٰ رڳو لکڻ پڙهڻ ۽ حساب ڪتاب سيکارڻ آهي۽ تعليم جو لفظ ان کان وڌيڪ جامع آهي. ان جي مفهوم ۾ تدريس سان گڏ تدريب (مختلف علمن ۾ مهارت پيدا ڪرڻ) تاديب (ادب ۽ اخلاق) تربيت (پالڻ ۽ نشو نما ڪرڻ) به شامل آهي. (2)

تعليم جو وسيع مفهوم:

تعليم جو لفظ زبان تي اچڻ سان ئي عام طور تي ذهن انهن منظم ڪوششن ڏانهن ويندو آهي، جيڪي شاگردن جي تعليم ۽ تربيت لاءِ. تعليمي ادارا سر انجام ڏيندا آهن. انهيءَ ۾ ڪو به شڪ ڪونهي ته باقاعدي ۽ رسمي تعليم اها ئي آهي. ۽ ان جا اثر به دير پا ٿين ٿا. پر تعليم جو اهو تمام محدود مفهوم آهي. ڇاڪاڻ ته تعليمي ادارن ۾ ته ٻار تمام ٿورو وقت رهن ٿا ۽ تمام ٿوري معلومات ۽ تجربا حاصل ڪن ٿا. باقي زندگي جو گهڻو حصو اهڙن رسمي ادارن کان ٻاهر گهرن ۾ يا سماجي‌سرگرمين ۾ گذارين ٿا. هوڏانهن هنن جي

سکڻ ۽ تجربا حاصل ڪرڻ جو عمل پيدا ٿيڻ کان وٺي موت تائين برابر جاري رهندو آهي. اهي تعليمي ادارن جي باقاعدي رسمي تعليم کان سواءِ نہ ڄاڻ ڪيتريون ڳالهيون پنهنجي گهر، پاڙي، فطري ۽ سماجي ماحول ۽ پنهنجي چوڌاري پکڙيل دنيا ۽ ان ۾ وسندڙ افراد کان سکندا آهن. جيتوڻيڪ اها تعليم غير رسمي هوندي آهي پر نتيجي ۽ اثر جي لحاظ کان رسمي ۽ باقاعدي تعليم کان ڪنهن بہ طرح گهٽ نہ هوندي آهي. اهڙي طرح تعليم جي وسيع مفهوم ۾ اها سڀ معلومات ۽ تجربا شامل شمار ٿيندا آهن. جيڪي جنم کان وٺي زندگي جي آخري گهڙي تائين هر انسان باقاعدي يا بي قاعدي نموني سان پاڻ حاصل ڪندو رهندو آهي يا ڪيس سيکاريا ويندا آهن. (3)

ڪن ماهرن جو اهو بہ چوڻ آهي تہ تعليم جو مطلب آهي تہ ڪنهن شيءِ بابت بار بار ۽ ڪثرت سان خبر ۽ ڄاڻ ڏيڻ ايستائين جو ٻڌندڙ جي ذهن ۾ اها خبر ۽ ڄاڻ ويهي رهي. (4)

تربيت جي معنيٰ:

تربيت جو مادو رب (ربب) آهي. ان جي لفظي معنيٰ زياده ٿيڻ ۽ وڌڻ آهي. ان جي معنيٰ نشونما ۽ غذا ڏيڻ بہ آهي. ڪنهن شيءِ جي نشونما ڪرڻ، هڪ درجي کان ٻي درجي ۾ داخل ٿي پورو ٿيڻ. ان عمل کي عربي ۾ تربيت سڏبو آهي. (5)

تربيت جو اصطلاحي مفهوم:

علمي ۽ شرعي اصطلاح ۾ تربيت، "انساني نفس جي اصلاح ۽ ان جي روح، عقل ۽ جسم جي سڀني پهلوئن جي نشونما ڪري ان کي ڪمال جي درجي تي پهچائڻ" جو نالو آهي.

اسلام ۾ تربيت جو هدف هي آهي تہ "انسان کي مڪمل شخصيت وارو مومن بنايو وڃي، جيڪو انساني زندگي تي مثبت

نظر رکندو هجي. اهڙو مومن هجي جيڪو قوي همت ۽ پختي عزم جو مالڪ هجي. ڪيس زندگي ۾ آرام ملي ته الله جو شڪر ادا ڪري ۽ ڏک ۽ تڪليف اچي ته الله ڏانهن رجوع ڪري ۽ صبر ڪري. تڪليفن ۽ ڏکن کي همت ۽ مستقل مزاجي سان منهن ڏئي ۽ ايستائين جو هو پنهنجي منزل تي وڃي پهچي. (6)

تعليم ۽ تربيت جو صحيح مفهوم ۽ مقصد:

حضور اڪرم صلي الله عليه وسلم جن جي تعليمات ۽ سيرت جي روشنيءَ ۾ تعليم ۽ تربيت جو مقصد "انسان کي الله تعاليٰ جو نيڪ ۽ صالح ٻانهو بنائڻ آهي." يعني نوجوان شاگردن جي فطري صلاحيتن کي اجاگر ڪرڻ، سندن طبعي رجحانن کي صحيح رخ تي آڻڻ ۽ انهن کي ذهني، جسماني، روحاني، عملي ۽ اخلاقي لحاظ کان درجي بدرجي ان ڳالهه جي لائق بنائڻ ته الله جا شڪر گذار ٻانها بڻجي رهن، ڪائنات ۾ رب جي مرضي سان زندگي گذارين. انهن مٿان جيڪي ذميواريون انفرادي، عائلي ۽ اجتماعي حيثيت سان لاڳو ٿين ٿيون سي الله پاڪ جي حڪم مطابق ادا ڪن. (7)

تزڪيه:

قرآن پاڪ ۽ حديث شريف ۾، تربيت جو هم معنيٰ لفظ تزڪيو استعمال ٿيو آهي. عربي زبان ۾ تزڪيه جو مفهوم آهي. "ڪنهن شيءِ کي صاف سٿرو بنائڻ ان کي نشونما ڏيڻ ۽ واڌ ويجهه جي لائق بنائڻ." نفس جو تزڪيه هي هوندو آهي ته ان ۾ جيڪي غلط فڪر ۽ نظريا پيدا ٿي ويا آهن تن جي پاڙ پٽي وڃي ۽ جاهليت جي عادتن ۽ برن اخلاقن جي ڪري جيڪي خرابيون پيدا ٿيون آهن تن کي درست ڪيو وڃي. نفس کي غلط رجحانن کان هٽائي نيڪي ۾ ڪمال جي درجي تي پهچايو وڃي. (8)

قرآن پاڪ ۾ تعليم و تربيت جي اهميت:

اسلام ۾ تعليم جي تمام گهڻي اهميت آهي. ڇاڪاڻ ته تعليم کان سواءِ، اسلام جا مقصد پورا ٿي نه ٿا سگهن. اسلام جو اصل مقصد هي آهي ته فرد جي ذهني، اخلاقي ۽ روحاني نشونما ڪئي وڃي ته جيئن هو انفرادي طور تي سڌي رستي ۽ صراط مستقيم تي هلي سگهي ۽ اجتماعي طور تي به سماج جو هڪ ڪارائتو ۽ مفيد فرد ثابت ٿي سگهي. اهڙي طرح هو دين ۽ دنيا ۾ ڪامياب ۽ سرفراز ٿي سگهي. اهو ئي سبب آهي جو قرآن پاڪ ۾ علم ۽ تعليم جي وڏي فضيلت بيان ٿيل آهي.

قرآن پاڪ جي پهرين وحي جو پهريون لفظ:

(1). قرآن پاڪ جي پهرين وحي جو پهريون لفظ اقرا (پڙهه) آهي. انهيءَ مان تعليم و تربيت جي اهميت جو اندازو لڳائي سگهجي ٿو. ارشاد باري آهي ته!

اقرا باسم ربک الذي خلق:

(اي نبي صلي الله عليه وسلم!) پڙهه پنهنجي پالڻهار جي نالي سان جنهن (جهان کي) پيدا ڪيو.

ان کان اڳتي ساڳي وحي ۾ تعليم ۽ ان جي وسيلي (قلم) جي اهميت بيان ڪندي فرمايو ويو آهي ته!

الذي علم بالقلم O علم الانسان مالم يعلم.

((اهو ئي پالڻهار آهي) جنهن قلم وسيلي علم سيکاريو. انسان کي اهو ڪجهه سيکاريائين جنهن کي هو نه ڄاڻندو هو). (9)

هن آيت مان واضح آهي ته الله تعاليٰ انسان کي قلم جي استعمال جو فن به سيکاريو، جيڪو وڏي پيماني تي علم جي

اشاعت، ترقي ۽ اينڊڙ انسانن تائين بقاء ۽ حفاظت جو ذريعو بڻيو. قلم جو استعمال ۽ ڪتابت الله جو وڏو احسان آهي.

آدمؑ جي تعليم جو انتظام:

(2). پهرين انسان ۽ پهرين نبي حضرت آدمؑ جو استاد الله تعاليٰ پاڻ آهي. الله تعاليٰ آدم عليه السلام جي تعليم و تربيت جو بيان هن طرح فرمايو آهي.

وعلم آدم الاسماء ڪلها.

(۽ الله تعاليٰ آدم عہ کي سڀني شين جا نالا سيکاريا) (10)

هن آيت ۾ ڪائنات جي شين جي حقيقت ۽ انهن جي استعمال ۽ ان جي تعليم جو ذڪر آهي. حضرت آدم عہ ۽ ان جي اولاد کي علم ۽ شعور جي ڪري ئي اشرف المخلوقات جو درجو مليل آهي.

نبين جو شان — علم ۽ حڪمت

(3). انسانن ۾ نبين سڀني جو تمام مٿاهون درجو آهي. ان جو سبب حڪمت ۽ علم آهي. الله تعاليٰ ان نعمت جو ذڪر هن طرح ڪيو آهي.

وڪلا آتينا حڪما و علما

(۽ اسان سڀني نبين کي حڪمت ۽ علم عطا ڪيو). (11)

ان مان معلوم ٿئي ٿو ته حڪمت ۽ علم اهڙي وڏي نعمت آهي جو الله تعاليٰ پنهنجي محبوب ٻانهن کي ئي عطا ڪندو آهي.

علم ۾ اضافي لاءِ دعا جو حڪم

(4). الله تعاليٰ سڀني نبين جي سردار ۽ امام الانبياء کي تمام گهڻو علم عطا ڪيو هو پر پوءِ به حڪم ڏيو ته علم ۾ اضافي لاءِ دعا

گهرندا رهو.

وقل رب زدني علما

(۽ دعا گهرندا ڪريو ته اي منهنجا پالڻهار! منهنجي علم ۾ اضافو فرماءِ.)(12)

هن آيت مان معلوم ٿئي ٿو ته علم حاصل ڪرڻ جو عمل سموري زندگي سان لاڳو آهي. ڪٿي ڪيترو به علم حاصل ٿي وڃي پوءِ به مطمئن ٿي ويهڻ نه گهرجي بلڪ هميشه گهڻو علم حاصل ڪرڻ جي ڪوشش کي جاري رکجي ۽ علم ۾ اضافي ۽ برڪت لاءِ پالڻهار کان دعا به گهرندو رهجي.

ايمان کانپوءِ علم جو درجو:

(5). اسلام ۾ ايمان کي بنيادي اهميت حاصل آهي. مقبول ۽ مردود انسانن جي وچ ۾ فرق صرف ايمان جو آهي. ايمان وارن جا وڏا درجا آهن. قرآن پاڪ ۾ الله تعاليٰ ايمان وارن سان گڏ علم وارن جي درجن جي بلندي جو اعلان ٿو ڪري. ارشاد باري آهي.

يرفع الله الذين امنوا منكم والذين اوتو العلم درجات

(الله تعاليٰ توهان مان انهن جا درجا بلند ٿو ڪري جيڪي ايمان وارا آهن ۽ اهي جيڪي علم وارا آهن.)(13)

ان مان معلوم ٿيو ته مرتبي ۽ مان جي بلنديءَ جو ذريعو ٻه شيون آهن.

(1). ايمان (2). علم. ايمان ۽ عمل جي حفاظت لاءِ علم ۽ تعليم تمام ضروري آهي.

علم عقل جو محافظ

(6). علم انسان ۾ سمجهه ۽ شعور پيدا ڪري ٿو. علم جي ڪري فطري شعور ۽ عقلي استعداد وڌي ٿي. علم جي ڪري عقل ۾ نکار

پيدا ٿئي ٿو. علم وارا ئي اصل ۾ عقل کان پوري طرح ڪم وٺندا آهن. ارشاد باري آهي.

تلڪ الامثال نضربها للناس- وما يعقلها الا العالمون.

(۽ اسان هي مثال انسانن کي سمجهائڻ لاءِ بيان ڪريون ٿا. ۽ انهن مثالن کي رڳو علم وارائي سمجهندا آهن.)(14)

واضح دليل، علم وارن وٽ ئي هوندا آهن.

(7). علم انسان جي ذهن ۾ وسعت ۽ بالغ نظري پيادا ڪندو آهي. علم جي ڪري انسان ۾ چڱي ۽ بري، حق ۽ باطل کي پرکڻ جي صلاحيت پيدا ٿيندي آهي. علم کانسواءِ انسان ۾ ضد ۽ هٺ، بي انصافي ۽ ظلم جو رجحان پيدا ٿيندو آهي. ارشاد باري آهي.

بل هو ايات بينات في صدور الذين اوتوا العلم ــ وما يجحد باياتنا الا الظالمون.

(هي (قرآن) خود ڪيترن ئي واضح دليلن (جو مجموعو) آهي جيڪو انهن ماڻهن جي ذهنن ۾ آهي. جيڪي علم وارا آهن. اسان جي آيتن جو انڪار ته رڳو ضدي ماڻهو (ظالم) ئي ڪندا آهن.)(15)

علم کانسواءِ انسان بحث جي قابل ڪونهي:

(8). جهالت ۽ بي علمي انسان کي بيڪار بنايو ڇڏي، هو بحث ڪرڻ جي صلاحت کان به محروم هوندو آهي. هن جي گفتگو جي ڪا اهميت ڪانهي. الله تعاليٰ اهڙي انسان جي مذمت ۾ فرمائي ٿو.

ومن الناس من يجادل في الله بغير علم (لقمان -20)

(۽ ماڻهن مان ڪي اهڙا آهن جيڪي الله بابت بحث ڪندا آهن علم کانسواءِ) (16). ان مان معلوم ٿيو ته علم وارو ئي الله تعاليٰ بابت گفتگو يا بحث ڪري سگهي ٿو. جاهل کي اهو حق ڪونهي ته اهڙي اهم موضوع تي زبان کولي.

علم وارو ۽ بي علم برابر ناهن.

(9) علم وارا ۽ بي علم ڪڏهن به برابر نه ٿا ٿي سگهن. انهن جو انجام هڪجهڙو نه ٿو ٿي سگهي، هي نه عام ميچيل اصول آهي. ارشاد باري آهي:

قُل هَل يَستوي الذين يعلمون والذين لايعلمون (الزمر-9)

("اي نبي" انهن کان پڇ نه ڇا علم وارا ۽ بي علم ڪڏهن پاڻ ۾ برابر ٿي سگهن ٿا؟)(17)

(10) آخري نبي ﷺ جو اُستاد به الله تعاليٰ آهي.

حضرت آدم ؑ کان وٺي آخري نبي حضرت محمد صلي الله عليه وسلم تائين سڀني نبين جي تعليم و تربيت جو بندوبست الله تعاليٰ پاڻ ڪيو. علم ۽ حڪمت، دانش ۽ دانائي سڀني نبين جو شان رهيو آهي. اهو الله تعاليٰ جو وڏو انعام ۽ احسان آهي. الله تعاليٰ اسان جي نبي حضرت محمّد ﷺ تي قرآن پاڪ نازل فرمايو، حڪمت ۽ دانائي عطا ڪئي. ان جو ذڪر الله تعاليٰ هن طرح ڪيو آهي ته اهو عظيم احسان آهي.

وانزل الله عليڪ الڪتاب والحڪمت وعلمڪ مالم تڪن تعلم وڪان فضل الله عليڪ عظيماً (النسآء -113)

(اي نبي!) الله تعاليٰ توهان تي ڪتاب (قرآن) ۽ دانائي نازل ڪئي ۽ توهان کي اهي ڳالهيون سيکاريون اٿس، جيڪي توهان نه ڄاڻندا هئا. ۽ اهو توهان تي الله تعاليٰ جو وڏو فضل آهي.)(18)

ڪتاب ۽ حڪمت جو تعلق علم سان آهي. حضور ﷺ جن کي ڪتاب ۽ دانائي، علم ۽ دانش سيکارڻ وارو الله تعاليٰ آهي. ان مان معلوم ٿيو ته زندگي جي اعليٰ ۽ ارفع مقصد کي حاصل ڪرڻ لاءِ علم حاصل ڪرڻ ضروري آهي، ان کان سواءِ ڪجهه ٿي نٿو سگهجي ....ٿي جاڳن ٿي،

قرآن پاڪ ۾ علم، تعليم ۽ علم وارن جي عظمت ۽ فضيلت بيان ڪئي وئي آهي.

قرآن پاڪ ۾، علم جو ذڪر 80 ڀيرا ۽ علم لفظ مان نڪتل صيغن جو بيان سوين ڀيرا آيو آهي. عقل جي جاءِ تي الباب جو لفظ قرآن ۾ 16 ڀيرا ۽ نُهيٰ (سمجهه) جو بيان 2 ڀيرا آيو آهي. اهي ٻئي لفظ عقل جي معنيٰ ۾ ڪم اچن ٿا. عقل جي مصدر مان نڪرندڙ لفظ 49 ڀيرا آيا آهن. فڪر جي مصدر مان نڪرندڙ لفظ 18 ڀيرا آيا آهن. فقه (سمجهه) مان نڪرندڙ لفظ 21 ڀيرا آيا آهن. اهڙي طرح حڪمت جو لفظ 20 ڀيرا ۽ برهان جو لفظ 7 ڀيرا آيو آهي.

سيرت النبي صہ ۾ علم جي فضيلت

حضور صلي الله عليه وسلم جن کان اڳ جيڪي به نبي ۽ رسول ٿي گذريا آهن، انهن سڀني علم جي فضيلت ۽ تعليم جي اهميت تي زور ڏنو آهي. پر حضور صہ جن علم ۽ تعليم جي فضيلت ۽ اهميت بابت جيترو تاڪيد ڪيو آهي اهڙو انساني تاريخ ۾ مثال ملڻ مشڪل آهي. جيڪڏهن اسان حديث جي ڪتابن جو مطالعو ڪنداسون ته علم جي عظمت ۽ فضيلت بابت اسان کي پورا باب ملندا مثال طور صحيح بخاري جيڪو قرآن پاڪ کانپوءِ حديث جو صحيح ترين ڪتاب آهي، انهي ۾ وحي جي ابتدا ۽ ايمان جي باب کانپوءِ علم جو باب ڏنل آهي. جنهن ۾ امام حافظ ابن حجر جي قول مطابق 86 مرفوع حديثون (تڪرار کي ڇڏي ڪري) ۽ صحابه ۽ تابعين جون 22 روايتون آيل آهن. اهڙي طرح موطا امام مالڪ ۽ صحاح ستہ جي باقي ٻين ڪتابن ۾ به علم جي فضيلت بابت باب ڏنل آهن.

مسند احمد جي ترتيب جي متعلق ڪتاب "الفتح الرباني" ۾ علم بابت 81 حديثون ڏنل آهن. حافظ نورالدين هيثمي جي ڪتاب

"مجمع الزوائد" ۾ علم بابت مواد 84 صفحن تي پکڙيل آهن. مستدرڪ حاڪم ۾ علم بابت 44 صفحا ڏنل آهن. حافظ منذري جي ڪتاب "الترغيب والترهيب" ۾ علم بابت 140 حديثون ملن ٿيون. اهڙي طرح ٻين حديث جي ڪتابن ۾ علم بابت حديثون بار بار آيل آهن، پر ان جو اهو مطلب هرگز ڪونهي ته علم بابت صرف اهي ئي حديثون آهن. بيشمار ٻيون حديثون آهن، جيڪي علم سان واسطو رکن ٿيون ليڪن اهي ٻين بابن ۾ آيل آهن. (19)

مطلب ته علم جي عظمت ۾، حضور صہ جن جا اڪيچارا احڪام آهن. اسان علم جي فضيلت ۽ عظمت بيان ڪرڻ لاءِ، انهن مان ڪي هتي بيان ڪريون ٿا.

حضور صہ — معلمِ اعظم

(1) حضور صہ جن پنهنجو منصب هن طرح واضح ڪيو آهي ته پاڻ معلم ۽ استاد بنائي موڪليا ويا آهن.

اِنما بُعثت مُعلما

(بيشڪ مون کي استاد بنائي موڪليو ويو آهي)(20)

پاڻ سڳورن جي هن ارشاد مان معلوم ٿئي ٿو ته پاڻ واقعي ئي علم جا درياهہ هئا. ۽ انسانذات کي معرفتِ حق ڏيڻ ۽ علم سيکارڻ لاءِ موڪليا ويا هئا. هن حديث مان معلوم ٿيو ته سندن بعثت جو مقصد الٰهي پيغام جي تعليم ڏيڻ آهي. هي ڳالهہ قرآن پاڪ ۾ هن طرح بيان ٿيل آهي. حضرت ابراهيم عہ ۽ حضرت اسماعيل عہ ٻنهي الله کي پاڙيو ته:

ربنا وابعث فيهم رسُولا منهم يتلوا عليهم أيتک ويعلمهم الكتاب والحكمت ويز كيهم انک انت العزيز الحكيم (بقره — 129)

(اي اسان جا پالڻهار! تون هنن ۾ منجهائن ئي هڪ رسول موڪل، جيڪو ڪين تنهنجون آيتون پڙهي ٻڌائي ۽ انهن کي ڪتاب ۽ حڪمت جي تعليم ڏي ۽ انهن جو تزڪيو ڪري. بيشڪ تون ئي زبردست ڏاهپ وارو آهين)(21)

هن دعا ۾ حضور جن جون چار صفتون پڌايون ويون آهن.

(1) تلاوتِ ڪتاب و آيات

(2) تعليمِ ڪتاب

(3) تعليمِ حڪمت

(4) تزڪيه و تربيت

حضور ﷺ جن پنهنجي زندگي ۾ اهي چارئي ڪم اعلىٰ پيماني تي ڪري ڏيکاريا. هي چارئي صفتون قرآن پاڪ ۾ وڏيڪ ٽن جاين تي ورجايون ويون آهن. سورت بقره — آيت 151، سورت آل عمران — 164، ۽ سورت جمعه آيت 2. مٿي ذڪر ٿيل حضور جن جون چارئي صفتون تعليم ۽ تربيت جو واضح ثبوت آهن. پاڻ سڳورن ﷺ هڪ معلم اعظم جي حيثيت ۾ اهي چارئي ذميواريون ڪماحقہ پوريون ڪيون.

(2) تعليم و تربيت فرض آهي:

حضور ﷺ جن تعليم و تربيت کي فرض قرار ڏنو آهي. اهو فرض امت جي ڪنهن هڪ طبقي تي ناهي بلڪ هر مسلمان عورت توڙي مرد تي فرض آهي ته تعليم ۽ تربيت حاصل ڪري. حڪومت ۽ سماج جو اجتماعي طور تي فرض آهي ته ان جو انتظام يقيني بنائي، پاڻ فرمائن ٿا:

طلب العلم فريضۃ علىٰ کُل مُسلم و مسلمۃ (ابن ماجه بيهقي)

(هر مسلمان مرد ۽ عورت تي علم حاصل ڪرڻ فرض آهي)(22)

هن حديث مان معلوم ٿئي ٿو ته علم حاصل ڪرڻ هر مسلمان مرد ۽ عورت تي فرض آهي. جو ته انسان جنهن مقصد لاءِ الله جو خليفو بنايو ويو آهي سو علم کانسواءِ پورو نه ٿو ٿي سگهي. علم کانسوا انسان نه خدا جي ذات کي سڃاڻي سگهي ٿو ۽ نه ئي پنهنجي حقيقت جو عرفان حاصل ڪري سگهي ٿو. هتي علم مان مراد دين جو اهو علم آهي، جنهن سان انسان روزمره جي زندگي ۾ انفرادي ۽ اجتماعي فرائض سڃاڻي ۽ پورا ڪري سگهي. (23)

منهنجو پيغام پهچايو

(3) حضور صه جن فرمايو ته منهنجو پيغام جيڪو هڪ آيت يا حديث جي صورت ۾ اوهان کي ملي ته اهو توهان ٻين انسانن تائين پهچايو.

بلغوا عني ولو آيت (بخاري)،

(منهنجي طرفان پيغام پهچايو ڪٿي هڪڙي آيت ئي هجي) (24)

عالم سڳورا لکن ٿا ته هن حديث مان علم سيکارڻ، تعليم عام ڪرڻ ۽ ٻين کي علم جي نور سان منور ڪرڻ جو حڪم ڏنو ويو آهي.

تعليم ۽ تربيت — جنت جو رستو آهي.

(4) حضور صه جن فرمايو:

ومن سلک طريقا يلتمس فيه علما سهل الله له به طريقا الي الجنت (مسلم)

(جيڪو ماڻهو علم حاصل ڪرڻ لاءِ ڪنهن واٽ تي هلي ٿو ته الله تعالي هن جي لاءِ جنت جو رستو آسان ڪري ڇڏي ٿو) (25)

هن حديث مان معلوم ٿيو ته جيڪو ماڻهو علم حاصل ڪرڻ لاءِ پنهنجي گهر يا وطن کي ڇڏي ٿو، پنهنجي مائٽن جي جدائي

برداشت ڪري ٿو ته الله تعاليٰ هن جي لاءِ بهشت جو رستو آسان بنائي ٿو.

هن حديث ۾ هي به فرمايو ويو آهي ته جيڪو ماڻهو علم جي ڳولا ۾ نڪتو ته هو جڏهن ته موٽڻ تائين الله جي واٽ ۾ آهي.

تعليم ۽ تربيت ۾ آسانيءَ وضاحت:

حضور ﷺ جن جي تعليم جو طريقو واضح ۽ چٽو هوندو هو. حضرت انس رضه چوي ٿو:

كان النبي صلي الله عليه وسلم اذا تكلم بكلمه اعادها ثلاثا حتي تفهم عنه واذا اتي علىٰ قوم فسلم عليهم سلم عليهم ثلاثا (بخاري)

(حضور ﷺ جن جڏهن ڪا ڳالهه چوندا هئا ته ان کي ٽي ڀيرا ورجائيندا هئا ايستائين جو صحابه ڪرام ڳالهه چڱي طرح سمجهي وٺندا هئا ۽ پاڻ جڏهن ڪنهن جماعت وٽ ايندا هئا ته ٽي ڀيرا سلام چوندا هئا)(26)

هن حديث مان معلوم ٿئي ٿو ته ڳالهائڻ مان مقصد ڳالهه سمجهائڻ آهي. اهو مقصد هڪڙي ڀيري ڳالهائڻ سان حاصل نه ٿئي ته ٽي ڀيرا به ورجائي سمجهائڻ جو مقصد پورو ڪجي. اهو حضور ﷺ جن جي تعليم ۽ تربيت جو طريقو هوندو هو، جنهن تي عمل ڪري هن دور ۾ به تعليم ۽ تربيت جا اعليٰ مقصد حاصل ڪري سگهجن ٿا.

تعليم ۾ شاگردن جو لحاظ ڪرڻ:

(6) حضرت ابن مسعود هر خميس تي تعليم ڏيندو هو ته ڪنهن صحابي چيو ته اسان کي اها پلاڻي جي تعليم روزانو ڏيندا ڪريو. تنهن تي حضرت ابن مسعود فرمايو ته: آئون اهو ڪم هن طرح انهي ڪري نه ٿو ڪريان جو توهان ان سان تنگ ٿي پيندو. آئون وعظ ۾

نصيحت ۾ توهان جو ائين خيال تو ڪريان جيئن حضور صہ جن اسان جو خيال ڪندا هئا ۽ اسان جي ٿڪجڻ جو لحاظ ڪندا هئا. (27)

اهڙي طرح حضرت عڪرمہ رضہ کان روايت آهي تہ حضرت ابن عباس رضہ فرمايو:

حدث الناس ڪل جمعت مرت فان ابيت فمرتين فان اڪثرت فثلاث مرات ولاتمل الناس هذا القرآن. (بخاري مسلم)

(يعني هر جمعي تي هڪ ڀيرو ماڻهن کي حديث جو درس ڏيندو ڪر، ايان وڌيڪ ڪرين تہ ٻہ ڀيرا ڏيندو ڪر. ايان ٻہ وڌيڪ ڪرين تہ ٽي ڀيرا درس ڏيندو ڪر. ماڻهن کي هن قرآن کان بيزار نہ ڪر. آئون توکي ايئن نہ ڏسان جو تون ماڻهن وٽ اچين ۽ اهي پنهنجي ڳالهين ۾ مصروف هجن ۽ تون انهن کي وعظ ڪرڻ شروع ڪري ڏين ۽ انهن جي ڳالهين ۾ خلل پئجي وڃي ۽ تون انهن کي بيزار ڪري وجهين. پر تون خاموش ٿي ويهي رهو. جڏهن اهي توکي وعظ ۽ تعليم ڪرڻ جو چون تہ پوءِ تون وعظ ڪر جو اهي ٻڌڻ جو شوق رکندا هجن.) (28)

پاڻ سڳورن صہ فرمايو تہ مون کان پوءِ ماڻهو علم سکڻ لاءِ توهان وٽ ايندا، انهن جي حقن جي پارت آهي يعني طالبن جي حقن جو خيال رکجو (مشڪوات)

عالم ۽ استاد جي فضيلت:

(7) اسلام ۾ عالم ۽ استاد جي وڏي فضيلت آهي. فرمايو ويو تہ عالم انبياءَ جا وارث آهن. منهنجي امت جا عالم نبي اسرائيل جي نبين وانگر آهن. علم جي فضيلت عابد تي ايئن آهي جيئن منهنجي فضيلت ڪنهن ادنيٰ امتي تي آهي. اهڙي طرح حضور صہ جن فرمايو:

فقيہ واحد اشد عليٰ الشيطان من الف عابد (ترمذي — ابن ماجہ)

(هڪڙو عالم، شيطان تي هزار عابدن کان ٻہ وڌيڪ سخت آهي) (29)

عالم ۽ استاد لاءِ پوري مخلوق خير جون دعائون ڪندي آهي.

علم سکڻ جي ڪا موسم ڪانهي:

حديث ۾ آهي ته:

اطلبوا العلم من المهد الي اللحد

(ماءُ جي هنج کان وٺي قبر جي ڪنڌ تائين علم حاصل ڪندا رهو)(30)

ان مان معلوم ٿيو ته علم حاصل ڪرڻ لاءِ عمر جو سوال ڪونهي. انسان کي هر وقت ۽ هر وهيءَ ۾، ننڍيهڻ توڙي ڪراڙپ ۾ به علم حاصل ڪرڻ گهرجي. ڪو به وقت ضايع نه ڪرڻ گهرجي.

(9) تعليم جو نظام آسان بڻايو!

علموا ويسروا ولاتعسروا (سنداحمد)

(حضور جن فرمايو: تعليم ڏيو ۽ آسانيون پيدا ڪريو ۽ ڏکيائون پيدا نه ڪريو)(31)

معلم ۽ استاد جو فرض آهي ته تعليم دوران آسانيون پيدا ڪري ۽ ڏکيائون ختم ڪري.

(10) تعليم عبادت آهي!

حضرت عبدالله بن عباس رضہ الله عنہ فرمائي ٿو ته:

ٿوري دير تائين علم سکڻ، سڄي رات جي عبادت کان افضل آهي. (32)

حضرت ابو هريره رضہ الله عنہ چوي ٿو ته!

”اسين رات جا ٽي حصا ڪندڙ آهيان، هڪ ٽهائيءَ ۾ سمهان ٿو.

هڪ ٽهائي ۾ تهجد پڙهندو آهيان ۽ باقي هڪ ٽهائي ۾ حضور صہ جن جون حديثون ياد ڪندو آهيان.“ حضرت ابو درداءُ فرمائي ٿو ته علم پڙهائڻ وارو ۽ پڙهڻ وارو (شاگرد) ٻئي ثواب ۾ برابر آهن، باقي ماڻهن لاءِ خير ڪونهي.(33) حضور جن فرمايو ته:

ادبني ربي فاحسن تاديبي

(مونکي منهنجي رب ادب سيکاريو پوءِ تربيت ۽ تاديب ۾ حُسن پيدا ڪيائين)

دين سمورو ادب آهي. ادب انسان لاءِ ڍال آهي. ادب جهڙي ڪابه ميراث ڪانهي (34)

تعليم ۽ تربيت نبوي جا وسيلا:

حضور جن صلي الله عليه وسلم انسانن جي تعليم ۽ تربيت جي لاءِ هيٺيان وسيلا استعمال ڪيا.

(1) تلاوت قرآن پاڪ ۽ ان جو سکڻ
(2) پرسکون گفتگو
(3) موت ۽ آخرت جو خوف ياد ڏيارڻ
(4) شاگردن سان شفقت ۽ همدردي جو اظهار ڪرڻ
(5) شاگردن جي حالات جي رعايت ڪرڻ
(6) ڀلائي جي ڪمن ڏانهن رهنمائي ڪرڻ
(7) معياري ٻولي ۽ مثالن ۽ محاورن جو استعمال ڪرڻ
(8) عملي سيرت ۽ ڪردار جو مظاهرو ڪرڻ
(9) سٺن ڪمن جي لاءِ ترغيب ۽ برن ڪمن جي لاءِ ترهيب ڏيڻ
(10) گذريل زماني جا قصا بيان ڪري ڳالهه سمجهائڻ (35)

هر مفيد علم حاصل ڪرڻ:

حضور صلي الله عليه وسلم جن هر اهڙي ڪارائتي علم حاصل ڪرڻ جي ترغيب ڏني آهي جنهن مان اسلام مسلمانن ۽ ٻين انسانن کي فائدو پهچي. پوءِ اهو علم ڪٿي ڪافرن کان ڇو نه سکجي جيئن بدر جي جنگ جي قيدين کان مسلمان ٻارن کي لکڻ پڙهڻ سيکاريو ويو. هڪ حديث ۾ آهي ته دانائي ۽ حڪمت مومن جي وڃايل وٿ آهي، جتي به ملي هو ان جو وڌيڪ حقدار آهي (ترمذي) (36)

معلم / استاد جون خوبيون:

سيرت النبي جي روشني ۾ هڪڙي ڪامياب استاد ۾ هيٺيون خوبيون هجڻ گهرجن.

(1) تعليم جي مقصد کان آگاهي: زندگي جو مقصد آهي الله جي حڪمن تي سندس رضا لاءِ عمل ڪرڻ. تعليم ان مقصد کي حاصل ڪرڻ جو ذريعو آهي.

(2) اعليٰ سيرت ۽ ڪردار : استاد کي گهرجي ته علم توڙي عمل ۾ شاگردن اڳيان هڪ بهترين نمونو پيش ڪري.

(3) مطالعي ۽ طلب علم جي تڙپ : استاد ۾ وڌيڪ علم حاصل ڪرڻ ۽ مطالعي جو شوق هجڻ گهرجي.

(4) شاگردن ۾ علم سکڻ جو شوق پيدا ڪرڻ: استاد رسمي توڙي غير رسمي طريقي سان شاگردن ۾ علم جو شوق پيدا ڪري.

(5) تعليمي نفسيات کان واقفيت: استاد کي تعليم جي حوالي سان ٻارن جي نفسيات کان واقف هئڻ گهرجي. ڪيس ٻارن جي فطري رجحانن ۽ ذهني سطح مطابق انهن کي تعليم ڏيڻ گهرجي.

(6) سماجي سرگرمين سان دلچسپي: استاد کي گهرجي ته هو ٻارن کي غير نصابي سرگرمين ۾ رهنمائي ڏي ۽ اهڙين سرگرمين جو بندوبست ڪري.

(7) پيشه ورانه تربيت: بهترين تدريس ۽ موثر ڪارڪردگي جي لاءِ استاد کي پيشورانه تربيت مليل هجي.

(8) موثر تدريسي طريقن جو استعمال : استاد تعليم ڏيڻ دوران موثر تدريسي طريقن جو استعمال ڪري ۽ ٻارن جي ذهني سطح ۽ قابليت مطابق رهنمائي ڪري.

(9) تعليم جو عملي اطلاق: استاد کي گهرجي تہ نظري تعليم سان گڏ ان جي عملي پهلو ڏانهن بہ ٻارن کي رهنمائي ڏي ڇو تہ اسلام علم سان گڏ عمل تي گهڻو زور ڏنو آهي.

(10) شاگردن جي ڪردار سازي تي ڌيان ڏيڻ: بهترين سيرت ۽ ڪردار سان ئي عالم ۽ جاهل ۾ فرق ظاهر ٿيندو آهي. انڪري استاد کي کپي تہ هو شاگردن جي سيرت سازي ۽ ڪردار سازي تي وڌيڪ ڌيان ڏي. هو پنهنجي سيرت ۽ ڪردار کي ٻارن اڳيان نمونو ڪري پيش ڪري. جيئن حضور اڪرم صلي الله عليہ وسلم جن صحابہ ڪرام جي اڳيان پنهنجي سيرت ۽ ڪردار جو سهڻو نمونو پيش ڪيو هو. (37)

مطلب تہ حضور صلي الله عليہ وسلم جن جي سيرت ۽ سنت ۾ تعليم ۽ تربيت جا نظري ۽ عملي اصول موجود آهن. جهڙي طرح پاڻ سڳورن جي سيرت زندگي جي هر شعبي ۾ بهترين نمونو آهي ساڳي طرح تعليم ۽ تربيت جي ميدان ۾ بہ هڪ بهترين نمونو آهي. آخر تہ ڪا ڪمال جي ڳالهہ هئي تڏهن تہ الله پاڪ هي اعلان ڪيو هو تہ: لقد ڪان لڪم في رسول الله اسوه حسنہ(احزاب-21)

(اي انسانو!) بيشڪ توهان جي لاءِ الله جي رسول صہ جي سيرت ۾ سهڻو نمونو موجود آهي)(38)

هاڻي ضرورت صرف هن ڳالهہ جي آهي تہ اسان سيرت پاڪ جو سنجيدگي سان مطالعو ڪريون ۽ پنهنجي زندگي ڪامياب بڻائڻ لاءِ سنت تي عمل ڪريون. خاص ڪري تعليم ۽ تربيت جي نظام کي سيرت النبي جي روشني ۾ بهتر بڻائي دنيا جي اڳيان مثالي نمونو پيش ڪريون. انهي سلسلي ۾ اسان جي عالمن سڳورن کي اجتهادي قدم کڻڻ جي ضرورت آهي.

حوالا:

(1) کیلانی، عبدالرحمان"مترادفات القرآن مکتبہ السلام لاھور 2009ع(ص379)
"مصباح اللغات عبدالحفیظ بلیاوی مکتبہ برھان دھلی (ص551) 1953ع
(2) افضل حسین، فن تعلیم وتربیت اسلامک پبلیکشنز لاھور 2005ع(ص40)
(3) ساڳیو: (ص40)
(4) صدیقی، علی اوسط پروفیسر "اسلامی نظام تعلیم ونظریہ پاکستان" طاھر سنز کراچی 1994ع(ص26)
(5) ثناء اللّٰہ محمود مفتی "رسول اکرم کا انداز تربیت" دارالاشاعت کراچی 2005ع(ص29)
(6) ساڳیو: (ص30)
(7) افضل حسین، "فن تعلیم وتربیت" (ص51-50)
(8) اصلاحی، امین مولانا "تزکیہ نفس" ملک سنز پبلشرز لاھور 1989ع(ص34-33)
(9) قرآن مجید سورہ علق آیت: 5
(10) قرآن مجید سورہ بقرہ آیت 31
(11) سورہ نبیاء آیت 79
(12) سورہ طٰہٰ آیت 114
(13) سورہ مجادلہ آیت 11
(14) سورہ عنکبوت آیت 43
(15) سورہ عنکبوت آیت 49
(16) سورہ لقمان آیت 20
(17) سورہ زمر آیت 9

(18) سوره نساء آيت 113
(19) القرضاوي، يوسف علامه "تعليم جي اهميت ـ سنت نبوي جي روشني ۾ (اردو) مترجم ـ ابوسعود اظهر ندوي- اسلامڪ بُڪ ڊيپو لاهور 1998ع (ص8-7)
(20) عمري خطيب ولي الدين محمد بن عبدالله ڪتاب العلم مشڪواه (حديث 238) (ص73) مڪتبه رحمانيه لاهور
(21) سوره بقره آيت 129
(22) خطيب عمري ولي الدين محمد بن عبدالله ڪتاب العلم مشڪوٰة شريف مڪتبه رحمانيه لاهور
(23) دهلوي علامه محمد قطب الدين خان "مظاهرحق جلد اول (2)
(24) عمري خطيب ولي الدين محمد بن عبدالله ڪتاب العلم مشڪوٰة شريف
(25) دهلوي علامه محمد قطب الدين خان "مظاهرحق جلد اول مڪتبه رحمانيه لاهور
(26) عمري خطيب ولي الدين محمد بن عبدالله ڪتاب العلم مشڪوٰة شريف
(27) دهلوي علامه محمد قطب الدين خان مظاهر حق جلد اول
(28) عمري خطيب ولي الدين محمد بن عبدالله ڪتاب العلم مشڪوٰة شريف
(29) دهلوي علامه محمد قطب الدين خان مظاهر حق جلد اول
(30) صديقي علي اوسط پروفيسر " اسلامي نظام تعليم ونظريه پاڪستان" (ص44) طاهر سنز ڪراچي 1994ع
(31) صديقي علي اوسط پروفيسر "اسلامي نظام تعليم ونظريه پاڪستان (ص45) طاهر سنز ڪراچي 1994ع

(32) دارمي ابو محمد عبدالله امام "سنن دارمي شريف"
(ص92) قرآن محل ڪراچي
(33) عمري خطيب محمد بن عبدالله " ڪتاب العلم (ص94)
مشڪوٰه(238)(73) مڪتبه رحمانيه لاهور
(34) نقشبندي حضرت ذوالفقار "با ادب با نصيب" دارالاحسان
نيويارڪ امريڪا 2000ع
(35) ثناء الله محمود مفتي "رسول اڪرم جو انداز تربيت
(ص347) دارالاشاعت ڪراچي 2005ع
(36) القرضاوي علامه يوسف "تعليم جي اهميت سنت نبوي جي
روشني ۾ (76) اسلامڪ بُڪ ڊيپو لاهور 1998ع
(37) صديقي علي اوسط پروفيسر "اسلامي نظام تعليم ونظريه
پاڪستان" (56)
(38) سوره احزاب آيت(21)